آئینہ معرفت

تذکرہ احوال وملفوظات

شیخ العالم حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ



مؤلف

میاں نعیم انور چشتی نظامی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آئینۂ معرفت

تذکرہ احوال وملفوظات

شیخ شیوخ العالم حضرت بابا فرید مسعود گنج شکر

آئینہ معرفت

تذکرہ احوال وملفوظات

شیخ شیوخ العالم

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

مؤلف

میاں نعیم انور چشتی نظامی

سیرت فاؤنڈیشن

سیرت فاؤنڈیشن

۸۵۵۔ این سمن آباد۔ لاہور

۲۰۱۲ء

نصر اقبال قریشی

نے سیرت فاؤنڈیشن

لاہور سے شائع کی

تعداد : پانچ سو

طابع : حاجی حنیف اینڈ سنز، لاہور

باراوّل : ۲۰۱۱ء

باردوم : ۲۰۱۲ء

قیمت : -/۳۸۰ روپے

تقسیم کار:-

المعارف ۰ گنج بخش روڈ ۰ لاہور

فون: ۳۷۲۱۴۶۶۲

فہرست مضامین

سیرت فاؤنڈیشن کی تمام مطبوعات کی اشاعت میں

خصوصی معاونت کے لیے ادارہ

محترم جناب سردار **محمد فیصل** خان چشتی صاحب

کا بے حد ممنون ہے۔

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُنْظُرْ حَالَنَا

يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ اِسْمَعْ قَالَنَا

اِنَّنِىْ فِىْ بَحْرِهَمٍّ مُّغْرَقٌ

خُذْيَدِىْ سَهِّلْ لَنَا اَشْكَالَنَا

انتساب

مرشدنا خواجہ سائیں محمد صدیق محب النبی چشتی نظامی جن کی نگاہِ فیض اثر نے بندہ ناچیز پرتقصیر کو سلسلہ چشتیہ بہشتیہ نظامیہ میں غلامی سے سرفراز فرما کر سلسلہ عالیہ کی خدمت پر مامور فرمایا اور میرے والدِ بزرگوار حاجی میاں احمد علیؒ جن کی ساری زندگی خلقِ خدا کی بے لوث خِدمت کرتے گزری کے نام معنون کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

خدا رحمت کنند ایں عاشقانِ پاک طینت را

میاں نعیم انور عفی عنہ

ہدیہ تبریک

پاکستان میں اسلام اور اسلامی تصوف

کے موضوع پر معیاری کتب کی اشاعت کے لیے

الحاج محمد ارشد قریشی رحمۃ اللہ علیہ، بانی تصوف فاؤنڈیشن، لاہور

کا نام ہمیشہ محترم رہے گا۔

سیرت فاؤنڈیشن کی طرف سے شائع کردہ یہ سلسلہ کتب ان کی یاد سے وابستہ ہے۔

حمد باری تعالیٰ

مرا سرمایۂ ہستی تری حمد و ثنا مولا
تری توفیق سے پایا یہ گنج بے بہا مولا

تو لامحدود میں محدود کیا تعریف ہو مجھ سے
نہ تیری ابتدا مولا نہ تیری انتہا مولا

دل بے تاب کی تسکیں ہے تیری یاد میں یارب
ترے تذکار کی لذت ہے کتنی جاں فزا مولا

میں یہ کیسے مان لوں رسوا کیا جائے گا محشر میں
ترے محبوب کا جو شخص ہو مدحت سرا مولا

ازل سے بکر رہے تھے جستجو تیری جہاں والے
بتایا ہے ترے محبوب نے تیرا پتا مولا

تری صنعت کا ہیں شہکار یہ مہرومہ وانجم
تری قدرت کے ہیں عکاس یہ ارض و سما مولا

کرم شہزاد پر فرما بھی دے اے قادر مطلق
کھڑا ہے ہاتھ پھیلائے ترے در پر گدا مولا

علامہ محمد شہزاد مجددی

نعت

جس نے سمجھا عشق محبوب ﷺ خدا کیا چیز ہے
وہ سمجھتا ہے دعا کیا مُدعا کیا چیز ہے

کوئی کیا جانے کہ شہر مصطفٰے ﷺ کیا چیز ہے
پوچھئے ہم سے مدینے کی ہوا کیا چیز ہے

شافع ﷺ محشر کے دامن میں چھپا بیٹھا ہوں میں
کیا خبر ہنگامہ روز جزا کیا چیز ہے

ہر مرض میں خاک راہ مصطفٰے ﷺ ہے کارگر
سامنے اکسیر کے کوئی دوا کیا چیز ہے

دل منور ہوگیا آنکھیں منور ہو گئیں
اللہ اللہ سبز گنبد کی فضا کیا چیز ہے

یہ سمجھنا ہم نے سمجھا ہے شہ ﷺ لولاک سے
خلق میں ٹوٹے ہوئے دل کی صدا کیا چیز ہے

خواجہ سید نصیر الدین نصیر گیلانی
گولڑہ شریف

حامداً ومصلیاً

پروفیسر رانا لطیف اطہر

زیب آستانہ مرشدی مولائی کمانوالہ شریف سیالکوٹ

ڈپٹی چیف رپورٹر دی نیشن نیوز ایکس چیف رپورٹر پاکستان ٹائمز

زیر نظر کتاب آئینہ معرفت جو تصوف و طریقت کے آفتاب عالمتاب شیخ شیوخ العالم زہد الانبیاء شیخ الاسلام والمسلمین حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ کی حیات طیبہ اور ملفوظات پر تحقیق کا نیا باب رقم کیا گیا ہے۔ جو کہ نہایت خوش کن اور قابل قدر مستند دستاویز ہے۔ یہ گراں قدر خدمت میاں نعیم انور چشتی نظامی نے سرانجام دیکر اہل عقل وغیاب و جستجو اور وفورِ عشق و اضطراب کے لیے ولولہ تازہ فراہم کیا ہے اور اہل طلب کی تشنگی کو دور کردیا ہے۔ یہ کام یقیناً خواجگان چشت اہل بہشت کے فیوض و برکات کا مظہر ہے۔

گر خدا اندر قیاس مانہ گجند

شناس آں را کہ گوید عرفنک

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "الرحمن فسئل به خبیرا" رحمان کا پتہ اس کی خبر رکھنے والوں سے پوچھو۔ میں نے محسوس کیا جب مصنف کتاب اس کی تالیف و ترتیب میں مصروف تھے۔ تو ان کی شخصیت میں قابل رشک نکھار آرہا تھا۔ یہ غالباً تذکرۂ شیوخ اور تعلیمات مطاہرہ کے مطالعے سے ان کے قلب و اذہان کو جو جلا مل رہی تھی وہ چھپائی نہیں جا سکتی تھی۔

ایسی کیفیات کا میں بخوبی اندازہ کر سکتا ہوں کیونکہ میں بھی کتاب آداب بارگاہ رسالت اور سوانح حضرت خواجہ سائیں محمد صدیق محب النبی علیہ الرحمۃ کی تالیف کے دوران ایسی ہی کیفیات سے دوچار رہا ہوں۔

میاں نعیم انور چشتی نظامی صاحب کو حضرت قبلہ سائیں صاحب کے فیض یافتہ اور خلیفہ مجاز ہونے کا شرف حاصل ہے۔

میں سمجھتا ہوں زیر نظر کتاب بھی زہد الانبیاء حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ کے تصرف اور قبلہ سائیں صاحبؒ کے فیض کرم کا کرشمہ ہے۔ حضرت سائیں محمد صدیق محب النبی رحمۃ اللہ کشف وکرامت نافع علم اور سوز عشق و اخلاص کے عظیم پیکر تھے۔ یہ اشاعت یقیناً ہمارے لیے باعث صد افتخار ہے۔ یہ نصاب چشتیائی اور روحانی مدارج کے حصول کا ذریعہ ہے کیونکہ آج خانقاہی نظام کے زوال سے ہمارے معاشرے میں جو اخلاقیات کی تباہی معاشی اور سماجی بگاڑ پیدا ہوا ہے ایسے ماحول میں تعمیر کردار Self Purification میں جو لوگ خانقاہی نظام کے احیاء کے لیے کاوشیں کر رہے ہیں۔ انتہائی لائق داد و تحسین ہیں۔

دست نااہل گرترا بیمارت کنند

سوئے مادر آں کہ تیمارت کنند

ان کی طرف آ وٗ اے شوریدہ سرو اس اخلاق کی مادر علمی کی طرف کہ تمہیں دل و نگاہ کی پاکیزگی ملے۔ مصنف کتاب اس درد سے آشنا ہیں اور ان میں Introvert نہیں یعنی وہ Self Pitied Self Centered نہیں بلکہ Extrovert سوچ رکھتے ہیں۔ اپنی ذات سے نکل کر دوسروں کے لیے کچھ کر گزرنے کی تمنا رکھتے ہیں۔ وہ طبعاً چشتی ہیں اور چشتیائی عطائی یا By Proxy نہیں بلکہ ودیعت اور فطرتاً ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں سلامتی عطا فرمائے۔ اور عوام الناس کو کتاب آئینہ معرفت سے استفادہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

یا رب العالمین

سلسلہ عالیہ چشتیہ کی گرانقدر خدمت

پروفیسر ڈاکٹر عصمت اللہ زاہد (پی ایچ ڈی)
چیئر مین شعبہ پنجابی پنجاب یونیورسٹی لاہور

اولیائے عظام کے تذکار اور ملفوظات ہر دور میں قلمبند کیے جاتے رہے ہیں آج بھی ہو رہے ہیں اور آئیندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ ایسی پر خلوص کاوش آنے والی نسلوں کے لیے یقیناً شعور و آگہی کا پیغام ہوتی ہیں۔ اور فلاح دارین کا سبب بھی۔ تاریخ علم و ادب میں ایسے انمٹ نقوش چھوڑنے والے قدسی نفوس خاصان خدا تھے۔ جن کے کردار و افکار سے رشد و ہدایت کے چراغ روشن ہوتے آئے ہیں۔ اگرچہ کفر زار ہند میں تعصب جہالت اور گمراہی کی تند و تیز آندھیوں نے ان چراغوں کو ہر چند گل کرنے کی کوششیں کیں مگر ان پاکبازوں نے ہوا کے دوش پر اس انداز سے چراغ روشن کیے کہ یہی تند و تیز ہوائیں ان چراغوں کی حفاظت پر مامور ہو کر رہ گئیں۔ یہ صوفیائے اسلام کی انقلابی اور تعمیری سوچ کا نتیجہ تھا کہ تلوار کی جگہ دلوں پر گفتار و کردار کی سچی حکمرانی راج کرنے لگی۔ لوگ دنیاوی و سرکاری درباروں سے منہ موڑ کر خانقاہی نظام کے شہنشاہوں کی قدم بوسی کو اپنے لیے باعث افتخار سمجھنے لگے جو بظاہر بوریا نشین تھے مگر خلق خدا کے لیے عقیدتوں ارادتوں اور چاہتوں کے تخت پر جلوہ گر تھے۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ انہی نیک نہاد اور شرافت اطوار اولیائے کاملین میں سے ہیں جن کے افکار و کردار کی روشنی صدیوں سے صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتی آرہی ہے۔ آپ ظاہری اور باطنی علوم کا وہ منبع فیض ہیں جسے تعلیمات اسلامی تصوف کا دیباچہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ، علاؤالدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ اور پھر خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ اور امیر خسرو رحمۃ اللہ، امیر خورد کرمانی رحمۃ اللہ، امیر حسن علاء سنجری رحمۃ اللہ بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ سے ہوتے ہوئے قبلہ عالم پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ جیسی نابغہ روزگار ہستیاں اسی دیباچے کی خوبصورت مایہ ناز شریحات ہیں۔ بلکہ سلطان الہند خواجہ معین الدین حسن چشتی رحمۃ اللہ

کے اس سلسلہ محبت سے وابستہ وہ گوہر آبدار ہیں۔ ان میں سے ایک ایک موتی کی ضیا پاشیوں پر ان گنت کتب تحریر کی جاسکتی ہیں۔

ہمارے دوست حضرت میاں نعیم انور چشتی نظامی صاحب نے اسی خم خانہ تصوف سے خود کو متصف کرنے کے بعد آج اس حقیقت کو شدت سے محسوس کیا ہے۔ کہ عہد حاضر کی افراتفری بدسکونی اور فکری پریشانیوں کا حل صرف اور صرف صوفیائے کاملین کی سیرت میں پوشیدہ ہے۔ لہٰذا اسے موضوع قلم بنا کر عوام الناس کی فلاح و اصلاح کا فریضہ انجام دینا ضروری سمجھا۔ چنانچہ انہوں نے اس فرض کی بجا آوری کے لیے شیخ بحر و بر زہدالانبیاء حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک سوانح و ملفوظات آپ کے خلفاء اور اولادامجاد کے احوال سے اپنی تحریر کا آغاز کیا ہے۔

اس کتاب آئینہ معرفت کی بنیادی اور بڑی خوبی یہ ہے۔ کہ انھوں نے عقیدت کے ساتھ ساتھ حالات و واقعات کی صحت اور حقیقت کو مدنظر رکھا ہے اور مختلف تذکروں کے تقابلی مطالعہ سے نتائج اخذ کر کے انہیں قلمبند کیا ہے انہوں نے یہ مشکل ترین کام بڑی محنت اور لگن سے سرانجام دیا ہے اور یہ تحقیقی کام بڑا قابل توجہ ہے۔ پھر انہوں نے حضرت بابا صاحب کے پنجابی کلام کے بارے میں چند ناتجربہ کار اور نابالغ قسم کے قلم نویسوں کی پیدا کردہ غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے کی سعی کی ہے جو انتہائی لائق تحسین ہے۔ میرے نزدیک اسے سلسلہ عالیہ چشتیہ کی گرانقدر خدمت سمجھنا چاہیے۔

میاں نعیم انور چشتی صاحب جو کہ اس سلسلہ شریفہ کے تربیت اور فیض یافتہ ہیں۔ ان کے اسلوب بیان کی ایک نمایاں خوبی ان کا آسان اور موثر پیرائیہ اظہار ہے جو اس کتاب کی مقبولیت کی ضمانت ہے۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی اعلی رسولہ الکریم

علامہ محمد شہزاد مجددی

دارالاخلاص ومرکز تحقیق اسلامی۔ ریلوے روڈ لاہور

ملت اسلامیہ ہر زمانے میں خواہ عہد کمال ہو یا دورِ زوال کاملین اور صالحین کے وجود سے مشرف اور ممتاز رہی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم واعظم ﷺ کی ذات والا صفات پر سلسلہ نبوت کو ختم فرمایا اور آپ ہی کے کامل متبعین علما و اصفیاء کو ''ورثۃ الانبیاء'' کی مسندِ رفیع پر فائز فرمایا۔

وراثت و نیابت انبیاء کے حاملین کا تذکرہ اور ذکر خیر باعث رحمت اور سبب کفارۂ ذنوب ہے۔ ان کا کلام دوا اور نظر شفا ہے، ان کا ذکر ہو تو رحمت نازل ہوتی ہے اور ان کی حکایات باعث صد برکات ہوتی ہیں۔

حضرت علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ ''تذکرہ مشائخ نقشبندیہ'' کے ابتدائیے میں رقمطراز ہیں۔ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اس امر پر اجماع ہے کہ تفسیر و حدیث کے بعد صوفیہ کرام کے ارشادات بہترین کلام ہیں اور ان کا پڑھنا سننا حجت معنوی کا حکم رکھتا ہے۔ شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبداللہ انصاری ہروی قدس سرہ نے اپنے مریدوں کو وصیت کی کہ ہر ایک پیر کا کوئی کلام یاد کر لو۔ اگر ایسا نہ کر سکو تو ان کا نام یاد رکھو تا کہ اس سے فائدہ اٹھاؤ۔

حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن ایک بندہ مفلسی اور بدکرداری کے سبب سے ناامید ہو جائے گا۔ حق سبحانہ کہے گا۔ اے میرے بندے کیا تو فلاں محلہ میں فلاں دانشمند یا عارف کو پہچانتا تھا۔ وہ جواب دے گا۔ ہاں میں پہچانتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ جا میں نے تجھے اس کے طفیل بخش دیا۔

صحیحین کی روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے۔

الْمرءَ مَعَ مَنْ اَحَبَّ ○ (صحیحین)

ترجمہ: بندہ اپنے محبوب کے ساتھ ہے۔

یہی وہ اللہ کے پیارے ہیں۔ جن کی برکت سے زمین فصل دیتی ہے اور آسمان بارش برساتا ہے۔ ان فوائد کے علاوہ مشائخ کے حالات کا مطالعہ کرنے میں اور کئی فائدے ہیں۔ مطالعہ کرنے والوں کو ان بزرگوں سے نسبت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ منکرین کے ہذیانات کے زہریلے اثر سے محفوظ رہتے ہیں۔

حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ سے دریافت کیا گیا کہ حکایات مشائخ سے مریدوں کو کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ آپ نے جواب دیا حکایات مشائخ خدا کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے۔ جن سے مریدوں کے دل قوی ہوتے ہیں۔ سوال کیا گیا کہ اس قول کی کوئی سند ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ ٥

(سورۃ ھود: نمبر ۱۲۰)

ترجمہ: اور ہم رسولوں کی خبروں میں سے ہر ایک چیز بیان کرتے ہیں تاکہ ہم اس سے تمہارے دل کو تقویت بخشیں۔

اہل اللہ کے تذکار کی اہمیت وفضیلت کے پیش نظر احادیث میں صالحین کے ذکر کو گناہوں کا کفارہ قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔

ذکر الانبياء العبادة و ذکر الصالحين كفارة ٥ (الجامعہ الصغیر ۱۹/۲)

ترجمہ: انبیاء کا ذکر عبادت ہے۔ اور صالحین کا تذکرہ کرنا گناہوں کا کفارہ ہے۔

مشائخ چشت اہل بہشت قدس سرھم نے ان فرامین وارشادات کے تحت اپنے مشائخ کرام کے احوال وملفوظات کو تواتر سے محفوظ کرنے کا اہتمام فرمایا ہے۔ اور اس عمل کو مرید کی طرف سے شیخ کی سب سے بڑی خدمت قرار دیا ہے۔ حضرت محبوب الٰہی سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ہمارے سلسلہ میں مرید کی طرف سے شیخ کی سب سے بڑی خدمت اس کے ملفوظات کو قلمبند کر کے محفوظ رکھنا ہے۔

چنانچہ مشائخ چشتیہ نے اس خدمت کو بڑے تواتر سے سرانجام دیا ہے پیش نظر کتاب آئینہ معرفت اسی سلسلہ خدمت ومحبت کی ایک سنہری کڑی ہے۔ جسے سرانجام دینے کی توفیق محبی مکرم حضرت میاں نعیم انور چشتی نظامی زید مجدہ کو مرحمت فرمائی گئی ہے۔ انہوں

نے کمال محبت وعقیدت اور جذبہ اخلاص سے حضرت فرید الملۃ والدین شیخ شیوخ العالم بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ کے اقوال واحوال اور ملفوظات کو تاریخ وسیر کی مستند کتب سے اخذ کر کے جمع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اور یہ توفیق بغیر مشائخ کبار کی توجہات کے نصیب نہیں ہوا کرتی۔

ایک چشتی بزرگ ''جامع فوائد الفواد'' امیر حسن علا سجزی علیہ الرحمۃ نے اہل ارادت کی خوب ترجمانی کی ہے۔

مورے مسکیں ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد

دست برپائے کبوتر زدوناگاہ رسید

ترجمہ: ایک مسکین چیونٹی کے دل میں کعبہ شریف تک پہنچنے کی آرزو تھی۔ آخر اس نے کبوتر کے پنجوں کو تھاما اور اچانک وہاں پہنچ گئی۔

ایسی ہی کیفیت اس ارادت مند کی ہوتی ہے۔ جو اپنے اکابر مشائخ کے بارے میں تصنیف وتالیف کے لیے قلم اٹھاتا ہے۔

مولیٰ تعالیٰ اس مخلصانہ کاوش کو قبولیت وقبول عام نصیب فرمائے۔ آمین۔



صاحبزادہ پیر احمد مسعود چشتی فاروقی

ولی عہد سجادہ نشین درگاہ عالیہ فریدیہ پاکپتن شریف

سالانہ عرس مبارک کی رسومات ادا کرتے ہوئے

پیش لفظ

صاحبزادہ احمد مسعود چشتی فاروقی

ولی عہد سجادہ نشین درگاہ عالیہ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر پاکپتن شریف

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ برصغیر پاک و ہند اولیاء اللہ کی سرزمین ہے۔ کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اس دنیا میں تشریف لائے مگر اس خطہ برصغیر میں ایک بھی پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث نہ فرمایا۔ یہ حکمت خداوندی ہے اور وہی بہتر جانتا ہے زمانہ قدیم سے یہ خطہ کفر و شرک اور بدعات رذیلہ کا مرکز تھا۔ یہاں بت پرستی کے علاوہ جانوروں کی پوجا بھی کی جاتی تھی اور اس سرزمین پر ہندو اور بدھ مت کے پیروکار ہی زیادہ تھے اور آتش پرستوں کی بھی کمی نہ تھی۔ مسلمان زیادہ تر تجارت کی غرض سے یہاں آتے تھے۔ بہت کم مسلمان یہاں آباد تھے۔ غور و فکر کرنے سے بھی یہی بات سمجھ آتی ہے کہ خداوند عالم نے اس سرزمین کو اپنے حبیب پاک اشرف الانبیاء ﷺ کے غلاموں کے لیے مختص فرما دیا تھا جب اس خطے میں اولیاء اللہ نے قدم رکھا تو ان نفوس قدسیہ کی برکت سے دین مصطفیٰ ﷺ کا غلبہ ہوا۔

ان خاصان خدا نے خانقاہی نظام کی بنیاد رکھی جس سے رشد و ہدایت کے چشمے جاری ہوئے اور خلق خدا ان سے فیضاب ہونے لگی اور ابدالآباد یہ فیض جاری رہے گا۔ یہ وہی خطہ ہے جہاں ہزاروں سال سے بے دینی اور گمراہی نے پنجے گاڑھ رکھے تھے جب ان خدا رسیدہ اور اوصاف حمیدہ کے رنگ میں رنگے ہوئے غلامان مصطفیٰ ﷺ نے دعوت و تبلیغ کا آغاز کیا تو ان کو بڑی دشواری اور مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ نامساعد حالات اور بیگانے لوگوں میں رہ کر کفر و شرک میں مبتلا لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور سرور کائنات ﷺ کی

رسالت کا پیغام حق پہنچانے میں بڑی مشکلات پیش آئیں مگر تائید ایزدی سے ان تسلیم ورضا کے پیکروں نے اسلام کا بول بالا کیا اور دین اسلام کی حقانیت کو مشرکوں سے تسلیم کروایا۔

یوں تو برصغیر پاک وہند میں طریقت کے تمام سلاسل کے مشائخ عظام اور صوفیائے کرام نے تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کے لیے خدمات سرانجام دیں اور دین اسلام کی سربلندی کے لیے اپنی مبارک زندگیوں کو وقف کیا لیکن سلسلہ عالیہ چشتیہ کے خواجگان کی خدمات خصوصی امتیاز کی حامل ہیں۔ ان کی کیمیا اثر نگاہ جس طرف بھی اٹھ جاتی کفروشرک کے بتوں کو پاش پاش کر دیتی اور کفر کے ایوانوں میں لرزہ طاری ہو جاتا اور وہ باطل عقائد کو ترک کر کے دین اسلام قبول کرنے پر خود بخود آمادہ ہو جاتے۔ اس سلسلہ متبرکہ کے اولیائے متقدمین اور متاخرین کی دینی اور ملی خدمات کا احاطہ کرنا ایسے ہی ہے جیسے سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ اولیائے متقدمین میں سلسلہ چشتیہ کے سرخیل اور برصغیر پاک وہند کے امام وپیشواء سلطان الہند غریب نواز خواجہ خواجگان تسکین جہاں خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی اشاعت دین کے لیے خدمات جلیلہ مثل انبیاء ہیں اور اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ اس کفرستان میں جہاں زمانہ قدیم سے جادوگر اور راجے اور مہاراجے ہی طاقت کی علامت تھے۔ ہر طرف ظلم اور فسق وفجور کا دور دورہ تھا اور طاقت کی ان علامتوں کے ہاتھوں نہ کسی کی عزت وآبرو محفوظ تھی اور نہ جان ومال۔

جب حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ بحکم سید الانبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف لائے تو آپ نے قیام کے لیے اجمیر کو منتخب فرمایا۔ یہ ایسی ریاست تھی جہاں کا حکمران پرتھوی راج طاقت کے نشے میں بدمست تھا اور اجمیر کی ریاست نامور جادوگروں کا مرکز تھی اور اجمیر ہندوستان کی راجدھانی تھا پھر وہی ہوا جو بیگانوں میں دعوت حق دینے والوں کے ساتھ ہوتا آیا ہے جب خواجہ بزرگ نے اپنے چند جاں نثاروں کے ساتھ مسند ارشاد بچھائی تو کفر کی تمام قوتیں مل کر مقابل آئیں۔ آپ کے زبردست روحانی تصرف نے ان باطل قوتوں کو زیروزبر کر دیا اور ان کا غرور خاک آلودہ ہو گیا۔ آپ کی کرامات اور ولایت نامدار نے ان ظالم جادوگروں اور مغرور حکمرانوں کو بے بسی کی علامتیں بنا دیا اور یہ غرور وتکبر کے پتلے حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی نور اللہ مرقدہ کے قدموں کی خاک بن گئے۔ مظلوم

اور محکوم لوگ آپ کے در اقدس کی طرف دیوانہ وار حاضر ہونے لگے کہ ظلم وستم سہنے والوں کو مسیحا مل گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے شاہ و گدا سب آپ کے زیر نگیں ہوئے۔ آپ کے تقریباً پنتالیس سالہ قیام اجمیر سے ہندوستان کی کایا پلٹ گئی اور کم وبیش نوے لاکھ غیر مسلم آپ کے دست حق پرست پر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

آپ کی ولایت نامدار کی برکات آج بھی روز اول کی طرح فیض چشتیہ سے خلق خدا کو سیراب کر رہی ہیں۔ آپ کا روضہ پُرانوار آج بھی بغیر کسی امتیاز کے مسلم اور غیر مسلموں کے لیے فیض رسانی کا مرکز ہے۔ اجمیر شریف خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ کی دین اسلام کے لیے بے پایاں خدمات اور روحانی فیوض و برکات کی علامت کے طور پر سارے جہاں میں جانا جاتا ہے۔ آپ کے قدموں کی برکت سے آج اجمیر شریف میں آپ کا مزار اقدس سارے سلاسل طریقت کے لیے قبلہ گاہ ہے اور تمام سلاسل کے عشاق اپنی جبین نیاز خم کرتے نظر آتے ہیں۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلفاء اور مریدین نے اس سلسلہ فیض کو مزید جلا بخشی اور کبھی نہ ختم ہونے والا خدمت دین اور خدمت خلق خدا کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔

آپ کے بعد آپ کے محبوب خلیفہ اور جانشین قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ نے جب مسند ارشاد کو رونق بخشی تو عام و خاص اور شاہان وقت آپ کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوتے۔ آپ کی خانقاہ میں ادنیٰ و اعلیٰ سب برابر تھے۔ اس چشمہ رشد و ہدایت سے لاکھوں لوگوں نے ہدایت پائی۔ آپ کی نگاہ کیمیا اثر جس طرف اٹھ جاتی دلوں کی دنیا روشن ہو جاتی۔ آپ ولایت کبریٰ پر فائض تھے اور اپنے شیخ کے عین نقش پاء پر تھے۔ آپ کے روحانی کمالات اور دینی خدمات بے مثال ہیں۔ آپ کے تمام خلفاء رحمۃ اللہ اور مریدین کو مرتبہ ولایت عطا ہوا۔ ہندوستان کا بادشاہ سلطان شمس الدین التمش آپ کا مرید تھا اور ہفتے میں ایک بار آپ کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوتا۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ کا مزار مبارک مہرولی شریف دہلی میں مرجع خلائق ہے۔ حالت سماع میں آپ واصل حق ہوئے، عشق الٰہی کا آپ پر غلبہ رہتا، آپ کو شہید المحبت بھی کہتے ہیں۔ آپ کے بعد آپ کے تربیت یافتہ مرید اور عزیز

ترین خلیفہ و جانشین حضرت شیخ الاشیوخ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ مسند ارشاد پر متمکن ہوئے۔ آپ کے زہد اور تقویٰ ریاضت و عبادت اور استقامت کا چرچا سارے ہندوستان میں تھا۔ آپ کے وجود مسعود کی برکت سے نا صرف خلق خدا فیضیاب ہوئی بلکہ خانوادہ درویشاں بھی منور ہوا۔

آپ کے تقویٰ اور شان بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ روزانہ بے حساب فتوح آتیں جو شام ہونے سے پہلے ضرورت مندوں میں تقسیم کر دی جاتیں اور کل کے لیے کچھ بھی بچا کر نہ رکھا جاتا۔ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کے اخلاق کریمانہ اور اندازِ حکیمانہ کی بدولت درماندہ و پسماندہ لوگوں کے قلوب راحت پاتے۔ آپ مشائخ میں قطب بحر و بَر ہیں۔

زمانے کے مشائخ عظام اور صوفیائے کرام نے آپ کو زہد الانبیاء کے لقب سے ملقب فرمایا ہے۔ آپ کے بعد آپ کے خلفائے نامدار سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی اور مخدوم زمانہ سیدنا علاؤالدین علی احمد صابر رحمہم اللہ سے ایک جہان فیضیاب ہوا پھر ان کے خلفاء خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی اور خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی رحمہم اللہ سے سلسلہ نظامیہ اور صابریہ کا اجرا ہوا۔ یہ حضرت گنجِ شکر رحمۃ اللہ علیہ کا ہی فیض ہے جو قیامت تک جاری رہے گا۔ ان متقدمین مشائخ چشت اہل بہشت نے برصغیر میں دین اسلام کی شمع کو روشن کیا اور مشائخ متاخرین نے اسے بام عروج تک پہنچا دیا۔ ان جلیل القدر ہستیوں کی دینی اور ملی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ ان میں حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز، مخدوم جہانیاں جہاں گشت، شاہ عبدلقدوس گنگوہی، خواجہ محمود راجن، حضرت یحییٰ مدنی، شاہ کلیم اللہ دہلوی، شاہ نظام الدین اورنگ آبادی، شاہ فخر الدین فخر جہاں دہلوی، شاہ نیاز بریلوی خواجہ نور محمد مہاروی، حافظ جمال اللہ ملتانی، خواجہ محمد عاقل، شاہ سلیمان تونسوی، خواجہ شمس الدین سیالوی، خواجہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی، میاں علی محمد خان، صاحب بسی شریف رحہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور دیگر سینکڑوں مشائخ چشت کی گراں قدر خدمات سے کون واقف نہیں۔

ان مردان حق کی مبارک زندگیاں دین اسلام کی ترویج و اشاعت سے عبارت ہیں اور یہ نہ ختم ہونے والا سلسلہ فیض خلقِ خدا کے لیے جاری و ساری رہے گا اور یہ متبرک

نام آسمان ولایت پر جگمگاتے رہیں گے۔

اگر میں یہ کہوں کہ یہ سلسلہ فیض سلطان الہند کے بعد میرے جداعلیٰ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنجِ شکر رحمۃ اللہ کا روشن کیا ہوا چراغ ہے جس کی روشنی چہار دانگ عالم میں پھیلی ہوئی ہے تو بے جا نہ ہوگا اور ہر زمانے کے لوگ اس سے راہنمائی حاصل کرتے رہیں گے۔ میں اپنی اس تحریر کو طوالت نہیں دینا چاہتا کیونکہ اس کتاب آئینہ معرفت جو کہ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنجِ شکر رحمۃ اللہ کے احوال اور ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ اس میں بڑی مفید معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ حضرت اقدس کے جید خلفاء اور اولاد امجاد کے بارے میں بھی قارئین کے لیے تحقیقی مواد موجود ہے۔ مصنف کتاب ہذا نے بڑی تحقیق اور لگن کے ساتھ یہ خدمت سرانجام دی ہے یوں تو میرے جداعلیٰ پر سینکڑوں کتب لکھی جا چکی ہیں اور تمام لکھنے والوں نے بہتر سے بہتر تحقیق کے ساتھ لکھا ہے۔ میں بحیثیت اولاد حضرت گنجِ شکر اور ولی عہد سجادہ نشین درگاہ عالیہ احمد مسعود چشتی فریدی تمام لکھنے والوں کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے کیونکہ آج انہی تعلیمات کی اشد ضرورت ہے۔

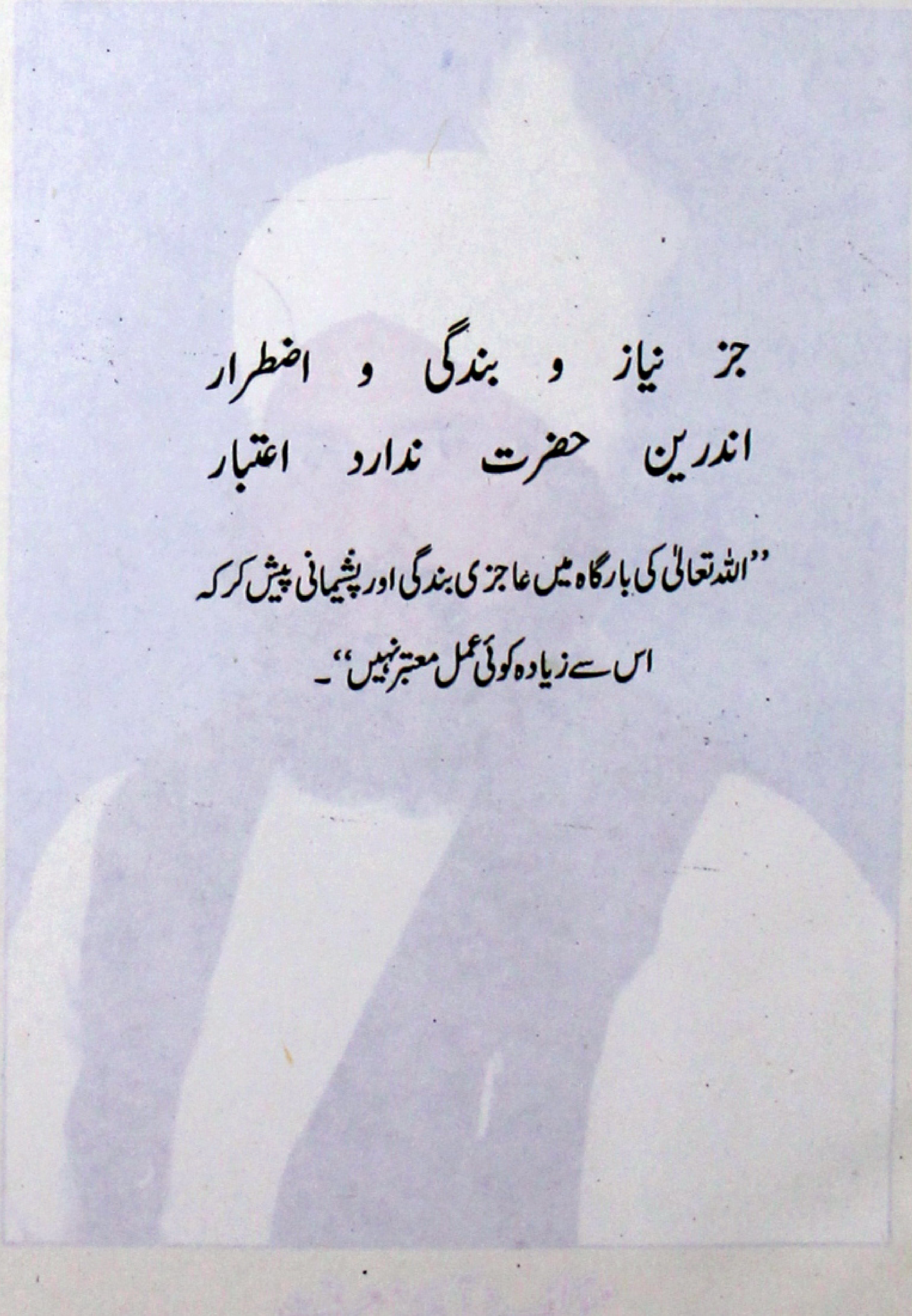
بالخصوص اس کتاب آئینہ معرفت کے مصنف کی خدمات کو سراہتا ہوں۔ یہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ کے سچے غلام ہیں۔ بڑے بے لوث اور بے غرض درویش ہیں۔ ان سے ہمارا دیرینہ تعلق ہے۔ میں نے ان کو بڑا مخلص پایا ہے۔ انہوں نے یہ خدمت نہ تو نمود وستائش کے لیے کی ہے اور نہ کسی دنیاوی منفعت کے لیے بلکہ محض حضرت گنجِ شکر سے قلبی لگاؤ اور نیاز مندی کے اظہار کے لیے کی ہے اور خلق خدا کو بزرگان دین کی روشن تعلیمات سے بہرہ ور کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو واقعی قابل داد اور لائق تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور حضرت گنجِ شکر کے خزانہ فیض سے استقامت عطا فرمائے۔

میرے جدِ اعلیٰ کا مزار مبارک منبع فیوض و برکات ہے۔ دنیا کے گوشے گوشے سے عقیدت منداور غلام حاضر ہوتے ہیں اور فریدی فیض سے اپنے دامن مرادوں سے بھرتے ہیں۔

میں دعا گو ہوں پروردگار عالم تمام مریدین اور عقیدت مندوں کو حضرت اقدس کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور عظیم مملکت خداداد کو شر پسندوں کے شر سے اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرمائے اور عالم اسلام کو طاغوتی اور سامراجی قوتوں کے مقابل یکجا فرمائے۔ جس سے اسلام کا بول بالا ہو۔

آمین

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم



جز نیاز و بندگی و اضطرار
اندرین حضرت ندارد اعتبار

''اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی بندگی اور پشیمانی پیش کر کہ اس سے زیادہ کوئی عمل معتبر نہیں''۔

شنیدم کہ در روز اُمید و بیم ★ بداں رابہ نیکاں بہ بخشد کریم



مؤلف: آئینہ معرفت

مقدمہ مؤلف کتاب

ہر تعریف اس معبود حقیقی کو زیبا ہے۔ جو احد وصمد آپ ہی اپنی تعریف ہے۔ وہ یکتا بے مثل اور بے مثال ہے۔ وہی اول و آخر اور ظاہر و باطن ہے۔ وہی واجب الوجود ہے جب کچھ نہ تھا تو وہی تھا اور جب کچھ نہ ہوگا تو وہی ہوگا۔

یہ زبان اور قلم عاجز ہیں اس کی تعریف کے لیے۔ یہ ارض وسما صحرا و بیاباں یہ جنگل اور پہاڑ یہ سمندر وغار یہ نباتات و جمادات یہ سورج چاند ستارے اور یہ دن رات کی گردش اسی کی قدرت کاملہ کے مظاہر ہیں۔ جو اس کی وحدانیت کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں۔ اگر اس کا کوئی شریک ہوتا۔ تو ضرور نظام ہستی میں خلل واقع ہوتا۔ بس وہی لائق بندگی و پرستش ہے۔

سمجھا نہیں ہنوز میرا عشق بے ثبات
تُو کائنات حسن ہے یا حُسنِ کائنات

لامحدود درود وسلام ہادیٔ انس و جاں شفیع معظم نور مجسم رحمت دو عالم امام الانبیاء محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ پر اور آل اطہار پر کہ جن کی محبوبیت کا چراغ پروردگار عالم کی بارگاہ میں روشن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر پوری انسانیت پر احسان فرمایا۔ آپ ﷺ وجہ تخلیق کائنات اور خلاصۂ موجودات ہیں۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اور سلام ہو صالحین صدیقین اور عارفین یعنی اولیاء اللہ پر کہ یہ طائفہ عالیہ بزرگی اور شرف میں بعد از انبیاء علیہم السلام معزز ترین ہے۔ امیر المومنین منبع صدق ویقین خلیفۃ المسلمین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول خدا ﷺ نے فرمایا۔ بیشک میری امت میں کچھ مردان خدا ایسے بھی ہیں کہ نہ تو وہ انبیاء ہیں اور نہ شہدا لیکن انبیاء و شہدا قیامت کے دن ان پر رشک کریں گے اور ان کی قدر و منزلت پر حیران ہوں گے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کی ہے۔ حاضرین میں سے ایک نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ، ان کے اعمال کیا ہیں تا کہ ان کے اعمال کی پہچان سے ہم بھی ان سے محبت کریں۔ فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حسبۃ اللہ دوستی کی۔ یعنی اللہ کے لیے اور بغیر کسی رشتہ داری کے اور بغیر لین

دین کے۔ بخدا ان کے چہرے روشن ہیں اس لیے کہ وہ نور کے اعلیٰ مقامات پر ہیں۔ جب لوگ ڈریں گے تو وہ سوائے اللہ کے کسی سے نہ ڈریں گے اور نہ غمگین ہوں گے جب لوگ غمگین ہوں گے۔

آ گاہ رہو اولیاء اللہ پر نہ خوف ہوتا ہے اور نہ وہ غم کھاتے ہیں۔ وہ اندھیروں میں مثل چراغ ہیں اور وہ رشد و ہدایت کا منبع ہیں۔ وہ اس لحاظ سے مخصوص ہیں کہ وہ اخلاص کے ساتھ نیک اعمال رکھتے ہیں۔ بناوٹ اور ریا کاری کا شائبہ تک ان میں نہیں ہوتا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت ایسے لوگوں کے گروہ سے خالی نہ ہوگی جو نیکی پر قائم ہوں گے اور یہ کہ میری امت کے چالیس آدمی سنت ابراہیمی پر ہوں گے۔

سند الواصلین حجۃ الکاملین مخدوم سیدنا علی بن عثمان ہجویری ثم لاہوریؒ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف لطیف **کشف المحجوب** میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ زمین کو بغیر حجت کے نہیں رکھتا اور اس امت کو بغیر ولی کے نہیں رکھتا اور اللہ تعالیٰ کے ایسے اولیاء اللہ بھی ہیں جن کو خاص مرتبۂ ولائت سے مخصوص کیا ہے۔ ذہنی الائشوں سے اور طبعی آفتوں سے انکو پاک کیا گیا ہے۔ وہ کبھی نفس کے تابع نہیں ہوتے یعنی نفس کی چالبازیوں سے ان کو خلاصی دے رکھی ہے اور وہ اللہ کے سوا کسی کی تابعداری نہیں کرتے اور نہ معبود حقیقی کے سوا کسی سے محبت کرتے ہیں۔

زمانہ گزشتہ میں بھی ایسے لوگ تھے اور اب بھی ہیں اور تا قیامت ہوتے رہیں گے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو تمام امتوں پر شرف عطا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ اس بات کا ضامن ہے کہ وہ شریعت محمدی ﷺ کا نگہبان ہے۔

جس طرح علماء کے پاس خبری بُرہان اور عقلی دلائل موجود ہیں اسی طرح اولیاء اللہ کے پاس باطنی اور غیبی دلائل موجود ہیں جو عقلی دلائل پر غالب اور آفرین ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ نے جہان کا والی مقرر کیا ہوا ہے۔ انہی نفوس قدسیہ کی برکت سے آسمان سے بارش برستی ہے اور ان کی صفائی احوال سے زمین سے نعمتیں اگتی ہیں اور انہی کی توجہ سے مسلمان کافروں پر فتح پاتے ہیں۔

اور ایسے چار ہزار لوگ تعداد میں ہیں جو کہ چھپے ہوئے ہیں، اور ایک دوسرے کو

نہیں جانتے اور اپنے حال کے جمال کی ان کو خبر نہیں اور تمام احوال میں اپنے آپ سے اور خلقت سے پوشیدہ ہیں۔

اس بارے میں بہت سی احادیث اور اولیاء اللہ کے اقوال جو حجت ہیں موجود ہیں۔

ان چار ہزار میں سے تین سو کے سپرد انتظام ہے اور یہ بارگاہ رب العزت کے سپاہی ہیں۔ انہیں اخیار بھی کہتے ہیں، اور پھر ان میں چالیس ابدال ہیں، سات ابرار، چار اوتاد، تین نقبا اور ایک غوث یا قطب علیٰ یہ سب آپس میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں، اور معاملات میں ایک دوسرے کے حکم کے مطابق کام کرتے ہیں۔

امام المحقیقین ہادیٔ اہل یقین شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ کہ سات ابدال ہیں، اللہ تعالیٰ نے زمین کی سات ولائتیں بنائی ہیں اور اپنے سات خاص بندے ان پر مقرر فرمائے ہیں اور ان کا نام ابدال رکھا ہے۔ فرماتے ہیں، میں نے ان ساتوں ابدال سے ملاقات کی ہے۔

سفینۃ الاولیاء میں شہزادہ محمد دارا شکوہ قادری لکھتے ہیں، خراسان کا ایک معزز ترین آدمی بیان کرتا ہے کہ میں نے حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کیا یہ حدیث پہنچی ہے۔

بَدلاء اُمتی اَربعُون اثناء عَشرفِی العِراق و عشرُون فِی الشَام یعنی میری امت کے چالیس ابدال ہیں۔ جن میں سے بارہ عراق میں اور اٹھائیس شام میں ہیں میں نے عرض کی اے شیخ یہ عراق اور شام میں ہی کیوں ہیں۔

شیخ نے فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تمام جہانوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے یعنی مشرق اور مغرب۔ عراق سے مراد حصہ مشرقی ہے اور شام سے مراد حصہ مغربی ہے۔

پس نصف حصہ مشرقی سے مراد عراق خراسان ہندوستان، ترکستان اور تمام مشرقی ممالک شامل ہیں اور نصف حصہ مغربی سے مراد شام، مصر وغیرہ یعنی مغرب کے تمام ممالک شامل ہیں۔

خواجہ محمد پارسا قدس اللہ سرہ نے فصل الخطاب میں اور دوسرے بہت سے مشائخ عظام رحمہم اللہ نے اس گروہ کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے۔

فرماتے ہیں، یہ رب ذُوالجلال کا شکر ہے کہ اس طائفہ عالیہ کی بزرگی اور مقامات

جو مجھ پر منکشف ہوئے ہیں، ان کے سبب سے میرے دل میں اس گروہ کی نسبت کوئی شک و شبہ نہیں اور نہ ہی کوئی ابہام ہے اور ان کی مجھے اچھی طرح واقفیت ہے۔ میں ان کے ظاہر و باطن کی خدمت کو دونوں جہانوں کے لیے نیک بختی خیال کرتا ہوں۔ اور مجھے معلوم ہو گیا کہ اس نورانی گروہ کے سوا سب گروہ مصیبت میں مبتلا ہیں اور ان کو اپنی مصیبت کی خبر تک نہیں جبکہ عام لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ اولیاء اللہ رنج اور مصیبت اٹھاتے ہیں۔ بخدا یہ سرا سر غلط ہے بلکہ ان کو ہر طرح کی راحت اور اطمینان حاصل ہے اور دنیا کی تمام لذتیں ان کی ایک لذت یعنی خوش وقتی کے برابر نہیں۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

جملہ عالم جرعہ خوش جام دل

ازمکاں تا لامکاں یک گام دل

یعنی سارا جہان دل کے خوبصورت پیالے کا ایک گھونٹ ہے۔ مکان سے لا مکان تک دل کے لیے صرف ایک قدم کا سفر ہے۔

خوش وقتی کیسی نعمت ہے

ایک شخص نے حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کو جنگل میں چوکڑی مارے فراغت میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ اس نے عرض کی۔ اے شیخ آپ جنگل میں کیوں بیٹھے ہیں۔ آپ نے بڑی بے نیازی سے فرمایا۔ جا چلا جا، اگر دنیا کے بادشاہوں کو معلوم ہو جائے کہ میں یہاں کس کیف و سرور میں بیٹھا ہوں تو وہ مارے حسد کے تلوار لے کر میرے سر پر آ جائیں اور تُو کیا جانے اللہ نے مجھے کیا نعمت عطا کی ہوئی ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ۔ جس گھڑی خوش وقت ہوتے یعنی حالت خاص میں ہوتے تو فرماتے کہاں ہیں یہ دنیا کے بادشاہ، اگر میں ان کو اپنے حال کی خبر دوں تو مارے حسد کے مجھ پر رشک کریں اور سلطنت چھوڑ دیں اور سارے کاموں سے بیزار ہو جائیں۔ منبع صدق و صفا شہزادہ محمد دارا شکوہ قادری فرماتے ہیں۔ وہ جنہوں نے اولیاء اللہ کی ریاضت کو مشقت کہا ہے۔ انہوں نے حقیقت کو سمجھا ہی نہیں اپنے محبوب کی خدمت کرنا بھلا مشقت کیونکر ہوا۔ اور سب سے افضل گروہ جہاں میں دو ہی ہیں، درویش یا بادشاہ۔ بہت

سے بادشاہوں نے سلطنت چھوڑ کر درویشی اختیار کی ہے۔ اور وہ لوگ جو توفیق الٰہی نہ ہونے سے اس گروہ میں شامل نہ ہوئے وہ آزردہ اور افسوس میں ہاتھ ملتے رہ گئے ہیں۔ یاد رہے کبھی کسی درویش نے درویشی چھوڑ کر بادشاہت اختیار نہیں کی، جنہوں نے درویشوں کو پالیا گویا انہوں نے خدا کو پالیا، اور جنہوں نے ان کا ادب کیا گویا خدا کا ادب کیا۔ امید ہے کہ تمام مرید بلکہ اہل جہان ان کی خدمت کو اپنے لیے سعادت جانیں گے۔

ذَالِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُوۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَاءُ وَ اللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ٥

نسبت شیخ کیوں ضروری ہے:

پھر فرماتے ہیں۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کے سوا کوئی بھی شخص ظاہر یا باطن میں بغیر وسیلہ کے بارگاہ رب العزت کی راہ نہیں پا سکتا، اور نہ خود نمائی کی گمراہی سے خلاصی پا سکتا ہے۔ حضرت نظام الدین اولیا فرماتے ہیں، مشائخ عظام کا قول ہے:

الشیخ فِی قَوۡمِہٖ کَالنَّبِی فِیۡ اُمَّۃِ٥

شیخ اپنے مریدوں میں ایسے ہوتا ہے جیسے امت میں نبی۔

جس طرح ظاہری علم کے حاصل کرنے کے لیے معلم کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح باطنی علم حاصل کرنے کے لیے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ باطنی علم دل سے دل میں داخل ہوتا ہے نہ کہ زبان و بیان اور کتب کے ذریعے۔

پس یہ تحقیق پختہ ہے کہ بغیر شیخ کے وسیلہ کے بارگاہ الٰہی میں پہنچنا ممکن ہی نہیں۔ اس لیے جستجو لازم ہے۔ طلب الٰہی میں سب سے پہلا کام یہی ہے اور بعض نادانوں کا جو یہ خیال ہے۔ کہ اس زمانہ میں کوئی ایسا ولی یا شیخ نہیں جو کسی کو مطلب تک پہنچا سکے۔ اور یہ کہ زمانہ گزشتہ میں ایسے مشائخ ہو گزرے ہیں، یہ بالکل غلط ہے۔ اگر غلط ہے تو ان کی طلب غلط ہے کیونکہ کوئی زمانہ یا وقت اس طائفہ عالیہ کے وجود سے خالی نہیں رہا اور نہ رہے گا۔ بعض پوشیدہ ہوتے ہیں اور بعض ظاہر۔ جب ان کی تلاش کی جائے تو ظاہر و باطن مل ہی جاتے ہیں۔

فقر کیا ہے:

حکایت الصالحین میں لکھا ہے۔ کہ ایک دن سرور کائنات آنحضرت ﷺ گھر پر تشریف فرما تھے۔ ایک سائل نے آ کر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ۔ میں ایک غریب اور مسکین عیال دار آدمی ہوں بھوک اور افلاس میں مبتلا ہوں۔ کچھ عطا فرمائیں۔

آنحضرت ﷺ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا دیکھو گھر میں کوئی چیز ہے۔ انہوں نے حجرہ مبارک میں تلاش کیا مگر کچھ نہ ملا، نہ کوئی خشک چیز اور نہ تر اور حقیقت حال عرض کر دی۔ آنحضرت ﷺ نے سائل سے فرمایا، اس وقت کچھ بھی میسر نہیں پھر آ جانا، کوئی چیز آ گئی تو دے دی جائے گی۔ سائل نے آہ بھری اور عرض کیا، میرے گھر کے لوگ آس لگائے بیٹھے ہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ خاندان جو دوسخا سے ناامید اور نامراد لوٹ جاؤں۔ آنحضرت ﷺ نے پھر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، پھر دیکھو شائد کوئی چیز مل جائے۔ انہوں نے دوسری بار تلاش کیا تو ایک دانہ خرمہ یعنی ایک کھجور مل گئی۔ انہوں نے لا کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔ آپ ﷺ نے وہ کھجور سائل کو عطا فرمائی۔

جب وہ گھر پہنچا تو اس کی بیوی نے پوچھا کاشانہ نبوی سے کیا لائے ہو۔ اس نے کہا اے میری عورت محمد ﷺ کا گھر تو ہمارے گھر سے بھی زیادہ خالی ہے۔ بس ایک کھجور ملی ہے ان کے گھر سے وہی لایا ہوں۔ یہ سن کر اس کی بیوی رونے لگی کیونکہ وہ بھوک سے نڈھال تھی۔ اس نے کھجور کا دانہ منہ میں رکھ لیا اللہ تعالیٰ نے اس کھجور کے دانے سے شہد جاری کر دیا۔ اس عورت نے خوب سیر ہو کر کھایا اور اپنے خاوند سے کہنے لگی۔ اس دانہ کھجور سے شہد جاری ہو گیا ہے۔ پھر اس کے خاوند نے منہ میں رکھا تو اس نے بھی پیٹ بھر کر کھایا اور دونوں میاں بیوی بڑے حیران ہوئے۔ پھر خیال آیا کہ یہ کرشمہ تو آقا کریم ﷺ کا ہے جنہوں نے یہ کھجور عطا کی۔

پھر دوسرے دن اس عورت کے خاوند نے کہا وہ دانہ کھجور تو لاؤ مجھے بھوک لگی ہے۔ جب وہ عورت دانہ لائی تو یہ دیکھ کر حیران ہو گئی کہ وہ گوہر نایاب بن چکا تھا۔ وہ شخص اسے بازار لے گیا تو گوہر شناس نے اسے بھاری رقم کے عوض خرید لیا اور ان میاں بیوی کے

دن بدل گئے اور پھر ہمیشہ کے لیے خوشحالی ان کے گھر آ گئی۔

یہ ہے آپ علیہ السلام کا شانِ فقر۔ جسے آقا کریم علیہ السلام نے پسند فرمایا ہے۔

الفقر فخری:

تمام سلاسل کے مشائخ عظام اور صوفیائے کرام صراط مستقیم پر ہوتے ہیں اور وہ اپنے مشائخ کے طریق پر ہوتے ہیں۔ اگر چہ ظاہری طور پر اپنے معاملات میں آئمہ میں سے کسی کی پیروی کرتے ہیں لیکن عبادت اور طریقت کے تمام معاملات میں اپنے مشائخ عظام کے نقش قدم پر چلتے ہیں اور ان کے مشرب کے خلاف ہرگز کسی کی اقتدا نہیں کرتے۔

حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ۔ جنہوں نے بادشاہی ٹھکرا کر فقیری اختیار کی وہ سلسلہ عالیہ چشتیہ بہشتیہ نظامیہ کے اکابر مشائخ میں سے ہیں۔

فرماتے ہیں، دنیا میں ہر شخص نے اپنی تحقیق کے مطابق کوئی نہ کوئی مذہب اختیار کر رکھا ہے لیکن اصحاب وجد وحال یعنی صوفیائے کرام اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ وہ وفور ذوق وشوق کی وجہ سے مذہب کے بجائے اپنے مشائخ کے مشرب پر کاربند ہوتے ہیں۔ آئمہ کی تقلید ترک کر کے اپنے مشائخ کا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ اسی طرح سلطان المشائخ خواجہ نظام الحق والشرع والدین محبوب الٰہی اور سلسلہ عالیہ چشتیہ بہشتیہ کے دیگر مشائخ اگر چہ امام اعظم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب پر تھے مگر طریقت میں اپنے مشائخ کے پیروکار تھے۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں گو کہ میں اسی مذہب حنفیہ پر ہوں مگر اپنے مشائخ عظام کے مشرب کے مطابق سماع سنتا ہوں۔ اگر چہ سماع کے بارے میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب احتیاط کا متقاضی ہے۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ مذہب سے مراد چاروں آئمہ کرام میں سے کسی کا مقلد ہونا ہے، نہ مذہب بمعنی اسلام ہے۔

کیونکہ تمام مشائخ عظام علوم ظاہری پر بھی دسترس رکھتے ہیں مگر باطنی علم ہر طرح کے کمالات سے مزین اور علم ظاہری پر غالب ہوتا ہے۔

وسیلہ شیخ اور بیعت کی حقیقت

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ کوئی بھی انسان بغیر راہنمائی کے نہ کچھ

سیکھ سکتا ہے اور نہ منزل مقصود تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ ہر انسان زندگی میں پستی اور بلندی سے دو چار رہتا ہے خواہ وہ حبِ دنیا ہو یا فکر آخرت۔ غرضیکہ زندگی کا کوئی معاملہ ایسا نہیں جو بغیر راہنمائی کے پایۂ تکمیل کو پہنچے۔ لہٰذا راہنما بموجب وسیلہ کے ہے اور بغیر وسیلہ کے نہ ابتدا ہے اور نہ انتہا۔

اللہ کریم فرماتا ہے:

یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللہ وابتغوا الیہِ الوَسِیلہ وَجَاھِدُوا فِی سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْن ۝ (سورۃ مائدہ آیۃ ۳۵)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

اس آیت کریمہ کی شرح میں شیخ الحدیث شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف قول الجمیل میں لکھا ہے کہ یہاں وسیلہ سے مراد نہ تو ایمان ہے۔ کیونکہ ایمانداروں سے پہلے ہی خطاب ہو رہا ہے یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا نہ اعمال صالحہ یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ۔ یہ بدنی عبادات ہیں کیونکہ یہ تقویٰ میں شامل ہیں۔ اسی طرح جہاد بھی مراد نہیں وہ بھی تقویٰ میں شامل ہے۔ پس یہاں وسیلہ سے مراد ارادت ہے یعنی بیعت اور مرشد طریقت مراد ہے۔

پھر ارشاد ربانی ہے:

یَبْتَغُونَ اِلٰی رَبِّھِمُ الْوَسِیلَہ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ الآخِر (پ۷ آیۃ ۵۷)

یعنی اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کر۔ کہ ان میں سے کون سا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور زیادہ قریب ہے۔ جس کا وسیلہ اختیار کریں۔

تفسیر موضح القرآن میں اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھا ہے۔ وہ آپ ہی اللہ تعالیٰ کا وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کے بہت قریب ہو اس کا وسیلہ پکڑیں۔

پھر بیعت کے بارے میں قرآن کریم میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللہ یَدُاللہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِم ۝ (آیۃ ۴۸، پ۱۰)

یعنی اے محبوب جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت آپ سے نہیں

بلکہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں اور آپ کا نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا ہی ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔

حضرت ابوبکر واسطی رحمۃ اللہ الغفران فرماتے ہیں۔ بیعت در حقیقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقصود ہے اور درمیان میں واسطہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فقط حصول برکت ہے۔ یعنی جس شخص نے نبی اکرم ﷺ سے بیعت کی اس نے در حقیقت اللہ تعالیٰ جل شانہ سے بیعت کی، کیونکہ بیعت رسول ہی بیعت الٰہی ہے اور وہ بمنزلہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ مبارک کے لیے ہے۔ بعض مفسرین نے اس آیت مبارکہ وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ کی شرح میں لکھا ہے کہ بس اس کا اتباع کرو جس نے میری طرف رجوع کیا ہو اور مقام قرب میں پہنچا ہوا ہو۔ اس سے مراد بھی بیعت ہے۔ رب کریم جس کو ہدایت سے سرفراز کرنا چاہتا ہے اسے کوئی سچا راہنما مل جاتا ہے۔ بے شک سچے مرشد اولیاء اللہ ہی ہو سکتے ہیں۔ پس جس کو شیخ کامل مل جائے تو اس کے ہاتھ کو خدا کا ہاتھ سمجھے اور بیعت کر کے کمر ہمت باندھے شیخ کی فرمانبرداری میں سر مو فرق نہ کرے۔ بفضل تعالیٰ حق شناس ہوگا۔

حدیث شریف ہے:

مَنْ مَاتَ وَلِيسَ فِی عَنقُه بِعبةٌ مَاتَ مِيَةَ الجَاهِلیهo

یعنی جس نے شیخ کا نشان گلے میں نہ پہنا اور مر گیا اس کی موت جہالت پر ہوئی

حدیث ترمذی و مسلم شریف ہے۔

مَنَ لَاشیخ لہ" وشِیخ" الشِیطانo

جس کا کوئی شیخ یعنی راہبر نہ ہو اس کا راہبر شیطان بن جاتا ہے۔ امام وہاب الدین شعرانی نے انوار قدسیہ میں شیخ طریقت کی پیروی کو واجب قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں انسان کی اندرونی نجاستوں کا دور ہونا ضروری ہے۔ پس ان کو دور کرنے کا طریق یہی ہے جس سے خواہشات نفسانی دور ہوں۔ کسی شیخ طریقت کی اتباع کے بغیر اور کوئی طریقہ نہیں۔ آدمی اگر خود بخود اپنی اصلاح کرنے لگے تو کوئی فائدہ حاصل نہیں کیونکہ شناسا ہی آشنائی عطا کرتا ہے۔ منازل سلوک طے کرنے کے لیے صحبت شیخ از حد ضروری ہے۔ حضور محبوب سبحانی قطب ربانی پیران پیر دستگیر شیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ عنہ نے اپنی تصنیفِ

حنیف غنیۃ الطالبین میں فرمایا ہے کہ شروع سے اللہ تعالیٰ نے روحانی تربیت کا سلسلہ اسی طرح جاری کیا ہے کہ ایک فیض دیتا ہے، دوسرا حاصل کرتا ہے۔ جیسے انبیاء علیہم السلام اوران کے جانشین پھران کے تربیت یافتہ وعلیٰ ھذٰ القیاس، یہ سلسلہ قیامت تک اسی طرح جاری رہے گا۔ اور بہ ارشاد الٰہی یہ ناممکن ہے کہ خداوند عالم کسی شخص کو بغیر تربیت کے مقامات عالیہ تک ترقی دے اور نہ ہی اس کی کوئی دلیل قائم ہوسکتی ہے۔ شیخ کی تربیت کے بغیر کوئی شخص منازل سلوک طے نہیں کرسکتا اور یہ کہ شیخ کی خدمت ہی وصول الیٰ اللہ کا باعث ہے اسی ضمن میں حافظ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ شارح بخاری شریف بڑے شد و مد سے لکھتے ہیں۔ طالب مولا کو چاہیے کہ وہ کسی شیخ طریقت عارف کامل کا دامن پکڑے، اسے اپنا راہبر مقرر کر لے اور اہل تعصب کی باتوں کو ہرگز نہ سنے۔ اور شیخ طریقت احکام شریعت سے واقف ہو۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

کیمیا پیدا کن از مشت گلے
بوسہ زن بر آستانے کاملے

یعنی اگر اپنی ذات میں کیمیا پیدا کرنا چاہتا ہے تو کسی شیخ کامل کے آستانے کو بوسہ دے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

علم باطن، ہمچو مسکہ علم ظاہر شیر
کہ شود بے شیر مسکہ شود بے پیر پیر

یعنی علم باطن مکھن کی طرح ہے اور علم ظاہر دودھ کی مانند۔ جس طرح دودھ کے بغیر مکھن تیار نہیں ہوسکتا اسی طرح پیر کامل کے بغیر بزرگی نہیں ملتی۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ اکثر امام العاشقین حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوتے۔ امام صاحب کے شاگردوں کو بڑا تعجب ہوتا۔ آخر ایک دن شاگردوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ تو خود حدیث وفقہ اور اجتہاد میں بے مثال ہیں۔ پھر آپ ایک شوریدہ حال کی مجلس میں آئے دن کیوں جاتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ نے فرمایا۔ بے شک میں تمام علوم میں بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھا ہوا ہوں مگر وہ شوریدہ حال اللہ تعالیٰ کو مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ اس کا

علم معرفت الٰہی مجھ سے کہیں بڑھا ہوا ہے۔ بس جس طرح اندھے کے لیے لاٹھی ضروری ہے اسی طرح طالب کے لیے کسی شیخ طریقت کی صحبت ضروری ہے، ورنہ نہ تو صرف علم کام آسکتا ہے اور نہ خالی عقل پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔

بادہء قیوم مولانا روم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

یعنی مولوی جلال الدین کبھی مولائے روم نہ بنتا اگر شمس تبریز کی غلامی اختیار نہ کرتا۔

پھر فرماتے ہیں:

کس از نزد خود چیزے نشد
ہیچ آہن خنجرے تیزے نشد

یعنی کوئی بھی شخص از خود کچھ نہیں بن سکتا جس طرح لوہا خود بخود تیز خنجر نہیں بن سکتا

اور پھر فرماتے ہیں:

نا مراداں را ساند با مراد
اعتقاد است اعتقاد است اعتقاد

نامراد نفوس قدسیہ کی توجہ سے بامراد ہوتے ہیں اور یہ سارا معاملہ اعتقاد کا ہے۔

بس اعتقاد پختہ کرا عتقاد۔

پس شیخ کی نسبت اور صحبت از حد ضروری ہے اور بغیر نسبت شیخ کے انسان اندھا ہے۔ بغیر محبت شیخ کے خداشناسی ممکن ہی نہیں۔ بغیر راہبر کے ہر راستہ نامکمل ہے چہ جائیکہ دنیاوی کامیابیاں کتنی ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن یہ سب عارضی ہیں حقیقی کامیابی حق شناس ہونے میں ہے اور یہ نعمت کسی مرد کامل کی توجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ مولانا روم پھر اسی ضمن میں فرماتے ہیں:

قال رہگذار مرد حال شو
پیش مرد کاملے پامال شو

یعنی قیل وقال کو چھوڑ اور صاحب حال بن۔ اسکے لیے کسی مرد کامل کے پاؤں کی

خاک بن، شکوہ وشکایت چھوڑ اور اپنے حال کی مستی سے لطف اندوز ہو اور یہ صاحب حال جنہیں اہل یقین بھی کہا جاتا ہے پاکیزہ باطن ہوتے ہیں۔ بس اعلیٰ اخلاق اور بلندئ کردار ہی سارا علم تصوف ہے۔ اور یہ حدیث قدسی تخلقوا باخلاق اللہ۔ تصوف کی عملی تفسیر ہے۔ علم تصوف اولیاء اللہ کی میراث ہے اور یہ علم محبت اخوت اور ادب کا بیش بہا خزانہ ہے۔ جو علم تصوف کے رموز سے محروم رہا وہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی بے ثمر پودا ہوتا ہے۔

اور ضرورت شیخ اس لیے لازم ہے کہ کوئی انسان از خود کامل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی معرفت الٰہی حاصل کر سکتا ہے۔ کسی انسان کا نیک اور شریف النفس ہونا اور بات ہے لیکن رازِ حق کا جاننا اور بات ہے۔ واصلان حق کی محبت اور تربیت کے بغیر کوئی بھی شخص معرفت اور حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتا۔

مقربان الٰہی بذات خود سربستہ راز ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو زبردست روحانی قوتوں سے مالا مال کیا ہوتا ہے یہ عالی ظرف نفوس اہل زمین کے لیے سرمایہ ہوتے ہیں ان سے قرب رکھنے والا اور ان کا حد درجہ ادب کرنے والا ہی آخر سربستہ راز سے آشنا ہوتا ہے۔

شیخ جب کسی مرید کو مراد بناتا ہے تو اس کا ظاہر اور باطن ایک نظر سے پاک کر دیتا ہے۔ اس کی خلوت اور جلوت کا ایک ہی رنگ ہوتا ہے۔ وہ حب دنیا اور طلب جاہ سے بیگانہ ہو جاتا ہے اور ذات والا صفات کا مظہر بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اسے توبہ کے دروازہ پر پہنچا دیتا ہے۔ جب کسی بندے کو اپنا قرب عطا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے اپنے کسی مقرب بندے کی راہ دکھاتا ہے اور اسے اس کی صحبت اور معیت عطا فرماتا ہے۔ تاکہ بندہ اپنے رب سے تعلق کے رموز واسرار سے واقف ہو سکے۔

سچی توبہ توفیق الٰہی سے ہے اور توبہ کے دروازہ سے گزر کر ہدایت کا دروازہ کھلتا ہے۔ یعنی نسبت شیخ طریقت۔ صحبت شیخ سے ہدایت کامل ہوتی ہے۔ ضمناً یہاں کچھ ایسے مقربان الٰہی کا ذکر خیر کیا جاتا ہے جو قبل از توبہ کیا معمولات رکھتے تھے اور بعد از توبہ مشائخ کی صحبت اور نسبت کی برکات سے کیسے مراتب پر فائز ہوئے۔

حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ

ابتدائی دور میں آپ ایک امیر آدمی تھے اور اہل بصرہ کو سود پر قرض دیا کرتے تھے اور جب مقروض پر تقاضا کرنے جاتے تو بغیر سود یا قرض لیے واپس نہ آتے۔ اگر مقروض مجبوری کے تحت قرض ادا نہ کرسکتا تو اپنے وقت کے ضائع ہونے کا حرجانہ بھی مقروض پر ڈالتے۔

ایک دن کسی مقروض کے گھر گئے تو وہ گھر پر موجود نہ تھا۔ اس کی بیوی نے کہا کہ میرا شوہر گھر پر نہیں اور تمہیں سود ادا کرنے کے لیے کوئی چیز بھی نہیں۔ البتہ ایک بھیڑ ذبح کی تھی جس کا گوشت تو ختم ہو چکا ہے البتہ سری باقی ہے اگر تم چاہو تو لے جاسکتے ہو۔ چنانچہ اس سے سری لے کر گھر پہنچے اور بیوی سے کہا یہ سری سود میں ملی ہے اس کو پکالو۔ بیوی نے کہا گھر میں نہ لکڑیاں ہیں اور نہ ہی آٹا۔ بھلا کھانا کس طرح تیار ہوگا۔ آپ نے کہا اچھا یہ دونوں چیزیں بھی مقروض لوگوں سے سود کے عوض لاتا ہوں اور سود سے یہ دونوں چیزیں لائے۔

جب کھانا تیار ہو چکا۔ تو ایک سائل نے آ کر سوال کیا، آپ نے کہا تیرے کو دینے کے لیے ہمارے پاس کچھ نہیں۔ اگر تجھے کچھ دے بھی دیں گے تو کونسا تو دولت مند ہو جائے گا لیکن ہم مفلس ہو جائیں گے۔

سائل جب مایوس ہو کر واپس چلا گیا تو بیوی سے کہا کھانا لاؤ۔ بیوی نے جب ہنڈیا سے سالن نکالنا چاہا تو دیکھا کہ ہنڈیا خون سے بھری ہوئی تھی۔ بیوی نے آواز دی اور کہا دیکھو یہ تمہاری کنجوسی اور بدبختی کی وجہ سے کیا ہو گیا ہے۔ آپ نے یہ دیکھا تو ایسی عبرت حاصل ہوئی کہ بیوی کو گواہ بنا کر کہا آج سے میں توبہ کرتا ہوں اور ہر برا کام ترک کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر مقروض لوگوں سے اصل رقم لینے اور سود ختم کرنے کے لیے نکلے۔

راستہ میں لڑکے کھیل رہے تھے انہوں نے آپ کو آتا دیکھ کر آوازے کسنے شروع کر دیے۔ پرے ہٹ جاؤ حبیب سود خور آ رہا ہے کہیں اس کے قدموں کی دھول ہم پر نہ پڑ جائے اور ہم بھی کہیں اس جیسے بدبخت نہ بن جائیں۔ یہ سن کر بہت رنجیدہ ہوئے اور حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے در دولت پر حاضر ہوئے۔ خواجہ صاحب نے ایسی نصیحت فرمائی کہ بے چین ہو کر دوبارہ توبہ کی۔ جب واپس جا رہے تھے تو ایک مقروض نے آپ کو دیکھ کر

دوڑ لگا دی کہ حبیب کہیں سود کا تقاضا نہ کردیں۔ آپ بھی اس مقروض کے پیچھے بھاگنے لگے اور فرمایا کہ اب تم مجھ سے نہ بھاگو کہ میں نے سود کے کاروبار سے توبہ کرلی ہے۔ پھر جب آگے بڑھے تو انہی لڑکوں نے کہنا شروع کردیا کہ راستہ دے دو اب حبیب تائب ہو کر آرہا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے پیروں کی گرد اس پر پڑ جائے اور ہمارا نام گنہگاروں میں آ جائے، آپ نے لڑکوں کا قول سن کر اللہ تعالیٰ سے عرض کی۔ تیری قدرت بھی عجب ہے۔ آج ہی میں نے توبہ کی اور آج ہی تو نے میری نیک نامی کا اعلان کروا دیا ہے۔

اس کے بعد آپ نے منادی کروادی کہ جو شخص میرا مقروض ہے وہ تحریر دکھا کر اپنا مال واپس لے جائے۔ اس کے علاوہ تمام مال و دولت راہ مولا میں لٹا دیا۔ ایک سائل آیا تو اس کو دینے کے لیے کچھ نہ تھا۔ اپنی بیوی کو کہا اس کو اپنی چادر ہی دے دو۔

پھر آپ ایسی عبادت اور ریاضت میں مشغول ہوئے کہ تمام عمر کبھی بغیر وضو نہ رہے۔ یہ ساری برکات حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے دامن سے وابستہ ہونے کی تھیں۔

پھر ایک ایسا وقت بھی آیا جب حجاج بن یوسف نے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ کو گرفتار کرنے کے لیے اپنے فوجی بھیجے، تو خواجہ صاحب نے حبیب عجمی رحمۃ اللہ کے گھر کا رخ کیا اور وہاں جا کر عبادت میں مشغول ہوئے۔ حجاج کے فوجیوں نے آپ کو حبیب عجمی رحمۃ اللہ کے گھر داخل ہوتے دیکھ لیا۔ وہ بھی گھر میں داخل ہو گئے اور کہا کہ خواجہ حسنؒ کو ہمارے حوالے کر دو۔ حبیب عجمی رحمۃ اللہ نے کہا اگر خواجہ میرے گھر میں ہیں تو تلاش کرلو۔ فوجیوں نے سارے گھر کی تلاشی لی، مگر خواجہ کہیں نظر نہ آئے۔ فوجی حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کو کوستے ہوئے چلے گئے۔ اب خواجہ حسن بصریؒ غصے میں مخاطب ہوئے اور کہا اے حبیبؒ تو کیسا میرا رفیق ہے کہ آج تو نے مجھے گرفتار کروانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ پھر فرمایا اے حبیبؒ تو نے آخر ایسا کون سا عمل کیا کہ فوجی جو میرے سامنے تھے مگر مجھے نہ دیکھ سکے۔

حبیب عجمی رحمۃ اللہ نے عرض کی، اے خواجہ! بس یہ اسی سچ کی برکت تھی جو مجھے آپ نے سکھایا۔ اور وہ سورۃ اخلاص جو میں نے پڑھ کر آپ پر دم کر دیا وہ بھی آپ ہی کا عطا کیا ہوا فیض تھا جو آپ کے اور حجاج کے فوجیوں کے درمیان دیوار بن گئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ کو قبولیت توبہ اور اتباع شیخ کے بعد کس قدر رفیع الشان مرتبہ عطا

فرمایا سبحان اللہ۔ آپ پر عشق الٰہی کا ایسا غلبہ تھا کہ بعض اوقات یہ بھی یاد نہ ہوتا کہ آج کونسا دن ہے۔

یہ ساری برکات سچی توبہ اور حضرت خواجہ حسن بصریؒ کی نسبت فیض اثر کا انعام تھا کیونکہ شیخ کامل جب کسی کے لیے دست نسبت دراز کرتا ہے تو پہلے توبہ کرواتا ہے پھر دامن نسبت سے وابستہ کرتا ہے۔

یا ولی حق کہ خوے حق گرفت
نور گشت و تابش مطلق گرفت

(مولانا رومؒ)

اللہ کے ولی صفات الٰہی سے متصف ہو جاتے ہیں۔ رب کے نور سے منور ہو کر نور علیٰ نور ہو جاتے ہیں۔

حضرت فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا شمار نہ صرف اہل تقویٰ اور اہل ورع میں ہوتا ہے بلکہ آپ مشائخین کے مقتدا اور راہ طریقت کے ہادی ولایت وہدایت کے مہر منور اور کرامت وریاضت میں اپنے دور کے شیخ کامل تھے۔ آپ کے ہم عصر آپ کو صادق ومقتداء تصور کرتے تھے۔

ابتدا میں آپ کا پیشہ ڈاکہ زنی تھا اور بہت مال اسباب رکھتے تھے اس کسب میں آپ کی بڑی شہرت تھی، علاقہ مرو سے لے کر باور کے مابین ان کا محاذ قزاقی تھا۔ لیکن طبیعت کی خوبی اس وقت بھی اتنی تھی کہ آپ کو جوانمرد اور رحم دل اور بلند ہمت کہا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ جس قافلہ میں عورتیں ہوتیں اسے لوٹنا برا جانتے تھے۔ اور قافلہ میں جس کے پاس زاد راہ کم ہوتا تو مالدار سے لوٹ کر اس غریب کو کچھ حصہ دے دیتے اور مالدار کو بھی اتنا دے دیتے کہ سفر میں مالی پریشانی سے محفوظ رہے۔

ایک سوداگر مرو سے روانہ ہوا تو لوگوں نے اسے کہا کہ راستہ میں فضیل قزاق ہے اس کے لیے بھی اپنا بندوبست کرتے جاؤ۔ سوداگر نے کہا میں نے اس کی راہزنی کے ساتھ یہ بھی سنا ہے کہ وہ خداترس آدمی ہے اس لیے کسی خاص انتظام کی ضرورت نہیں۔ میں نے

ایک قاری صاحب کو ساتھ لے لیا ہے اور اس کا روزینہ مقرر کر دیا ہے۔ وہ اونٹ پر تلاوت کرتا جائے گا جب فضیل قزاق کی حدود میں داخل ہوگا۔ چنانچہ جب یہ اس جنگل میں پہنچے جہاں فضیل کی کمین گاہ تھی اور وہ گھات لگائے بیٹھے تھے۔ فضیل جب قریب پہنچے تو قاری کی زبان پر یہ آیۂ کریمہ تھی:

اَلَمۡ یَاۡنِ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُہُمۡ لِذِکۡرِ اللّٰہِ ۝

کیا ایمان والوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر اور یاد میں خشوع و خضوع حاصل کریں۔

یہ آیت کریمہ سنتے ہی فضیلؒ کے دل پر ایسا اثر ہوا جیسے کسی نے تیر مار دیا ہو آپ نے اظہار تاسف کرتے ہوئے اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہا کب تک یہ غارت گری کا کھیل کھیلتے رہو گے بس اب وقت آ گیا ہے کہ اللہ کے راستے پر چل پڑو۔ یہ کہہ کر زار و قطار روتے رہے اس کے بعد ایک صحرا کی طرف نکل گئے عبادت میں مشغول ہو گئے۔ ایک قافلہ جو گذر رہا تھا اس نے صحرا میں پڑاؤ ڈالا اور اہل قافلہ آپس میں گفتگو کر رہے تھے آگے جو منزل ہے وہاں فضیل ڈاکے مارتا ہے لہٰذا ہمیں راستہ تبدیل کر لینا چاہیے

آپ نے یہ سن کر فرمایا۔ کہ اے قافلے والو! بے خطر ہو جاؤ کہ فضیل اب ڈاکے نہیں مارتا بلکہ اس نے توبہ کر لی ہے اور تمام مال اسباب جو لوٹا تھا وہ ان لوگوں کو واپس کر دیا ہے اور جن کو اذیتیں پہنچی تھیں ان سے معافی مانگ لی ہے۔

لیکن ایک یہودی نے معافی کے لیے شرط رکھی کہ وہ سامنے والی پہاڑی کو ہٹا دو تو معاف کروں گا۔ چنانچہ اس پہاڑی کی مٹی ہٹانا شروع ہوا تو ایک دن ایسی آندھی آئی کہ وہ پہاڑی اپنی جگہ سے ختم ہو گئی یہ دیکھ کر یہودی کے دل سے کدورت ختم ہو گئی۔ پھر اس نے آزمائش کے طور پر ایک تھیلی جو اس کے تکیہ کے نیچے پڑی تھی اس نے حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ یہ تھیلی اپنے ہاتھوں سے مجھے پکڑا دو۔ آپ نے وہ تھیلی اس کو دے دی، اس یہودی نے جب دیکھا کہ اس تھیلی میں مٹی تھی جو سونا بن گئی ہے۔ تب اس نے کہا کہ میں نے تورات میں پڑھا ہے اگر صدق دل سے توبہ کرنے والا خاک کو بھی ہاتھ لگا دے تو وہ سونا بن جاتی ہے، بس یہ تھیلی جس میں میں نے مٹی ڈال رکھی تھی تیری توبہ کی قبولیت کا امتحان تھا اور تو

اس میں پورا اترا۔ اب پہلے مجھے مسلمان کر کہ میرا یقین پختہ ہو گیا ہے کہ تیرا دین سچا ہے۔

آپ بیت اللہ شریف کی طرف روانہ ہوئے اور مجاور بن گئے۔

امام اعظم امام ابوحنیفہ کی صحبت اختیار کی اور علم و فضل میں یکتا ہوئے۔ حضرت عبدالواحد بن زید سے خرقہ خلافت پایا۔ مکہ معظمہ میں لوگ آپ کے گرداگرد بیٹھے رہتے اور آپ کی واعظ و نصیحت کو غور سے سنتے اور فیض یاب ہوتے۔ خلیفہ ہارون الرشید آپ کا بڑا معتقد تھا اور دل و جان سے آپ کے ساتھ عقیدت رکھتا تھا۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے بادشاہی ٹھکرا کر فقیری اختیار کی۔ حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ ہی کے فیض یافتہ تھے۔

ہیں کہ اسرافیل وقت اند اولیاء
مردہ رازیشاں حیات است و نما

(مولانا روم)

یاد رکھو کہ اولیاء اللہ اپنے وقت کے اسرافیل ہیں۔ مردہ لوگوں کو ان سے زندگی اور نمود ملتی ہے۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سریر معرفت تاج اہل معاملت مجاہدات اور ریاضات میں بڑی بلند شان رکھتے تھے، اعمال و اخلاص میں حظ تام رکھتے تھے۔ حضرت فضیل ابن عیاض کے صحبت یافتہ افراد میں خاص مقام رکھتے تھے اور اپنے ماموں حضرت علی بن حشرم رحمۃ اللہ علیہ سے مرید تھے۔

آپ کی توبہ کا واقع یوں ہے کہ ایک مرتبہ شراب خانہ سے نشے کی حالت میں باہر نکلے اور بازار میں جھومتے ہوئے جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک کاغذ کے ٹکڑے پر نظر پڑی جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا تھا۔ اس کاغذ کے ٹکڑے کو اٹھا کر بڑی تعظیم کی، عطر سے معطر کر کے کسی بلند مقام پر رکھ دیا بعض روایات میں ہے کہ اپنی پگڑی میں رکھ لیا۔ اسی شب ایک درویش کامل کو منجانب اللہ حکم ہوا کہ بشر بن الحارث کو خوشخبری سنا دو کہ تم نے ہمارے نام کی تعظیم کی ہے، ہم بھی تمہیں پاکیزہ مراتب عطا کریں گے، اس درویش کو حیرانی ہوئی، بشر تو

فسق و فجور میں مبتلا رہتا ہے، الٰہی یہ کیسا پیغام ہے؟ جب وہ درویش آپ کے گھر پہنچے تو بشر بن الحارث نشہ میں بدمست پڑے ہوئے تھے۔

درویش نے پیغام بھیجا کہ تمہارے لیے خوشخبری لایا ہوں۔ جب باہر آئے تو پیغام الٰہی سنا تو ہمیشہ کے لیے توبہ اختیار کی، جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایسے بلند مراتب عطا کیے کہ آپ کا ذکر بھی قلوب کے لیے وجہ سکون بن گیا۔ حافی ؒ اس لیے کہلائے کہ جب توبہ کی تھی ننگے پاؤں تھے اور فرماتے کہ زمین اللہ کا فرش ہے اس لیے شاہی زمین پر جوتے پہن کر چلنا آداب کے منافی ہے۔

ایک مرتبہ میدان بنو اسرائیل میں حضرت بلال خواص ؒ کی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوگئی تو بلال خواص رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا، امام شافعی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ اوتاد میں سے ہیں۔ امام احمد بن حنبل ؒ کے بارے میں پوچھا تو فرمایا ان کا شمار صدیقین میں ہوتا ہے۔ پھر حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق پوچھا تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ تو منفرد زمانہ ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جیسے آئمہ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں حاضر ہوتے اور عرفان حق سے لبریز گفتگو سن کر عش عش کر اٹھتے۔ اور امام صاحب فرماتے کہ اے بشر مجھے اللہ کی باتیں سناؤ۔ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، ایک مرتبہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے بشر! تجھے علم ہے کہ تجھے تیرے دور کے تمام بزرگوں سے بلند مرتبہ کیوں عطا ہوا ہے۔ میں نے عرض کی کہ آقا میں نہیں جانتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جو تو تابع سنت رہ کر بزرگوں کی تعظیم کرتا ہے، مسلمانوں کو راہ حق دکھاتا ہے اور میرے اصحاب اور اہل بیت اطہار کو محبوب رکھتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے تجھے یہ بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے۔

انتقال کے بعد ایک مخلص کو آپ کی زیارت نصیب ہوئی تو اس نے پوچھا۔ اے بشر! اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت کر کے فرمایا کہ اے بشر! جب ہم نے تجھے دنیا سے اٹھایا تو اس وقت دنیا میں تجھ سے افضل کوئی نہ تھا۔ آپ اپنے ماموں علی بن حشرم رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے، آپ

کے اقوال گنجینۂ رحمت ہیں۔

فرماتے ہیں پانی جب تک رواں رہتا ہے تو صاف رہتا ہے، جب رک جاتا ہے تو کیچڑ بن جاتا ہے۔ فرمایا دوسروں کے عیب نہ اچھالو کہ اس سے برا کوئی عیب نہیں۔ فرمایا تنگدستی میں سخاوت کرنا مردوں کا کام ہے۔ خوف میں صداقت پر قائم رہنا صدیقین کی شان ہے۔ جو بندہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قلب کو صاف رکھے اسے صوفی کہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ

آپ علوم ظاہر اور باطن سے مرصع اور شریعت وطریقت سے آراستہ، علماء اور صوفیا آپ کے بلند مراتب کے پیش نظر بے حد احترام اور تعظیم کرتے تھے۔ عظیم ترین مشائخ آپ کی صحبت سے فیض پاتے۔

ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ اور فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ نے آپ کو آتے دیکھا تو سفیان ثوری رحمۃ اللہ نے کہا کہ مرد مشرق تشریف لا رہے ہیں۔ فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ نے فرمایا، مرد مشرق ومغرب تشریف لا رہے ہیں۔ اس سے آپ کے اعلیٰ مراتب کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ حضرت حمدون قصار رحمۃ اللہ کے مرید تھے اور انہی سے نعمت پائی۔ ابتدائی دور میں آپ ایک کنیز کی محبت میں گرفتار ہوئے اور بڑا عرصہ اس کی محبت میں اسیر رہے۔ ایک رات سخت سردی کا موسم تھا اس کے گھر کی دیوار کے سایہ میں محو گفتگو رہے۔ حتیٰ کہ فجر کی اذان ہوگئی تو خیال آیا کہ ابھی عشاء کی اذان ہو رہی ہے۔ جب ذرا روشنی پھیل گئی۔ ندامت کہ ایک کنیز کی محبت نے عشاء اور فجر میں تمیز ختم کر دی ہے۔ یہ احساس ہوتے ہی بڑی ندامت ہوئی اور اپنے آپ سے مخاطب ہوئے کہ اے مبارک کے بیٹے، اگر تو نے یہ رات اللہ کی عبادت واطاعت میں گذاری ہوتی تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ بڑی خجالت محسوس ہوئی اور پختہ ارادہ کے ساتھ اس راہ سے توبہ کی۔ عبادت اور ریاضت میں صدق دل سے ایسے مشغول ہوئے کہ بہت قلیل عرصہ میں اللہ کے مقرب بندوں میں شامل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کو آپ کی توبہ اس قدر پسند آئی کہ آپ کو مشائخ عظام کا مقتداء بنا دیا۔

ایک دن آپ کے وعظ میں ایک امیر زادی شریک تھی اور آپ کے وعظ سے اس درجہ متاثر ہوئی کہ اپنے والدین سے کہہ دیا میرا نکاح عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ سے کر دو۔ والدین بخوشی راضی ہو گئے۔

آخر ایسا ہی ہوا دونوں کا نکاح ہو گیا اور رخصتی ہو گئی۔ لڑکی کے والدین جو بڑے مالدار تھے پچاس ہزار دینار بھی لڑکی کو دے دیئے۔ پھر نکاح کے بعد آپ نے خواب میں سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے عبداللہ! تو نے ہماری محبت میں کنیز سے قطع تعلق کیا تھا۔ لہٰذا ہم نے اس سے بہتر اور وفا شعار بیوی تجھے عطا کر دی تا کہ تو اندازہ کر سکے کہ خدا کو خوش کرنے والے کبھی نقصان میں نہیں رہتے۔

ایک مرتبہ آپ کی والدہ آپ کو تلاش کرنے نکلیں تو دیکھا ایک گلاب کے پودے کے نیچے آپ محو خواب ہیں اور ایک اژدھا منہ میں نرگس کی ٹہنی لیے مکھیاں اڑا رہا ہے۔

ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ کونسی عادتیں اچھی ہیں۔

آپ نے فرمایا! حسن ادب سے بڑھ کر کوئی عادت اچھی نہیں۔

جب لوگوں نے آپ کی مجلس میں غیبت پر بات کی تو فرمایا اگر انسان غیبت ہی کرنا چاہے تو پہلے اپنے والدین کی غیبت کرے کیونکہ ان کے گناہ اتنے زیادہ ہیں کہ اولاد کی نیکیاں ان کے نامہ اعمال میں درج ہو سکیں۔ کسی شخص نے کہا کہ میں ایسے گناہ کا مرتکب ہوا ہوں کہ آپ کو بتا نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا، اگر غیبت کے علاوہ کوئی گناہ ہے تو توبہ کرنے پر اللہ تعالیٰ معاف کرنے پر قادر ہے۔ اگر غیبت کی ہے تو جب تک وہ شخص معاف نہ کرے جس کی غیبت کی ہے تب تک معافی نہ ہو گی۔

فرمایا ادب کی بہت تعریفیں ہیں مگر میرے نزدیک ادب نام ہے نفس شناسی کا کہ اس میں عجز ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کو بڑا پسند ہے۔

حضرت ابو حفص حدّاد رحمۃ اللہ

آپ کا شمار اقطاب عالم میں ہوتا ہے حضرت عثمان حیری رحمۃ اللہ جیسے عظیم بزرگ آپ کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ جیسی ہستی کا آپ سے محبت کا تعلق تھا۔

عہد شباب میں آپ ایک دوشیزہ پر عاشق ہو گئے اور اس کو حاصل کرنے کے لیے نیشا پور ایک ظالم جادوگر سے ملاقات کی، لیکن اس نے شرط لگائی کہ چالیس یوم تک کوئی نیکی نہ کرنا اور عبادت کو ترک رکھنا۔ آپ اس کی ہدایت پر عمل کرکے چالیس یوم بعد اس کے پاس پہنچے تو اس نے طرح طرح کے جادو کرنا شروع کر دیئے مگر ایک بھی عمل کارگر نہ ہوا۔ تنگ آ کر جادوگر نے کہا۔ تم نے ان چالیس یوم میں ضرور کوئی نہ کوئی نیک عمل کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہاری ہدایت پر عمل کرتے ہوئے کوئی ایسا عمل نہیں کیا۔ البتہ اتنا ضرور کیا کہ ایک دن راستے سے پتھر وغیرہ ہٹا کر ایک طرف کر دیے اس نیت سے کہ کسی کو ٹھوکر نہ لگے۔ یہ سن کر جادوگر نے کہا کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آپ لوگ ایسے خدا کی عبادت سے گریزاں ہیں جس نے معمولی سی نیکی کو وہ قبولیت عطا کی کہ میرے تمام جادو ناکام ہو گئے ہیں۔ جادوگر کی یہ بات سن کر دوشیزہ کا عشق کافور ہو گیا۔ اسی وقت آپ نے توبہ کی اور عبادت الٰہی میں انہماک کے ساتھ مشغول ہو گئے۔ آپ کو حداد اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ لوہار تھے۔ آپ ایک دینار روزانہ کما کر رات کو محتاجوں میں تقسیم کر دیتے۔ بیوہ عورتوں کے گھروں میں چپکے سے پھینک دیتے تھے تاکہ کسی کو علم نہ ہو سکے۔

آپ کے مریدین آپ پر جان نثار کرنے کو ہمہ وقت تیار رہتے اور ایسے مؤدب تھے کہ لوگ ان کو ادب کی وجہ سے پہچان لیتے کہ یہ ابو حفص حداد رحمۃ اللہ کے مرید ہیں۔

زہد و تقویٰ میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا، ایثار اور سخاوت میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ ان تائبین کا ذکر خیر حصول برکت کے لیے کیا گیا ہے کہ رحمت باری تعالیٰ کے بحر بیکراں کا احاطہ ناممکن ہے۔ سلسلہ رحمت و عنائت لامتناہی ہے۔ ایک مسلمان جب سچے دل سے اور خلوص نیت سے رب ذوالجلال کے آگے اپنے گناہوں پر ندامت کا اظہار کرتا ہے تو وہ غفار کس طرح عطاؤ بخشش کے خزانے عطا کرتا ہے کہ جس کا شمار نہیں ہو سکتا۔

کیونکہ جو شخص توبہ کے بعد رجوع الی اللہ ہوتا ہے اس میں اخلاص کی فراوانی ہوتی ہے۔ اس کے پیش نظر فقط ذات رب العلیٰ کی خوشنودی ہوتی ہے۔ اللہ اس کے راستے کشادہ کر دیتا ہے اور آغوش رحمت میں پناہ دیتا ہے اور سلامتی کے دروازہ میں داخل کرتا ہے۔

بہت سے مردان خدا ایسے ہی تھے جن کا ابتدائی زمانہ خرافات دنیا میں گذرا مگر رحمت حق نے جب غلبہ کیا تو ان کو فسق و فجور اور گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر عزت و

اعزاز کی وادی میں داخل کر دیا۔ غم دنیا اور فکر آخرت سے نجات عطا فرمائی، وہ مالک و مختار جب کسی کی بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو پہلے توبہ کی توفیق عطا کرتا ہے اور پھر ان نفوس قدسیہ کی صحبت میں بھیج دیتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت سایہ فگن ہوتی ہے۔ ان برگزیدہ اور خدا رسیدہ کی نظر جس طرف اٹھتی ہے اندھیرے روشنی میں بدل جاتے ہیں۔ سیاہ اور زنگ آلودہ دل اس طرح صاف ہو جاتے ہیں جیسے کوئی قلعی گر کسی برتن پر قلعی چڑھا کر چمکا دیتا ہے۔ جب تک آئینۂ دل شفاف نہ ہو ہر شے دھندلی نظر آتی ہے اور جب دل کثافتوں اور آلودگی سے پاک ہو جاتا ہے تو ہر شے اصلی حالت میں نظر آنے لگتی ہے۔

دوستان خدا کی نظر کیمیا ہی دلوں کو آلودگی اور کثافتوں سے پاک کرتی ہے اور یہی توحیدی نظر ہوتی ہے جس پر پڑتی ہے اثر کر جاتی ہے۔ شر کو خیر میں بدل دیتی ہے اور آلائش دنیا سے پاک کر دیتی ہے۔ جب حجاب اٹھ جاتے ہیں تو خودشناسی کی دولت پائیدار حاصل ہوتی ہے اور جب تک انسان اپنی حقیقت سے آشنا نہیں ہوتا۔ تب تک معرفت الٰہی کا دروازہ نہیں کھلتا۔

آقا کریم ﷺ کا فرمان ہے:

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗo

کہ جب تک اپنے نفس کی حقیقت کو نہ جانے گا تب تک اپنے رب کو نہ پہچانے گا۔ اور یہ خودشناسی از خود نہیں ہوتی جب تک کسی کی توحیدی نظر کا شکار نہ ہو۔

یہ توحیدی نظر کیا ہے:

ہمارے مشائخ عظام صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ عشق الٰہی جب غلبہ کرتا ہے تو پھر حق تعالیٰ کے سوا کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ جب اپنی نفی میں کمال حاصل ہوتا ہے تو پھر اپنا آپ بھی معدوم ہو جاتا ہے یہ مقام فنا ہے۔ درحقیقت یہ مقام فنا ہی بقا باللہ ہے۔ جب تک دانہ خاک میں مل کر اپنی ہیت کو ختم نہیں کرتا تب تک سرسبز پودہ نہیں بنتا۔ دانہ بے حسن ہوتا ہے مگر جب مٹی میں مل کر اپنی اصلیت کو مٹا کر زمین سے باہر نکلتا ہے تو یہ بے حسن دانہ حسن و خوبصورتی میں کمال حاصل کر لیتا ہے۔ اس کی سبزی مائل رنگت آنکھوں کو کتنا بھاتی ہے۔ اسی

طرح جو اللہ تعالیٰ کے عشق میں اس کی راہ میں اپنے آپ کو بے وقعت کرتا ہے تو اللہ کریم اس بے وقعت پر مہربان ہو کر اس کی قدر و قیمت بڑھا دیتا ہے۔ پھر ذات رب العلی کا مظہر ہوتا ہے۔ جب اسکے دل کی آنکھ کھلتی ہے تو مشاہدہ حق سے آشنا ہوتی ہے اور اسی کے جلوے ہر طرف نظر آتے ہیں۔ کائنات رنگ و بو میں ہر چیز میں ذات احد وصمد کا نظارہ ہوتا ہے، پھر اپنی ہستی کا نشان بھی باقی نہیں رہتا۔ یہی نفی پھر اثبات کے لباس میں ملبوس ہو جاتی ہے۔ وہ توحیدی نظر پھر مظہر تجلیات کا آئینہ دار ہوتی ہے جس طرف اٹھتی ہے ہر شے کو اپنی طرف کشش کرتی ہے۔ ہر شے بے خود ہو کر اس نظر کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔

جب یہ تاثیر پیدا ہو جاتی ہے تو بے ثباتی ثبات میں اور بے رنگی رنگ میں بدل جاتی ہے۔ ٹیڑھے قلوب اس نظر کا شکار ہو کر سیدھے ہو جاتے ہیں۔ بے خبری خبر بن جاتی ہے، گمراہی ہدایت کے زیر نگیں ہو جاتی ہے، کفر اسلام کے تابع ہو جاتا ہے خرافات عبادات میں بدل جاتی ہیں، منفی معاملات مثبت ہو جاتے ہیں یعنی پھر خیر ہی خیر ہے شر کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ یہ ہیں اس توحیدی نظر کے کمالات جو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو عطا کرتا ہے اور یہی حقیقی توحید ہے۔ رسمی اور زبانی توحید والوں کو اس مختصر سی تحریر سے سے استفادہ کرنا چاہیے۔

خوش ہم سے رہے جاناں ہم عید اسے کہتے ہیں
بس ایک ہو کے رہنا توحید اسے کہتے ہیں

اے منکر تو خود ہی سوچ جب بندہ اپنی ذات اور انا کی نفی کرے تو باقی کیا رہ جاتا ہے اگر تجھے دیکھنا آتا ہے تو آنکھیں کھول کر دیکھ وجود اور انا کی نفی کے بعد کیا چیز باقی رہ جاتی ہے۔

چوں انائے بندہ لا شد از وجود
پس چہ ماند تو بیندیش اے جحود
گر ترا چشم ست بکشا در نگر
بعد لا آخر چہ می ماند دگر

کیونکہ اولیاء یعنی مقربان الٰہی اللہ تعالیٰ کے خاص انعام سے سرفراز ہوتے ہیں۔ انہی کی کیمیا اثر نظر کی برکت سے اس خطہ میں ہمارے آباؤ اجداد نے دین حق یعنی اسلام قبول کیا اور انہی با برکت ہستیوں کے آستانوں سے رشد و ہدایت کی کونپلیں پھوٹیں۔ جن کی برکات سے بے دینی کو سچا دین ملا اور گمراہی کو ہدایت نصیب ہوئی۔ دشمنان

اسلام ہنود یہود اور نصاریٰ نے امت محمدیہ ﷺ کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لیے کبھی مرزائیت اور کبھی چکڑالویت کا فتنہ کھڑا کیا مگر ان توحیدی نظر والوں نے ہمیشہ ان دشمنان دین متین کو ناکامی اور نامرادی کا راستہ دکھایا۔

ان دوستان خدا کے ساتھ جو عداوت و بغض رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے عتاب کو دعوت دیتا ہے، ذلت اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ انہی پاکبازوں کی نسبت اور سنگت باعث خیر و برکت ہے، انہی کا وسیلہ درکار ہے بارگاہ رب العزت تک رسائی کے لیے، ان پاکیزہ نفوس کے وسیلہ اور نسبت کے بغیر انسان نیکی تو کر سکتا ہے، عبادت و ریاضت تو کر سکتا ہے۔ زہد و تقویٰ بھی اختیار کر سکتا ہے مگر راز حقیقت جسے راز محبت بھی کہا جاتا ہے کبھی آشنا نہیں ہو سکتا اور ایک مسلمان کے لیے اللہ تعالیٰ کی معرفت یعنی پہچان از حد ضروری ہے، جو کہ ان راز داران حقیقت کی صحبت کے بغیر ممکن نہیں۔

ہم نے اپنی بساط کے مطابق توبہ، وسیلہ اور ضرورت شیخ پر بحث کی ہے، اللہ تعالیٰ شرف قبولیت عطا فرمائے۔ دراصل اس کتاب کی تالیف کا مقصد ہی یہ ہے کہ آج کے پرفتن دور میں جب کہ ہر طرف نفسانفسی کا عالم ہے، افراتفری کا دور دورہ ہے۔ عملی زندگی میں لوگ اخلاص اور مہر و وفا کی دولت پائیدار سے محروم ہو گئے ہیں۔ اخلاقی اقدار پامال ہو رہی ہیں، جھوٹ اور بناوٹ کو شعار بنا لیا گیا ہے۔ ہمارے معاشرے میں رہن سہن کے انداز یکسر تبدیل ہو چکے ہیں۔ وہ دل جو خلوص اور محبت کے ساتھ دھڑکتے تھے آج نفرت اور تکبر کے زہر سے بھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جب دل محبت سے خالی ہو جائیں تو پھر چلتے پھرتے انسان زندہ لاشوں کی مانند ہو جاتے ہیں۔ جب حلال اور حرام کی تمیز نہ رہے تو پھر بے حسی اور بے شرمی انسان کو حیوان بنا دیتی ہے۔

آج ہر طرف وحشت و دہشت اور بربریت ہے۔ ہر طرف قتل و غارت گری کا بازار گرم ہے۔ مرنے والے کو اپنے جرم کا پتہ نہیں اور مارنے والے کو یہ معلوم نہیں کہ وہ کیوں مار رہا ہے۔ خون ناحق اتنا ارزاں ہو چکا ہے کہ غالب گمان یہی ہوتا ہے کہ زوال شروع ہو چکا ہے کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جن قوموں کی بربادی کا ذکر کیا ہے اس کے اسباب بھی بیان فرمائے ہیں۔ جب قومیں اخلاقی بے راہروی اور ظلم و بربریت میں مبتلا ہوتی ہیں تو قانون فطرت حرکت میں آ جاتا ہے۔ زمینی اور آسمانی آفات و بلیات نازل

ہوتی ہیں۔ کبھی زلزلوں کی صورت میں اور کبھی سیلاب کی صورت میں۔ آج ہم بھی انہی زمینی اور آسمانی آفات سے دوچار ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہے اگر ہم نے اپنی اور معاشرے کی اصلاح سے روگردانی کی تو پھر ہمارا بھی کوئی ٹھکانہ نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت بدلنے کی کوشش نہ کرے۔ آج اشد ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے اسلاف کی تعلیمات اور ان کی روشن زندگیوں سے استفادہ حاصل کریں۔

ہمارے اسلاف نے جو انسان دوستی اور محبت واخوت کا پیغام دیا ہے اسی میں سلامتی اور یگانگت ہے۔ یہ محبت اور بھائی چارے کا پیغام دینے والے نفوس قدسیہ، اعلیٰ اخلاق اور بلند کردار میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ ان کا قائم کردہ خانقاہی نظام انسانوں کو جوڑتا ہے نہ کہ جدا کرتا ہے۔ جب سے قوم اجتماعیت سے نکل کر انفرادیت میں مبتلا ہوئی ہے تب سے کئی حصوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔ کہیں مسلک کے نام پر اور کہیں گروہی اور لسانی سیاست کے دام فریب میں آ کر۔

آج اگر خانقاہی نظام کے وارثان اور سچے مذہبی پیشوا میدان عمل میں نہ اترے اور قوم کا قبلہ درست نہ کیا تو یہ قوم جو پہلے ہی تباہی اور بے راہروی کے دہانے پر کھڑی ہے پھر اس کا سنبھلنا آسان نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے دوری ہی اس کے عتاب کا باعث ہوتی ہے۔ آج سچے لوگ جہاد بالقلم اور جہاد باللسان کے ذریعے اس امت کی راہنمائی کریں تو لوگوں کو جہاد بالفساد سے بچایا جا سکتا ہے۔ نام نہاد مذہبی لیڈروں سے قوم کو آگاہ کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

یہ کتاب بھی جہاد بالقلم کے جذبہ سے سرشار ہو کر لکھی گئی ہے اور ہمارے اسلاف میں سے ایک ایسی ہستی کی تعلیمات پر مبنی ہے جس نے تمام عمر انسان دوستی کا درس دیا اور لاکھوں گمراہان بادیہ ضلالت کی راہنمائی کر کے سچائی اور بھلائی کی تعلیم سے آراستہ کیا۔ یہ صالحین اور عارفین کے پیشوا زہد الانبیاء حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر قدس اللہ سرہ العزیز ہیں کہ جن کا نام نامی اسم گرامی زبان پر آ جائے تو لب شیریں ہو جاتے ہیں۔ یہ کتاب آپ کی مبارک زندگی

کے احوال اور ملفوظات کا مجموعہ ہے جو حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کی روشن دلیل ہے جو دین حنیف کی سر بلندی کے لیے آپ نے سرانجام دیں۔

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام میں یہ نام اس قدر معزز ہے کہ اعزازات بھی اس اسم پاک کے آگے ہیچ ہو جاتے ہیں۔ آپ کی خدمات جلیلہ سے کون آگاہ نہیں اور آپ کے اسم گرامی سے کون آشنا نہیں۔ آپ بلا امتیاز مذہب وملت تمام مذاہب کے لیے انتہائی قابل احترام اور رفیع الشان ہیں۔ آپ کی عظیم الشان تعلیمات میں کون سا ایسا دکھ رنج، مصیبت، آفت اور برائی ہے جس کا علاج نہ ہو بس جو سچے دل اور سچی لگن سے آپ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوا اس کو عافیت نصیب ہو گئی۔ اس نے مقصد تخلیق انسان کو پالیا اور وہ دین و دنیا میں سرخرو ہوا۔ مؤلف کتاب اللہ تعالیٰ کے حضور قوی امید رکھتا ہے کہ اس کتاب کے قاری کو انشاءاللہ ضرور استفادہ حاصل ہو گا کیونکہ یہ کام انتہائی اخلاص اور خدمت انسانیت کے جذبے سے کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نہ ہماری شکلوں کو دیکھتا ہے اور نہ ہمارے رنگ ونسل کو دیکھتا ہے وہ تو دلوں کے اخلاص کو دیکھتا ہے اور جو عمل بھی اخلاص کے لباس میں کیا جائے گا وہی قبول بارگاہ ایزدی ہو گا۔ اور جو عمل بغیر اخلاص کے کیا جاتا ہے وہ بے رنگ اور بے معنی ہوتا ہے۔ بس بندہ کو اخلاص کی دولت حاصل کرنا چاہیے کہ یہ دولت لازوال قربِ الٰہی کا زینہ ہے۔

آج جس ابتلا کے دور میں ہم من حیث القوم گزر رہے ہیں۔ جس میں خیر تو صرف نام کو ہے مگر شر اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ عام ہے۔ آج ہم انہی پاک باز مردان خدا کی اطہر و طاہر زندگیوں سے راہنمائی حاصل کر سکتے ہیں اور اپنے دینی اور دنیاوی معاملات میں انقلاب برپا کر سکتے ہیں۔ رشد و ہدایت کے یہ چشمے آج بھی جاری و ساری ہیں اور ان کے آستانے خیر و بھلائی کے خزانے ہیں۔

خلوص دل سے جو سجدہ ہو اس سجدے کا کیا کہنا
وہیں کعبہ سمٹ آیا جبیں ہم نے جہاں رکھ دی
ادا ہوتے رہیں گے ان کے در پر یونہی سجدے
اللہ نے میری قسمت میں خاک آستاں رکھ دی

میاں نعیم انور چشتی عفی عنہ

لَا اِلٰـہَ اِلاَّ اللّٰہُ الـمَلِکُ الـحَقُّ المُبِیُن
مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ صَادِقُ الوَعِدُ الاَمِین

دو چشم من فدائے چہار گوہر
ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و حیدرؓ

سرورِ سروراں والیٔ کون ومکاں رحمت دو جہاں شفیعٔ مجرماں
خلاصۂ موجودات وجہہ تخلیق کائنات

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

اول الاولین آخر الآخرین سید المرسلین مظہر طٰہٰ ویٰسین
حبیب رب العالمین

ہمارے آقا و مولا صاحب لولاک کی ثناء اہل ارض و سما کرتے ہیں۔ خدائے بزرگ و برتر آپ پر اور آپ کی آل پاک پر درود و سلام بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے، جن و انس ہر دم درود و سلام میں مشغول ہیں۔ آپ ﷺ بنی نو انسان کے لیے راہبر اور رحمت ہیں۔ روز محشر آپ ﷺ امت کے لیے شفیع ہیں۔ اسم پاک محمد ﷺ کے معنی تعریف کیا گیا۔ واقعہ معراج آپ ﷺ کی امتیازی شان کا آئینہ دار ہے۔ تاریخ انسانی میں یہ رتبہ اعلیٰ نہ کسی کو ملا ہے اور نہ ملے گا۔ آپ خاتم الانبیاء اور امام المرسلین ہیں۔

يَا صَاحِبَ الْجَمَالُ وَيَا سَيِّدَ الْبَشَرُ
مِنْ وجهك المنير لقد نوّر القمر
لَا يُمْكِنُ الثَّنَاء كَمَا كَانَ حَقَّهُ
بَعْد اَزْ خُدَا بُزُرگ توئی قِصه مختصر

لَوْلَاکَ لِمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ

سرورِ اولیاء

امیرُ المومنین امام المُسلمین سید الصالحین خلاصۃُ العارفین تاجدارِ ولایت منبعِ صدق و اخلاص مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ ابن ابی طالب اسد اللہ الغالب کرم اللہ وجہہُ الکریم

جیسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے لیے خداوند عالم نے ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو معاون و مددگار کیا ایسے ہی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نصرت کے لیے مامور فرمایا۔ آپ اخیٔ رسول مقبول ﷺ ہیں زوجِ بتول ہیں، جناب حسنین کریمین شریفین علیہم السلام کے پدر بزرگوار ہیں اور حیدر کرار ہیں۔ جملہ اولیاء اللہ کے امام و مرشد ہیں یعنی باب ولائیت ہیں اور شانِ امتیاز یہ ہے کہ ولادت بکعبہ شہادت بمسجد سرکار دو عالم شفیعِ معظم حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ نے یہ فرما کر آپ کو معززین میں معزز ترین کر دیا

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا

میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے

پھر فرمایا:

مَنْ کُنْتُ مَوْلَا فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَا

جس کا میں مولا اس کا علی مولا

کسے را میسر نشد ایں سعادت بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

عین سے عین عبادت کا سر انجام ہوا
لام وہ لام ہے جس لام سے اسلام ہوا
ی سے یاور ہوئے مشکل میں ہر بندہ کے
صدقے اس نام کے کیا خوب علی نام ہوا

نائب مرتضیٰ شاہ اولیاء

حضرت خواجہ ابو محمد حسن بصری رضی اللہ عنہ

آپ کے والد کا نام ابوالحسن اور والدہ ماجدہ کا نام حرہ تھا۔ آپ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ محترمہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی موالی تھیں حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے آپ کے شیر کے چند قطرے پیئے تھے جس سے ہزار ہا برکات وکرامات اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات میں پیدا کر دیں۔ کئی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے علوم ظاہری و باطنی حاصل کیے۔ نعمت ولائت مولائے کائنات سے حاصل ہوئی۔ بعد شہادت خلیفۃ المسلمین فیض صحبت حضرت امام حسن علیہ السلام سے پایا۔ نواسی برس عمر مبارک ہوئی، آپ کا مزار مقدس بصرہ میں ہے۔ اور آپ ہی سے یہ سلسلہ قدسیہ شروع ہوتا ہے۔ فوائد الفواد میں سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ حسن بصری نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے کہ میں نے جس کسی کو بھی دیکھا اپنے سے بہتر خیال کیا۔ سوائے ایک دن کے کہ اس کی سزا میں نے بھگتی، ہوا یہ کہ ایک روز میں نے ایک حبشی کو دیکھا جو دریا کے کنارے بیٹھا تھا ایک قرابہ (صراحی) پاس تھی اور بار بار اس صراحی میں سے چند گھونٹ پیتا ہے اور ایک عورت اس کے ساتھ بیٹھی تھی۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ یہ حبشی خرافات میں مشغول ہے۔ چلو اس سے تو میں اچھا ہی ہوں۔ اتنے میں ایک کشتی پانی میں ڈوبنے لگی، سات آدمی اس میں سوار تھے۔ قریب تھا کہ وہ ساتوں آدمی ڈوب جاتے مگر اس حبشی نے فوراً دریا میں چھلانگ لگائی! اور چھ آدمیوں کو دریا سے باہر نکال لایا۔ پھر مجھ سے مخاطب ہوا۔ اے حسن! اب اس ایک آدمی کو تم دریا سے نکال لاؤ۔ حسن بولے میں تیرنا نہیں جانتا، وہ پھر گیا اور ساتویں آدمی کو بھی باہر نکال لایا۔ تب وہ حبشی مخاطب ہوا۔ اے حسن! بدگمانی اچھی نہیں ہوتی۔ یہ جو صراحی ہے اس میں پانی ہے اور یہ عورت میری ماں ہے۔ میں تمہارے امتحان کے لیے یہاں بیٹھا تھا جاؤ ابھی تم صرف ظاہر پرست ہو۔

خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ اس واقعہ کے بعد میں نے تمام عمر ہر کسی کو اپنے سے بہتر خیال کیا۔ بس یہی ایک غلطی تھی جس کی سزا شرمندگی تھی، جو بہت تکلیف دہ

ہوتی ہے۔ بس بدگمانی بڑی بری چیز ہے اس سے بچو۔ کسی کے ظاہر کو باطن پر قیاس نہ کرو۔

اس کے بعد طوالت سے بچتے ہوئے حضرت شیخ شیوخ العالم خواجہ فرید الحق واشرع والدین کے پیر اور دادا پیر کے مختصر حالات بطور تبرک درج کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں، اگر ان پیران طریقت یعنی خواجگان چشت اہل بہشت کا ذکر اختصار کے ساتھ بھی کیا جائے تو ایک الگ دفتر لکھنا پڑے گا۔ ان قدسی نفوس کی خدمت میں ایک شعر:

حدیث جنت و دوزخ دگر مگو خسرو
وصال یار طلب کن گذر ازین وسواس

(امیر خسرو)

خسرو جنت و دوزخ کی باتوں میں کیا رکھا ہے اصل بات تو یار سے ملنا ہے، اس کی تدبیر کرو اور ان خرافات سے گذر جاؤ۔

اے صبا اے پیک دور افتادگاں
اشک مابر خاک پاک اورساں

سلطان الہند نائب رسول
سراج المحققین برہانُ العاشقین خواجہٴ راستین شیخ الاسلام والمسلمین
حضرت خواجہ معین الملۃ والشرع والدین حسن قدس سرہ العزیز
ابن حضرت سید غیاث الدین سنجری نور اللہ مرقدہ

آپ کا شمار اکابر ارباب تصوف اور عظیم ترین مشائخ طریقت میں ہوتا ہے۔ آپ کی کرامات بے شمار اور خوارق لاتعداد ہیں، توحید کے نکات بیان کرنے میں ارفع و اعلیٰ مقام ہے۔ فقر و فاقہ میں آپ یگانہ روزگار تھے اور علوم ظاہر و باطن میں بے نظیر تھے۔ آپ کا شان بہت بلند اور حال نہایت ہی قوی تھا۔

جس شخص کی نظر آپ کے جمال باکمال پر پڑتی تو وہ فوراً وحدانیت حق اور رسالت مصطفیٰ ﷺ کا قائل ہو جاتا۔ آپ نے سب لوگوں کی مقید سے مطلق تک راہنمائی فرمائی۔ ہندوستان جیسے کفر و شرک کے گہوارے میں جہاں ہر طرف بت پرستی تھی آپ کی توحیدی نظر جس طرف اٹھتی دلوں کے زنگ اتارتی چلی جاتی اور اندھیرے اجالوں میں بدل جاتے۔

آپ کو نائب رسول اور سلطان الہند کے القاب عطا ہوئے۔ آپ کے کمالات کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبیٔ آخر الزماں ﷺ کے زمانے تک ہندوستان میں کوئی نبی نہیں آیا۔

جبکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور رسول کریم ﷺ کے زمانہ مبارک سے لیکر پانچ سو سال سے زیادہ عرصہ تک کسی ولی اللہ کو ایسا تصرف عطا نہ ہوا کہ اس مہتم بالشان کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے اور سارے ملک ہندوستان کو جو زمانہ قدیم سے کفر و شرک میں ڈوبا ہوا تھا آپ نے اپنی قوت ولائت سے نور وحدانیت سے منور کر دکھایا۔ آپ حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ العزیز شیخ نامدار کے مرید و خلیفہ تھے۔

حضرت خواجۂ خواجگان معین الدین حسن چشتی قدس اللہ روحہ کی عظمت و رفعت کا یہ عالم تھا کہ ہر روز بعد نماز عشاء خانہ کعبہ کے طواف کے لیے جایا کرتے تھے۔ زمان و مکان

پرقدرت تھی۔حج کے دنوں میں اکثر مسلمانوں نے آپ کو حج میں شریک پایا اور بیک وقت اجمیر شریف میں بھی موجود ہوتے تھے۔

آپ نے ہندوستان کی گمراہی اور ضلالت کو دور فرمایا اور برصغیر میں نور اسلام کی شمع کو تا قیامت روشن فرما دیا۔سینکڑوں نہیں ہزاروں نہیں بلکہ نوے لاکھ کفار کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔اہل اللہ کی ایک ایسی جماعت تیار کی جسے تبلیغ دین پر مامور کیا۔

آپ ۶۔رجب المرجب ۶۳۳ھ کو ۹۶ سال کی عمر میں واصل بحق ہوئے۔مادۂ تاریخ وصال آفتاب ملک ہند ہے۔بعد وصال مبارک آپ کی پیشانی مبارک پر بخط نورانی یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔مات حبیب اللہ فی حب اللہ۔آپ کے مرید و جانشین حضرت قطب عالم خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ بارہا خواجہ غریب نواز فرمایا کرتے تھے۔جب تک معین الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں کو جنت میں نہ لے جائے گا ہرگز ہرگز داخل جنت نہ ہوگا۔اس وقت غیب سے ندا آئی کہ ہم نے تمہاری استدعا کو منظور کیا۔ آپ عرض کرتے کہ میرے مریدوں میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو میرے سلسلہ میں تا قیامت میرے خلفاء کے مرید ہوں گے۔ندا آئی ہمیں یہ بھی منظور ہے۔الحمد للہ علیٰ ذالک۔

کوئی حاجت مند سوالی کبھی آپ کے در اقدس سے خالی نہیں گیا۔مرقد پر انوار آج بھی ہر خاص و عام کو فیض بے پایاں عطا کرتا ہے۔کسی بزرگ نے خوب کہا ہے۔

از فیض او بجائے صلیب و کلیسا
در دار کفر مسجد و محراب و منبر است
آنجا کہ بود نعرہ و فریاد مشرکان
اکنوں خروش نغمہ اللہ اکبر است

اس کے فیض سے ہندوستان جیسے کفر و شرک کے گھر میں آج بت خانوں کی جگہ مسجد و محراب و منبر ہیں۔جس جگہ مشرکوں کی کافرانہ رسوم جاری تھیں وہاں آج اللہ اکبر کے نعرے لگائے جا رہے ہیں۔

مقاماتِ غوثیت اور قطبیت سے بھی بڑھ جانا

مراۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ حضرت خواجۂ بزرگ معین الملۃ واشرع والدین تمام مقاماتِ غوثی قطبی اور قطب الاقطابی سے گزر کر قطب وحدت یعنی مرتبہ محبوبیت پر تھے اور فضائے احدیت میں مستغرق ہو کر دوست سے ہم رنگ ہو چکے تھے۔

روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت شیخ شیوخ العالم خواجہ فرید الحق والدین کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز نے چھ روٹیاں بندہ کو عنائت کی ہیں اور آٹھ سال ہوئے ہیں وہ روٹیاں مجھے روزانہ بلا ناغہ مل رہی ہیں اور میرے بچوں کا ان پر گذارہ ہو رہا ہے۔ حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ نے فرمایا۔ کہ یہ خواب نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کا تجھ پر کرم ہے کہ اولیاء کے سردار نے تجھ پر مہربانی فرمائی اور تیری روزی لگا دی تا کہ تم پھر کبھی بھوک و افلاس میں مبتلا نہ ہو۔

اس کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت خواجۂ بزرگ قدس سرہ العزیز کے بعد بھی آپ کے سلسلہ عالیہ میں جو بزرگ کسی بھی مقام پر سجادہ وخلافت پر متمکن ہوتا ہے تو وہ سارے ہندوستان پر تصرف کرتا ہے، ولایت صوری ومعنوی کا عزل ونصب اس کے تصرف میں ہوتا ہے اور حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ العزیز رحمۃ اللہ کی روحانیت بلا واسطہ ہر زمانے میں اس کی ممد ومعاون ہوتی ہے۔ کمال ولائیت کا یہ تصرف جو زندگی اور ممات کے دوران بدستور قائم رہے دوسری جگہ بہت کم دیکھنے میں آیا ہے اور بفضل تعالیٰ ہر زمانے میں برصغیر میں آپ کے خلفاء معنوی کا تصرف قیامت تک رہے گا۔ ایک بزرگ جاتا ہے اور دوسرا آتا ہے۔

بگرداب بلا افتادہ کشتی
ضیعفاں شکستہ را تو پشتی
بحق خواجۂ عثمان ہارونی
مدد کن یا معین الدین چشتی

آپ کے القابات:۔ اطاع رسول۔ ہند الولی۔ سلطان الہند۔ نائب رسول فی الہند۔ غریب نواز۔ خواجۂ بزرگ۔ خواجہء اجمیر ہیں۔

قطب الاقطاب

خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی رحمۃ اللہ علیہ

ساکر عمان سبحانی ظاہر ہوائے لامکانی ذبیح خنجر رضا و تسلیم جریح من اتی اللہ بہ قلب سلیم قطب العالم سید الواصلین شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ قطب الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز۔ آپ کا شمار نازنینان بارگاہ کبریا و سادات اولیاء میں ہوتا ہے۔ آپ کا مقام ترک و تجرید میں راسخ، ریاضت و مجاہدات میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ استغراق فنائے احدیت میں اکابر مشائخ میں ممتاز اور مرتبہ قطب کبریٰ پر فائز تھے اور غیر سے آزاد ہو کر دوست کے ساتھ مقام یک رنگی حاصل کر چکے تھے۔ جو شخص آپ کا دامن پکڑتا صاحب ولایت ہو جاتا۔ آپ جس شخص پر نظر کرم کرتے اسے عرش تا تحت اثریٰ تک کشف حاصل ہو جاتا۔ آپ کے تمام مریدین صاحب کرامت اور اہل نعمت تھے۔ آپ خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس اللہ سرہ العزیز کے محبوب ترین مرید و خلیفہ اور جانشین تھے۔

سلطان الہند خواجۂ خواجگان معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہ العزیز نے آپ کو نعمت ولایت سے آراستہ فرما کر دہلی روانہ فرمایا۔ مراۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ جب خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ بعد نعمت خلافت سے سرفراز ہوئے تو دہلی پہنچے۔ ہندوستان کے فرمانروا سلطان شمس الدین التمشؒ نے اس بات کو سعادت دارین خیال کرتے ہوئے آپ کے دست کرم پر بیعت کر لی اور ہفتے میں ایک بار آپ کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوتا۔

خواجہ قطب العالم اکثر سماع میں مشغول رہتے تھے۔ آپ کی عظمت کا اندازہ اسی نسبت سے کافی ہے کہ آپ سلطان الہند خواجہ غریب نواز اجمیریؒ کے خلیفۂ نامدار ہیں اور حضرت شیخ العالم بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے پیر و مرشد ہیں۔ آپ کے در دولت پر

حاجت مندوں کی بھیڑ لگی رہتی، کوئی سوالی خالی نہ لوٹتا تھا۔ آپ کا وصال مبارک ۱۴ ربیع الاول ۶۳۵ھ کو ہوا۔ حالت سماع میں غلبۂ محبت میں جان جان آفریں کی۔

آپ کی کرامات، کمالات اور خرق عادات بے حد ہیں:

کتاب سبع سنابل میں ہے۔ خواجہ حمید الدین ناگوری قدس اللہ سرہ العزیز سے روایت ہے کہ دفن کے بعد میں موجود تھا اور دیکھا کہ منکر و نکیر آئے اور حضرت اقدس کے سامنے ادب سے بیٹھ گئے۔ اسی اثنا میں اور فرشتے آئے، حضرت اقدس کو حق تعالیٰ کا پیغام پہنچایا اور سبز روشنائی میں لکھا ہوا ایک خط نکال کر حضرت خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں دیا۔ اس میں لکھا تھا۔

اے قطب الدین! میں تجھ سے خوش ہوں اور تیری برکت سے امت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام گناہگاروں کی قبروں سے عذاب اٹھالیا ہے۔ اس وجہ سے کہ زندہ لوگوں نے تجھ سے فائدہ اٹھایا ہے اور اب مردہ بھی فائدہ حاصل کریں اور ان کو تمہاری قدر معلوم ہو جائے۔ اس کے بعد اور فرشتے آئے اور حضرت قطب العالم کو حق تعالیٰ کا سلام پہنچا کر منکر و نکیر سے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ میرے قطب سے کوئی سوال نہ کرنا۔ میں نے قطب سے خود سوال کیا ہے اور انہوں نے میرے سوال کا جواب دے دیا ہے۔ پس تم واپس آ جاؤ۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی قدس سرہ العزیز نے محبت حق میں شہادت پائی۔ محفل سماع میں قوال خواجہ احمد جام رحمۃ اللہ علیہ کی غزل گا رہے تھے۔ حضرت اقدس کو وجد ہوا جو کہ بعض روایات کے مطابق چار دن تک حالت وجد میں رہے۔ نماز کے وقت حالت استغراق سے باہر آ جاتے اور نماز ادا کرتے، پھر استغراق طاری ہو جاتا۔

جس شعر پر وجد ہوا وہ یہ ہے

کشتگان خنجر تسلیم را

ہر زماں از غیب جان دیگر است

مصرعہ اولیٰ پر آپ کشتہ ہو جاتے اور مصرعہ ثانی پر حرکت کرتے، ایک عجیب کیفیت تھی۔ مصرعہ اولیٰ پر ہی جاں بحق تسلیم ہوئے

اے قدم اندر رہ مردان زدہ

ہفت در گنبد گردان زدہ

اے مردان خدا کی راہ میں چلنے والے ساتوں آسمانوں کے دروازے تیرے لیے کھلے ہوئے ہیں۔

فریدُ الحقّ فریدُ الدّین ولی اللہ شہنشا ہے
حبیبُ اللہ خلیلُ اللہ صفی اللہ نبی جا ہے
سَلاطین خاک بوس و خاکرَوب و خاکسارانش
مُشائخ خاک پاؤ خاک را ہے خاکِ درگا ہے

شیخ شیوخ العالم سلطان الزاہدین شیخ السلام والمسلمین
حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کے آباؤ اجداد

شیخ شہاب الدین احمد المعروف فرخ شاہ کابل کے فرمانروا تھے۔ ان کے عہد میں کابل کو بڑا عروج تھا۔ لیکن ان کے بعد شاہان غزنی کا غلبہ اور اقتدار کابل پر ہو گیا۔ فرخ شاہ کی اولاد کمزور ہو گئی۔ تاتاریوں کے حملوں نے کابل کو تاراج کر دیا اور حضرت شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ کے پڑدادا حضرت شیخ محمد احمد کفار کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ اس ابتلا کے دور میں جب چنگیز خان نے کابل غزنی ایران اور عراق کی حکومتوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی۔

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ کے دادا شیخ شعیبؒ اپنے اہل و عیال کے ساتھ وارد پنجاب ہوئے۔ کچھ عرصہ لاہور میں قیام فرمایا پھر قصور میں قیام پذیر ہوئے۔ اس کے بعد ملتان کے نواح میں قصبہ کھوتوال میں آباد ہو گئے۔ آپ علم و فضل میں یگانہ روزگار تھے حاکم ملتان نے آپ کو قاضی مقرر فرمایا، اس وقت ناصرالدین قباچہ ملتان کا والی تھا۔

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ کے والد بزرگوار حضرت قاضی جمال الدین سلیمان رحمۃ اللہ بعد وفات اپنے والد کے قاضی مقرر ہوئے۔ آپ بڑے زاہد و عابد شب زندہ دار تھے، علم و فضل میں بڑے بلند مرتبہ تھے۔

انہی دنوں ایک اور معزز خاندان کابل سے ہجرت کر کے ملتان کے نواح میں سکونت پذیر ہوا یہ حضرت مولانا وجیہہ الدین خجندی رحمۃ اللہ کا خاندان تھا اور اس خاندان کی شہرت بھی علم و فضل کی بنا پر تھی، اور یہ خاندان جو کہ عم رسول مقبول علیہ السلام حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔ مولانا موصوف بڑے عالم و فاضل اور بڑے زہد و تقویٰ والے بزرگ تھے۔ ان کی ایک صاحبزادی بی بی قرسم خاتون تھیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے علمی صلاحیتوں اور زیور عصمت و عفت سے آراستہ کیا تھا کیونکہ اسی پاک باطن اور پاک دامن خاتون نے ایک ایسے نونہال کی والدہ ماجدہ ہونے کا شرف حاصل کرنا تھا جس نے شریعت

وطریقت معرفت وحقیقت کا آفتاب بن کر دین اسلام کو برصغیر میں روشن ومنور کرنا تھا۔
قاضی جمال الدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کی شادی اسی پاکباز خاتون سے ہوئی جس کے بطن سے حضرت شیخ العالم خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دو اور صاحبزادے اور ایک صاحبزادی بھی ہوئے۔ بالترتیب شیخ اعزاز الدین رحمۃ اللہ علیہ، شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ اور بی بی جمیلہ خاتون جو کہ والدہ ماجدہ مخدوم شیخ علاء الدین علی احمد صابر ہیں۔ جب شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار قاضی شیخ جمال الدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو بی بی قرسم خاتون رحمۃ اللہ علیہا نے اپنے بچوں بالخصوص حضور شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت اس انداز میں کی جیسے سونا بھٹی میں سے کندن بن کر نکلتا ہے۔ حضور شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے شریعت وسلوک کی کئی منزلیں اپنی والدہ ماجدہ کے سایہ عاطفت میں طے کیں۔ اگر آپ کی والدہ ماجدہ کو پہلا استاد یا مرشد اول کہا جائے تو نہایت مناسب ہوگا کیونکہ بی بی صاحبہ بھی کثرت عبادت و تقویٰ سے درجۂ ولایت پر فائز تھیں۔ آپ سے کرامات کا ظہور بھی ہوا۔

حضرت شیخ شیوخ العالم
فریدالحق والشرع والدین کی ولادت باسعادت

جائے ولادت:

آپ کی ولادت باسعادت قصبہ کھوتوال یا کوٹھی وال میں ہوئی جو ملتان سے چند میل کے فاصلہ پر جانب شمال مشرق واقع ہے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے اس قصبہ کا نام کہتی وال اور کھوتوال بھی لکھا ہے۔ یہ جو چاولی مشائخ نزد بورے والا میں آپ کا مقام ولادت مشہور کیا گیا ہے اور آپ کے آباؤ اجداد کی قبور کا ذکر کیا گیا ہے یہ بالکل غلط ہے۔ قصبہ کھوتوال ملتان کے نواح میں واقع ہے جہاں حضرت شیخ فریدالدین نورالیقین ادام اللہ تقواہٗ کے والد بزرگوار حضرت قاضی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے اور اس کی لوح پر احوال درج ہے۔ اس جگہ ایک قدیم مسجد کے آثار بھی موجود تھے جس پر دوبارہ مسجد تعمیر کر دی گئی ہے اور اسی مسجد کے ایک گوشے میں قاضی جمال الدین سلیمانؒ کا مزار موجود ہے۔

سنہ ولادت:

حضرت شیخ شیوخ العالم کے سنہ ولادت اور سنہ وصال میں بھی اختلاف ہے۔ صاحب سیر الاقطاب کے مطابق ولادت ۵۹۵ھ اور سنہ وصال ۶۹۰ھ ہے جبکہ تاریخ فرشتہ میں سنہ ولادت ۵۸۴ھ اور وصال ۶۶۰ھ درج ہے۔ سیر الاولیاء میں ولادت ۵۶۹ھ اور وصال ۶۶۴ھ لکھا گیا ہے۔ اسی طرح خزینۃ الاصفیاء میں ولادت ۵۸۴ھ اور وصال ۶۷۰ھ درج ہے۔ اس طرح عمر مبارک ۹۵۔۹۶۔۷۶ اور ۸۶ سال ہے۔

لیکن فوائد الفواد میں آپ کی عمر مبارک کے متعلق سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق عمر مبارک ۹۳ سال ہے۔

روایت ہے کہ یہ مجموعہ ملفوظات سلطان المشائخ کے محبوب مرید حضرت امیر حسن علاء سنجری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی حیات طیبہ میں ہی مرتب فرمایا اور حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں کچھ اصلاح بھی فرمائی اس لیے سلطان المشائخ کا قول زیادہ معتبر ہے۔

سیر الاولیا، جواہر فریدی سیفۃ الاولیاء اور اخبار الاخیار میں تاریخ وصال ۵ محرم الحرام سہ شنبہ ۶۶۴ھ ہی مذکور ہے کیونکہ حضرت شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر طیب اللہ ثراہ کے اول سجادہ نشین دیوان بدرالدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کا سن جلوس ۶۶۴ھ ہی ہے۔ فوائد الفواد میں حضرت سلطان المشائخ کے قول کے مطابق حضرت اقدس کی عمر مبارک ۹۳ سال زیادہ مستند ہے۔

اس طرح آپ کی ولادت با سعادت ۲۹ شعبان المعظم ۵۷۱ھ کو ہوئی بعد ولادت آپ کا نام مسعود بن سلیمان رکھا گیا۔

ایک روایت کے مطابق شیخ فریدالدین عطار نیشاپوریؒ نے حضرت اقدس کو لقب فریدالدین سے پکارا جس کی وجہ تسمیہ آئندہ سطور میں درج ہیں اور لقب بابا کے بارے میں بھی لکھا ہے۔

ابتدائی تعلیم:

حضرت شیخ شیوخ العالم فریدالدین مسعود قدس اللہ سرہ العزیز نے ابتدائی تعلیم کھوتوال میں حاصل کی اور قرآن پاک بھی حفظ کیا، درسی کتب پر بھی عبور حاصل تھا۔

آپ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی قرسم خاتون رحمۃ اللہ علیہا جو کہ بڑی زاہدہ عابدہ اور شب زندہ دار تھیں۔ حضرت کی تربیت پر خصوصی توجہ فرمائی۔ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ لڑکپن سے ہی اپنے بہن بھائیوں میں زیادہ فہم وفراست ذہانت ومتانت سے آراستہ تھے۔

آپ کی طبع مبارک میں بڑی نفاست اور پاکیزگی تھی اور ظاہری حسن وجمال بھی قدرت نے عطا کیا تھا۔ عام لوگوں میں منفرد نظر آتے۔ بلا کا حافظہ تھا زیب وزینت کو ناپسند فرماتے۔ اخلاص اور ایثار کی دولت بھی اس پاکیزہ اوصاف والدہ ماجدہ کی تربیت کا اثر تھا۔ پیشانی مبارک پر نیک بختی کے آثار نمایاں تھے، چودہ یا سولہ برس کی عمر ہوئی تو مزید تعلیم کے حصول کے لیے ملتان جانے کا ارادہ فرمایا۔

حصول علم کے لیے ملتان روانگی:

حضرت فریدالدین مسعود رحمۃ اللہ مزید علم حاصل کرنے کے لیے اپنی والدہ کی دعاؤں کے سایہ میں ملتان روانہ ہوئے جو کہ اس وقت علم کا مرکز تھا اور قبۃ الاسلام کہلاتا تھا۔ آپ مولانا منہاج الدین ترمذی کے مدرسہ میں قیام فرما ہوئے جو کہ جامع مسجد میں تھا۔ مولانا ترمذی آپ کے استاد تھے۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک چودہ یا سولہ برس تھی اور ملتان میں بڑے جید اساتذہ موجود تھے۔ آپ کا معمول تھا ایک دن اور رات میں قرآن پاک ختم کرتے۔ لڑکپن میں ہی گوشہ نشینی میں راحت حاصل تھی۔ کم گو مگر بڑے شیریں سخن اور باادب تھے، کسی کی دل شکنی نہ کرتے، قوت برداشت بڑی وافر تھی، عشق الٰہی کا رنگ چہرہ بشرہ پر نمایاں نظر آتا۔ یہاں آ کر دن کو علم حاصل کرنے میں مشغول رہتے اور رات کا زیادہ حصہ ذکر وعبادت میں گذرتا۔ تھوڑا عرصہ ہی گذرا تھا کہ اس نوجوان مسعود کی زندگی میں انقلاب برپا کرنے والا واقعہ رونما ہوا جس نے فقر و درویشی کی دنیا میں ایک دلکش دلربا اور دلنشین باب رقم کر دیا۔ جس نے دنیائے فقر کی دلیل کو روشن کر دیا اور خانوادہ درویشاں تا قیامت اس روشن دلیل سے جگمگاتا رہے گا۔

قطب العالم خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ سے پہلی ملاقات:

اسی مسجد کے ایک گوشے میں شیخ فریدالدین مسعود رحمۃ اللہ ایک دن کتاب نافع (فقہ حنفی کی مشہور کتاب) کے مطالعہ میں مشغول تھے کہ ایک پیکر حسن و جمال کو مسجد میں داخل ہوتے دیکھا تو دیکھتے رہ گئے۔ اس نورانی صورت اور دل آویز شخصیت نے وضو کیا اور نوافل میں مشغول ہو گئے۔

فریدالدین مسعود رحمۃ اللہ اس شاہ جود وسخا کو اتنے انہماک سے دیکھنے لگے کہ کتاب کا مطالعہ جاتا رہا اور کتاب کو بند کر دیا۔ وہ سراپا جمال وکمال جب نوافل سے فارغ ہوئے تو نوجوان طالب علم مسعود کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا فرزند کیا پڑھ رہے ہو، نوجوان مسعود فوراً کھڑے ہو گئے اور دست بستہ ہو کر عرض کیا حضور نافع پڑھ رہا ہوں۔

اس نورانی صورت اور سیاہ زلفوں والی ہستی کے ہونٹوں پر ملکوتی تبسم ظاہر ہوا اور

فرمایا ان شاء اللہ نافع سے تجھے نفع ہی ہوگا۔

یہ سن کر طالب علم مسعود نے فرط عقیدت سے اپنا سر ان کے قدموں میں رکھ دیا اور عرض کیا، حضور اس کتاب سے نفع ہو نہ ہو مگر آپ کی نگاہ لطف و کرم سے نفع ضرور ہوگا۔ انہوں نے مسعود رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر دست شفقت رکھا اور بڑی محبت آمیز نظر سے دیکھ کر فرمایا۔ کیا تمہیں معلوم ہے میں کون ہوں۔ نوجوان طالب علم نے عقیدت وارفتگی کے عالم میں عرض کیا ۔ شک حضور میں آپ کی ذات گرامی سے ناواقف ہوں مگر میرا دل کہتا ہے کہ آپ کے مبارک قدموں سے اٹھنے والا غبار راہ ہی میری منزل ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ نسبت ازلی نے پہچان لیا تھا اور یہیں سے نوجوان طالب علم فرید الدین مسعودؒ نے اپنی منزل کا تعین کر لیا تھا۔ یہ جمال و جلال اور حسن و کمال کے مظہر ابر رحمت کی نوید لے کر آنے والے بزرگ خواجۂ جہاں قطب الاقطاب شہید المحبت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ادام قدس اللہ سرہ العزیز تقواہ تھے جو کہ سلطان آلافاق نائب رسول ہند الولی خواجہ خواجگان والیئے ہندوستان معین الدین حسن سنجری ادام اللہ برکاتہ کے مرید اور خلیفۂ اکبر تھے۔ حضرت قطب العالم، نوجوان فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ کے جذبات سے بہت متاثر ہوئے اور فرید الدین کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ میں شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا نور اللہ مرقدہ کی دعوت پر ملتان آیا ہوں اور انہی کی خانقاہ میں ٹھہروں گا۔ جب فرصت ہو تو تم بھی وہیں آ جانا۔

اس کرم نوازی اور بندہ پروری کو دیکھ کر نوجوان مسعود کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپ نے خواجہ قطب العالمؒ کی قدم بوسی کی۔ قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرید کو دعاؤں سے سرفراز فرمایا۔ اتنے میں حضرت بہاؤ الدین زکریا معہ دیگر مشائخ کے حاضر ہوئے، آپ ان کے ساتھ چل دیے۔

اب فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ کے لیے ایک ایک لمحہ گزارنا مشکل ہو گیا ساری رات آنکھوں میں گذار دی۔ صبح نماز فجر ادا کر کے خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کے طرف دیوانہ و مستانہ وار چل پڑے۔

خانقاہ پہنچے تو دیکھا مشتاقان دید کا ایک ہجوم ہے۔ آپ نے خدام سے پوچھا کہ اس قدر خلقت کیوں جمع ہے۔ انہوں نے بتایا سلطان الہند خواجۂ خواجگان کے خلیفۂ اکبر

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی رحمۃ اللہ تشریف لائے ہیں اور ان ہی کے دیدار کے لیے اہل ملتان بے قرار ہیں۔

یہ سن کر فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ پر ایک کیف طاری ہوا اور یہ گمان گذرا کہ اے فرید تو کیسا خوش نصیب ہے کہ بادشاہ معرفت خود تیرے پاس تشریف لائے اور اتنی شفقت سے نوازا۔ اے فریدؒ اپنے مقدر پر ناز کر۔ آپ نے ایک خادم سے کہا۔ میں بھی حضرت شیخ قطب العالم کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ خادم نے آپ کی طرف دیکھا اور ایک عام سا نوجوان سمجھ کر نظر انداز کر دیا اور کہا کہ راستے میں کھڑے ہو جاؤ حضرت قطب العالمؒ گزریں گے تو دیدار کر لینا۔

فرط محبت میں فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ نے اس خادم کو مخاطب کیا اور فرمایا۔ اس صورت کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے ساری زندگی کھڑے رہ کر گزار سکتا ہوں۔ بس تم ایک بار شیخ سے عرض کر کے تو دیکھو۔ خادم آپ کو ٹالتا رہا مگر آپ یہی فرماتے کہ ایک بار حضرت کو عرض تو کرو۔

خادم آپ کا اصرار دیکھ کر اور تنگ آ کر بولا کہ اچھا بتاؤ حضرت قطب العالم کو کیا عرض کروں کہ کون آیا ہے۔ آپ نے فرمایا، بس اتنا عرض کر دو کہ طالب علم فرید آیا ہے۔ یہ شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ کے خادموں میں سے تھا۔ خادم نوجوان فرید کا والہانہ اصرار دیکھ کر مجبوراً حضرت قطب العالم کے سامنے ڈرتے ہوئے عرض پرداز ہوا، طالب علم فرید کا ذکر کیا۔ خواجہ قطب العالمؒ نے بڑی شفقت کے ساتھ فرمایا اسے اندر بھیج دو۔ واپس آ کر خادم نے بڑی حیرت سے اس نوجوان طالب علم کی طرف دیکھا اور کہا جاؤ خواجہ صاحب نے تمہیں طلب فرمایا ہے۔

حضرت فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ لرزتے قدموں سے اس مجلس عرفان میں حاضر ہوئے۔ خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ نے والہانہ انداز میں فرمایا۔ فرید آ گئے ہو، پھر خواجہ صاحب نے شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ شیخ یہ فرید ہے، ہمارا فرید، شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ نے بڑی محبت بھری نظروں سے دیکھا۔ اس محفلُ میں جلال و جمال کا یہ عالم تھا کہ نظر نہیں اٹھتی تھی۔ حضرت فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ سر جھکا کر دوزانو بیٹھ گئے۔ حضرت خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ تقریباً آٹھ دن تک ملتان میں مقیم رہے، اس دوران

فریدالدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ کے خدمت گار بن کر رہے۔

ایک دن خلوت میسر آئی تو نوجوان فرید نے عرض کی۔ حضور یہ غلام آپ کے دامن لطف وکرم سے ہمیشہ کے لیے وابستگی چاہتا ہے۔ حضرت قطب العالم نے آپ کی قلبی تسکین کے لیے فرمایا۔ اے فرید انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا اور تو ہمارا ہے۔ پھر قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ سے دہلی تشریف لے جانے کے لیے رخصت ہوئے تو نوجوان فرید بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ تین منزل گزر جانے کے بعد خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اے بابا فرید! اب تم واپس جاؤ، مزید علم حاصل کرو اور خدائے قدوس کی اس دنیا کا مشاہدہ کرو یعنی سیاحت بھی کرو اور بندگان خاص سے بھی شرف نیاز حاصل کرو۔

پھر دہلی میرے پاس آجانا مجھے اپنا منتظر پاؤ گے۔ اب قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ نے فریدالدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ کو بابا فرید بنا دیا تھا۔ سب سے پہلے بابا فرید کہہ خواجہ قطب العالم نے مخاطب فرمایا تھا۔ اب بابا فرید قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ کی جدائی کے صدمے سے دوچار ہوئے۔ قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ نے بابا فرید کی یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا۔ فراق اور وصال یعنی جدائی اور ملاپ کتاب زندگی کے دو باب ہیں، انشاء اللہ یہ جدائی عارضی ہے۔ بندہ جب خدا کے راستے میں قدم رکھے تو سب سے پہلے تسلیم ورضا پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ اب تم جاؤ مرضی خدا یہی ہے۔ بابا فرید غم ناک آنکھوں سے بوجھل قدم اٹھاتے ہوئے واپس ہوئے اور خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ عازم دہلی ہوئے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے دہلی رخصت ہو جانے کے بعد حضرت بابا فریدالدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ ملتان میں اداس رہنے لگے۔ واپس کھوتوال پہنچے اور والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ قرسم خاتون رحمۃ اللہ علیہا کو تعجب ہوا کہ اے فرید تم تعلیم مکمل کرنے سے پہلے کیوں لوٹ آئے ہو۔

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کا سارا احوال سنا دیا اور عرض کیا کہ خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ نے ہدایت فرمائی ہے کہ سیاحت بھی کرو اور علم بھی حاصل کرو۔

والدہ ماجدہ بیٹے کی اس خوش بختی سے بہت مسرور ہوئیں اور فرمانے لگیں۔ بیٹا

مسعود خداوند ذوالجلال نے میرے گریۂ نیم شب کو خوب سنا اور میری دعاؤں کی تاثیر رنگ لائی۔ تمہاری نیک بختی کا اندازہ کون کرسکتا ہے کہ حضرت شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بلند اقبال بزرگ خود تمہارے پاس تشریف لائے اور اس قدر شفقت فرمائی۔

اس وقت برصغیر کے گوشے گوشے میں خواجۂ اجمیر ”ہند الولی خواجہ معین الدین چشتیؒ کی عظمت کا ڈنکا بج رہا تھا اور ان کے مرید وخلیفہ قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی شوکت ورفعت سے کون آشنا نہ تھا۔

والدہ ماجدہ نے شیخ فریدالدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ کو بخوشی اجازت فرمائی۔ اب بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ بغداد روانہ ہوئے۔ بغداد پہنچنے سے پہلے بخارا راستہ میں تھا یہاں تشریف فرما ہوئے۔

بخارا کی طرف روانگی:

چنانچہ بخارا میں حضرت شیخ اجل شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ بزرگ یہاں کے برگزیدہ تھے۔ یہ سلاطین زمانہ اور امرا سے نہ ملتے تھے۔ حضرت اجل شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے بابا فریدالدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تو بے اختیار فرمایا۔ اے محبوب، کہ تیری آمد اہل دل کے لیے سرمایہ تسکین وجان ہے۔ یہاں بابا فرید ان کی صحبتوں سے فیضیاب ہوتے رہے۔ حضرت اجل رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں بخشش وعطا کا یہ عالم تھا کہ کوئی سوالی خالی ہاتھ نہ جاتا تھا۔

بغداد روانگی:

یہاں سے آپ عازم بغداد ہوئے اور مشہور بزرگ سلسلہ سہروردیہ کے بانی شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ نے بڑی عزت افزائی سے نوازا اور اپنی شہرہ آفاق تصنیف عوارف المعارف کا سبق خود پڑھایا اور شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ کو اس کے مطالب ذہن نشین کرائے۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں بڑے قیمتی تحائف اور زر کثیر لے کر امرا اور روٴسا حاضر ہوتے مگر شیخ شام ہونے سے پہلے سب کچھ بندگان خدا میں تقسیم کر دیتے۔

سیستان کی طرف روانگی:

حضرت بابا فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ کچھ عرصہ شیخ کی صحبت سے فیض یاب ہوکر سیستان کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں کے صاحب نعمت بزرگ حضرت شیخ اوحدالدین کرمانی رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو روحانیت کے بلند مقام پر فائز تھے۔ حضرت شیخ کرمانی رحمۃ اللہ کا مشغلہ کرامت دکھانا اور دیکھنا تھا۔ جب کوئی بزرگ آپ کی خانقاہ میں آتا تو اپنی کرامت کا اظہار کرتے اور اس بزرگ کو بھی مجبور کرتے کہ اپنی روحانی قوت کا مظاہرہ کرے۔

ایک دن حضرت بابا فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ اور دوسرے کئی بزرگ شیخ کرمانی رحمۃ اللہ کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ حضرت اوحدالدین کرمانی رحمۃ اللہ نے سب بزرگوں کو فرمایا کہ اپنی اپنی کرامات کا اظہار کرو۔ پھر خود ہی پہلے کرامت کا اظہار کرنے لگے کہ یہاں یعنی سیستان کا حاکم میرے ساتھ دشمنی رکھتا ہے۔ آج وہ چوگان کھیلنے کے لیے گیا ہوا ہے، آج اس کے زندہ اور سلامت واپس آنے کی کوئی راہ دکھائی نہیں دیتی۔

ابھی اوحدالدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بات ختم ہی کی تھی کہ ایک ارادت مند نے آ کر اطلاع دی کہ حاکم گھوڑے سے گر کر مر گیا ہے یہ کرامت دیکھ کر مجلس میں موجود تمام بزرگ حیران ہو گئے۔ اس کے بعد بعض دوسرے بزرگوں نے بھی اپنی اپنی کرامات کا اظہار کیا۔ اب حضرت بابا فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ کی طرف دیکھ کر شیخ اوحدالدین نے فرمایا۔ فرید تم بھی اپنی کوئی کرامت دکھاؤ۔

حضرت بابا فرید کو کچھ پریشانی لاحق ہوئی اور عرض کیا، اے شیخ! میں تو ایک طالب علم ہوں اور آپ جیسے بزرگوں سے کچھ سیکھنے اور خدمت کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔

حضرت بابا فرید الدین اپنی عاجزی کا مسلسل اظہار کرتے رہے مگر شیخ اوحدالدین کرمانی رحمۃ اللہ نے آپ کے کسی عذر کو تسلیم نہ کیا اور اسرار کرتے رہے بالآخر حضرت بابا فرید نے آنکھیں بند کیں اور دل ہی دل میں رب ذوالجلال سے درخواست گزار ہوئے۔

اے اللہ تُو تو جانتا ہے کہ میں ان صاحب کمال لوگوں میں بے کمال ہوں۔ اے اپنے بندوں کے عیب چھپانے والے میرا ظاہر باطن تجھ پر روشن ہے۔ نہ تو میں کرامت دکھانے کے لائق ہوں اور نہ میں کرامت کے اظہار کو مناسب خیال کرتا ہوں۔ اے

پروردگار عالم۔ مجھ بے ہنر کو ان حضرات کے سامنے شرمندگی سے محفوظ فرما۔ یہ تو اہل علم بھی ہیں اور اہل کمال بھی، میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔

ابھی بابا فرید اپنے رب کے حضور یہی التجائیں کر رہے تھے کہ تصورات کے پردے پر خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ کا چہرہ مبارک روشن ہو گیا۔ حضرت خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ فرما رہے تھے۔ بابا فرید کیوں آزردہ ہوتے ہو۔ ان بزرگوں سے کہو کہ اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ پھر انہیں تمہاری کرامت نظر آ جائے گی اور ان الفاظ کے ساتھ ہی خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ کا پُر نور چہرہ بابا فرید کی نظروں سے اوجھل ہو گیا اور بابا فرید نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ شیخ اوحد الدین کرمانی رحمۃ اللہ نے حضرت بابا فرید الدین کی کیفیت دیکھی تو فرمایا فرید خاموش کیوں ہو۔ کیا ابھی اس منزل پر نہیں پہنچے کہ کوئی کرامت دکھا سکو۔

حضرت بابا فرید الدین نے فرمایا۔ منزل تو میری ابھی بہت دور ہے مگر آپ تمام حضرات اپنی انکھیں بند کر لیں پھر دیکھیں رب غفور کیا ظاہر کرتا ہے۔

سب بزرگوں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ خانہ کعبہ میں موجود ہیں اور خود بابا فرید الدین بھی ان کے ساتھ بیت اللہ میں حاضر ہیں۔

کچھ دیر بعد جب تمام درویشوں نے آنکھیں کھولیں تو سب شیخ اوحد الدین کرمانی کی خانقاہ میں موجود تھے اور سب خاموش بیٹھے نظر آ رہے تھے۔

حضرت شیخ اوحد الدین کرمانی رحمۃ اللہ نے بے اختیار ہو کر فرمایا۔ فرید! اس نو عمری میں تمہیں یہ اعلیٰ مقام مبارک ہو۔ شیخ کرمانی اور دوسرے درویش حضرت بابا فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ کے اس روحانی تصرف کی تعریف کر رہے تھے مگر حضرت بابا فرید کی نظریں جھکی ہوئی تھیں اور آنسو بہہ رہے تھے۔

حضرت بابا فرید سوچ رہے تھے کہ آپ بزرگوں کو کیا بتاؤں کہ یہ سب کچھ کیا ہے اور کس کی نظر فیض اثر کا کمال ہے اور کس کے کرم کی کرشمہ سازی ہے۔

بدخشاں کی طرف سفر:

یہاں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد با اجازت حضرت شیخ اوحد الدین کرمانی رحمۃ اللہ آپ بدخشاں روانہ ہوئے۔ حضرت شیخ کرمانی نے بڑی گرمجوشی کے ساتھ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ کو رخصت فرمایا۔

اب آپ بدخشاں تشریف لے گئے۔ یہاں آپ کی ملاقات مشہور و معروف بزرگ حضرت شیخ عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی جو کہ حضرت شیخ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ حضرت شیخ عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ عشق خداوندی سے اس قدر سرشار تھے کہ اہل دنیا کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتے تھے۔ اس شان بے نیازی، قلندری کے سبب آپ ایک غار میں مقیم ہو گئے تھے۔ جب کوئی دنیا دار دعا کے واسطے حاضر خدمت ہوتا تو بڑے جلال میں فرماتے کب تک اس مردار دنیا کے پیچھے بھاگتے رہو گے۔ دنیا کی طلب لے کر آنے والو، غور سے سن لو، میرا دنیا سے کوئی رشتہ نہیں۔ اس سیاہ کار اور کریہہ عورت کو میں نے طلاق دے دی ہے۔ جاؤ کسی اور کے دروازے پر۔ میرے پاس دنیا کا سوال مت کرو میں تمہارے حق میں عافیت کا طلبگار ہوں۔

جب حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ شیخ عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لیے اس غار میں داخل ہوئے تو غار میں ایک ہیبت کی سی کیفیت محسوس ہوئی۔ حضرت بابا فرید کی نظر ایک نحیف و نزار شخص پر پڑی جو بظاہر ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا۔ جس کی ایک ٹانگ کٹی ہوئی تھی۔

بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ پر اس مرد جاں سوختہ کی اس قدر ہیبت طاری ہوئی کہ بڑھتے قدم رک گئے۔ آواز آئی وہیں خاک پر بیٹھ جا کہ تو میرا مہمان ہے اور میری میزبانی یہ ہے کہ میں اپنے مہمانوں کو خاک کے سوا کچھ نہیں دیتا......اور میرے پاس خاک کے سوا ہے بھی کیا کہ میں خود ہی خاک ہو چکا ہوں۔ حضرت بابا فرید نے اس مرد قلندر کی خدمت میں سلام پیش کیا اور بڑی رغبت کے ساتھ زمین پر بیٹھ گئے۔ غار میں ہو کا عالم تھا۔ کچھ دیر بعد بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا، اے شیخ! عشق کیا ہے؟

حضرت شیخ عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ مجھے دیکھ کہ میں عشق کی ادنیٰ مثال ہوں۔ میرے جسم کو دیکھ کہ یہ آتش عشق میں گھل چکا ہے۔ بس اب کچھ دنوں کی بات ہے یہ گھلتے گھلتے خاک میں جذب ہو جائے گا۔ اور دیکھو میں ایک ٹانگ سے محروم ہوں، دنیا کو طلاق دیئے ہوئے ستر برس ہو گئے ہیں۔ بس میں نفس کی متابعت میں ایک دن غار سے باہر نکلا ہی تھا۔ غیب سے آواز آئی کہاں جا رہے ہو۔ محبت کا دعویٰ تو ہم سے کر رکھا ہے اور پیروی نفس کی کر رہے ہو۔ بس فرید میں واپس غار میں لوٹا اور شرم و ندامت کی آگ بھڑک اٹھی فوراً میں نے ایک ٹانگ کاٹ کر باہر پھینک دی کہ یہ قدم جو نفس کی پیروی کے لیے باہر

نکلا تھا میں نے اسے کاٹ دیا۔

حضرت شیخ عبدالواحد رحمۃ اللہ کی داستان حیات سن کر حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ اس قدر روئے کہ آپ کی ہچکیاں بندھ گئیں اور یہ خیال آیا۔ کہ اے فرید! دیکھو اس سرزمین پر کیسے کیسے مردان خدا ہیں۔

یہاں شیخ عبدالواحد رحمۃ اللہ کے ساتھ بابا فرید رحمۃ اللہ اسی غار میں آٹھ دن رات مقیم رہے۔ اس دوران کوئی شخص نہ آیا مگر رات کے وقت کھانے کے لیے دودھ اور کھجوریں موجود ہوتی تھیں۔

کچھ دنوں کے بعد بابا فرید رحمۃ اللہ نے بدخشاں سے رخصت ہونے کی اجازت چاہی۔ تو شیخ نے سکوت اختیار کیا۔ بابا فرید سمجھ گئے کہ ابھی شیخ اجازت دینے پر آمادہ نہیں۔ آپ رک گئے۔ پھر شیخ نے سکوت توڑا اور فرمایا، فرید تو بھی چلا جائے گا۔ شیخ کی آواز میں درد تھا۔ ہاں سب نے چلے جانا ہے یہاں کسی کو دوام نہیں۔

بابا فرید رحمۃ اللہ نے عرض کی، اے شیخ آپ حکم دیں تو میں کچھ دن اور ٹھہر جاؤں، شیخ نے فرمایا چند روزہ قیام سے کیا ہوگا۔ جدائی کی منزل تو سر پر کھڑی ہے۔ پھر فرمایا فرید مجھ اسیر غم کی طرف نہ دیکھ کہ میں ازل سے قیدی ہوں۔ یہی تاریک غار میرا مکان ہے اور یہی میری خلوت اور جلوت ہے۔ مگر میری بات پر دھیان کر تو ہرگز گوشہ نشینی اختیار نہ کرنا۔ خلق خدا کا ہجوم تیرا منتظر ہے۔ میں تجھے اپنی دعاؤں کے ساتھ رخصت کروں گا، بس ایک رات اور ٹھہر جا۔ اتنا فرما کر شیخ نے مراقبہ کیا اور مشغول حق ہوئے۔ صبح جب شیخ نے بابا فرید کی طرف دیکھا تو فرمایا، اے فرید! تیرا آنا مجھے بہت اچھا لگا۔ میں جب تک زندہ رہوں گا تیرے لیے دعا خیر کرتا رہوں گا۔ شیخ کی یہ باتیں سن کر بابا فرید دل گرفتہ ہوئے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

شیخ نے بابا فرید رحمۃ اللہ کو سینے سے لگایا اور فرمایا، اے فرید! سوز نہاں میری میراث ہے۔ جس نے مجھے جلا کر خاک کر دیا ہے۔ اس آگ سے ایک چنگاری تیری نظر کرتا ہوں کہ اس چنگاری کے بغیر درویش نہیں ہوتا۔ نیکیوں اور اعمال صالح کا سوداگر بن جاتا ہے۔

اب جا اللہ تعالیٰ تیرے قدموں کو استقامت بخشے اور تیرے سر پر ہمیشہ اس کارساز حقیقی کی رحمت سایہ فگن رہے۔ بابا فرید رحمۃ اللہ بوجھل قدموں کے ساتھ غار سے باہر تشریف لائے اور شیخ عبدالواحد رحمۃ اللہ سے بچھڑنے کا غم بھی تھا۔

مقام چشت کی طرف روانگی:

بابا فرید رحمۃ اللہ بدخشاں سے عازم چشت ہوئے جو کہ خواجگان چشت اہل بہشت کا مرکز ہے۔ چشت پہنچے تو یہاں کے مشہور بزرگ خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ کے مزار اقدس پر حاضری دی اور کئی بزرگوں سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔ایک دن کسی بزرگ کی مجلس میں دیگر صوفیا کے ساتھ بابا فرید رحمۃ اللہ بھی حاضر تھے۔

ایک درویش نے اپنا خواب بیان کیا اور تعبیر چاہی۔خواب یہ تھا کہ کل رات میری موت واقع ہو چکی ہے اور میری روح شدید اضطراب میں مبتلا ہے۔صاحب مجلس نے درویش کا خواب سن کر اپنے علم کے مطابق تعبیر بتائی۔جب وہ بزرگ تعبیر بتا چکے تو بابا فریدؒ نے نہایت ادب کے ساتھ عرض کیا، کہ اگر اجازت ہو تو اس خواب کے بارے میں کچھ عرض کروں۔

صاحب مجلس نے نوجوان فرید رحمۃ اللہ کے تابناک چہرے کی طرف دیکھا اور پھر بڑی شفقت سے فرمایا۔علم کسی کی میراث نہیں اگر تم اپنے علم کے مطابق اس خواب کی تعبیر بہتر دے سکتے ہو تو ضرور دو۔

اجازت ملتے ہی بابا فرید اس خواب سنانے والے درویش سے مخاطب ہوئے کہ خواب میں موت سے مراد حقیقی موت نہیں میں اپنی کم علمی کے مطابق یہ محسوس کر رہا ہوں کہ جیسے آپ سے فجر کی نماز قضا ہو گئی ہے۔

جیسے ہی بابا فرید رحمۃ اللہ خاموش ہوئے۔اس درویش نے بے اختیار ہو کر کہا۔اے نوجوان تمہاری بتائی تعبیر بالکل درست ہے۔واقعی آج میری فجر کی نماز قضا ہو گئی ہے۔جب درویش نے نماز کی قضا کا اعتراف کر لیا تو بابا فرید نے فرمایا۔ایک مسلمان کی نماز کا قضا ہونا بھی موت کی حیثیت رکھتا ہے۔بس میرے نزدیک یہی آپ کے خواب کی تعبیر تھی۔

بابا فرید رحمۃ اللہ کی اس گفتگو سے حاضرین بہت خوش ہوئے اور صاحب مجلس نے یہ پیشین گوئی فرمائی کہ میرا وجدان کہہ رہا ہے کہ یہ نوجوان فرید بہت جلد آسمان معرفت پر خورشید تابناک بن کر چمکے گا۔

دمشق میں شیخ شہاب الدین زندوسی رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضری:

چشت سے روانہ ہو کر دمشق کی جانب روانہ ہوئے۔یہ تاریخی شہر بزرگان دین

اور اہل علم وفضل کا بڑا مرکز تھا۔ یہاں حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ دن قیام فرمایا اور کئی اولیائے کرام کی صحبتوں سے فیضیاب ہوئے۔

ایک دن بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ شیخ شہاب الدین زندوسی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر تھے کہ ایک واقعہ ایسا پیش آیا جس میں علم معرفت کے طلب گاروں کے لیے بڑا سبق ہے۔

حضرت شیخ شہاب الدین زندوسی رحمۃ اللہ علیہ روحانیت کے موضوع پر گفتگو فرما رہے تھے اور حاضرین پر ایک وجدانی کیفیت طاری تھی۔ جیسے ہی شیخ کا بیان ختم ہوا تو حاضرین مجلس میں سے ایک شخص اپنی نشست پر کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا۔ اے شیخ! آپ کا وہ مرید جسے آپ نے کچھ دن پہلے خرقہ عطا کیا تھا، اہل دنیا سے بہت میل جول رکھتا ہے۔ کیا اہل خرقہ کے لیے دنیا سے زیادہ میل جول رکھنا روا ہے۔

شیخ زندوسی نے بڑے تحمل کے ساتھ یہ ناخوشگوار خبر سنی اور جس مرید کا ذکر کیا گیا وہ شیخ زندوسی رحمۃ اللہ علیہ کا محبوب ترین مرید تھا۔ شیخ یہ سن کر کبیدہ خاطر ہوئے اور جس مرید پر بے پایاں شفقت فرماتے تھے آج اسی کی بابت اچھی خبر نہ ملی تھی۔ کیونکہ اہل خرقہ دنیا کے لیے بے رغبتی اختیار کرتے ہیں جبکہ یہ مرید دنیاوی میل جول میں مشغول ہو گیا۔ حضرت شیخ زندوسی رحمۃ اللہ علیہ بڑے کرب میں مبتلا ہوئے جیسے ان کا کوئی محبوب عزیز دنیا سے گزر گیا ہو۔ شیخ زندوسیؒ کا اضطراب دیکھ کر اہل مجلس بھی اداس نظر آنے لگے۔

پھر شیخ نے وقفہ سکوت کے بعد اپنے خدمت گاروں سے فرمایا۔ اسے تلاش کر کے میرے روبرو حاضر کرو۔ شیخ کی بیقراری نے ماحول کو یکسر بدل دیا۔ بابا فرید بھی یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے کیونکہ اہل خرقہ اگر دنیا کے شغل میں مبتلا ہو جائیں تو یہ اہل معرفت کے لیے رسوائی بن جاتا ہے۔

پھر شیخ نے اپنے خدمت گاروں کو حکم دیا کہ اس کو تلاش کر کے میرے روبرو حاضر کرو۔ جب اس وعدہ خلاف مرید کو شیخ کی بارگاہ میں حاضر کیا گیا تو مرید سر جھکائے ہوئے مجرم کی طرح کھڑا تھا۔

شیخ زندوسی کی چشم جلال اٹھی تو وہ مرید کانپ کر رہ گیا۔ شیخ نے فرمایا لوگ کہتے ہیں کہ تو نے میرے پہنائے ہوئی خرقہ کو ہنگام دنیا میں بے آبرو کیا ہے۔ مرید بغیر کوئی جواب دیئے بدستور کھڑا کانپ رہا تھا۔ شیخ نے پھر فرمایا، بتا تُو نے ایسا کیوں کیا۔

مرید لرزتے ہونٹوں سے بس اتنا ہی کہہ سکا کہ شیخ میں دنیا کی رغبت میں دل کے ہاتھوں مجبور ہو گیا تھا۔ مرید نے برسرِ مجلس اپنے جرم کا اقرار کیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ شیخ کی نگاہ کشف سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں۔

شیخ نے فرمایا۔ اے وعدہ خلاف وہ دن یاد کر جب تو نے مجھ سے دل کی دولت طلب کی تھی۔ کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ یہ مشکل ترین راستہ ہے۔ کیا میں نے تجھے خبردار نہیں کیا تھا کہ اس ریگزار میں تیرے پاؤں آبلوں سے بھر جائیں گے۔ تو نے رشتہ اعتبار کو پامال کر ڈالا جو اہل وفا کی پہچان ہے۔ جب تیری پہچان ہی گم ہو گئی ہے تو تو خود ہی میری خانقاہ سے نکل جا اور اپنے آپ کو سرکشی کے غبار میں گم کر دے۔

اتنا کہہ کر شیخ زندوسی اٹھے اور آگے بڑھ کر مرید کے جسم سے خرقہ اتار لیا جو کہ شیخ نے کچھ عرصہ پہلے بڑے ناز و محبت کے ساتھ اسے پہنایا تھا۔ پھر وہ مرید سراپا ندامت خانقاہ سے نکل گیا۔ شیخ زندوسی نے اہل مجلس سے مخاطب ہو کر فرمایا جانے والا چلا گیا کہ اسے جانا ہی تھا۔ وہ عشق کا مسافر تھا لیکن اہل دنیا اور اس کی تراشی ہوئی رسموں سے ڈرتا تھا اسے ظاہر کے خوف نے کھا لیا، صد حیف کہ اس نے باطل کی طرف نہیں دیکھا۔

ایک درویش نے عرض کی شیخ وہ سرکش تھا پھر آپ اس کے لیے اتنے آزردہ کیوں ہیں۔ شیخ نے فرمایا، جانے والے کو کیا معلوم کہ وہ میری ریاضت تھا، ایسی ریاضت جو رائیگاں گئی۔ وہ میری تمام زندگی کی دعاؤں کا ثمر تھا، ایسی دعائیں جو باب اثر سے لوٹ آئیں، شیخ کی آواز میں رقت تھی۔ بابا فرید بھی شیخ کی گفتگو سنکر بڑے غمگین ہوئے اور اہل مجلس بھی بڑے آزردہ حال تھے، پھر شیخ نے عجیب سے لہجے میں فرمایا۔

مرید بھی پیر کے جسم کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ اگر اسے اپنے اتنا قریب نہ سمجھا جائے تو پھر خانقاہی نظام فقط کاروبار ہے۔ جانے والا بھی میرے بدن کا ایک حصہ تھا۔ جب تک وہ دنیا کے ناہموار راستوں میں بھٹکتا رہے گا میری روح بھی پریشان و مضطرب رہے گی۔ وہ جس راہ سے بھی گزرے گا میری آنکھیں اس کی نگران ہوں گی۔ میں اس تنہا اور کمزور جسم کو وقت کی بے رحم آنکھوں کا ہدف بنتے ہوئے کس طرح دیکھ سکتا ہوں، شائد مجھے ہی دیکھنا ہو گا، مگر اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ لوحِ محفوظ پر کیا رقم ہے۔ اہل مجلس حیران تھے کہ پہلے شیخ کا وہ

قہرِ بے کنار اور پھر یہ سوز و فراق بڑا تضاد تھا جسے اہل مجلس سمجھنے سے قاصر تھے۔

اہل مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کی۔ پھر آپ نے اس کے جسم سے خرقہ کیوں اتار لیا۔ ایک دوسرے درویش نے ان متضاد کیفیات کا مفہوم سمجھنے کی غرض سے عرض کی، شیخ زندوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ یہ بھی ضروری تھا، اگر ایسا نہ کرتا تو وہ بے راہ رو ہو جاتا۔

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کو اس وقت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ بڑی شدت سے یاد آئے اور یہ اندازہ ہو گیا کہ خواجہ قطب العالم نے سیاحت کا حکم کیوں دیا تھا۔

حضرت بابا فرید شیخ زندوسی رحمۃ اللہ علیہ سے غمناک آنکھوں سے رخصت ہوئے اور پھر شام تشریف لے گئے۔ یہاں بھی آپ کی صحبت کئی بزرگوں سے رہی۔ پھر یہاں سے بیت المقدس روانہ ہوئے اور وہاں قیام رہا۔ مستند روایات سے پتہ چلتا ہے کہ بابا فرید نے اس پاکیزہ سرزمین پر بھی چلہ کشی فرمائی۔ یہ جگہ اب تک زاویہ فرید ہندی کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں ایک عمارت بھی تعمیر کر دی گئی ہے جو کئی کمروں پر مشتمل ہے۔ جب زائرین یہاں ایک مردِ حق کی نشانی کو دیکھنے آتے ہیں تو اسی عمارت کے حجروں میں قیام کرتے ہیں اور زائرین سے کوئی کرایہ وصول نہیں کیا جاتا۔

نیشاپور میں شیخ فریدالدین عطار سے ملاقات:

اس طویل سیاحت کے دوران حضرت بابا فریدالدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ نے نیشاپور میں بھی قیام فرمایا، یہ تاریخی شہر اور کئی حوالوں سے بھی مشہور ہے مگر اس سرزمین کو یہ شرف حاصل ہے کہ نامور صوفی بزرگ حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نیشاپور زیادہ معتبر ہوا۔ یہاں آپ نے ایک خانقاہ تعمیر کی تھی اور بے شمار بھٹکے ہوئے مسافروں کو ان کی منزلوں کا پتہ دیا تھا۔

جب حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں حاضر ہوئے تو شیخ نے آپ کا والہانہ استقبال کیا اور شدتِ جذبات سے سرشار ہو کر فرمایا:

لوگو! غور سے دیکھو کون آیا ہے۔ فرید ہندی میرا محبوب آیا ہے۔ بابا فرید شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ کے اس اخلاقِ کریمانہ سے بہت متاثر ہوئے۔ جب تک نیشاپور میں قیام رہا اس مردِ کامل کے فیضِ صحبت سے استفادہ کرتے رہے پھر بغداد کے راستے بخارا پہنچے۔

شیخ سیف الدین فردوسیہ رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں حاضری:

بخارا میں حضرت بابا فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ نے چند روز حضرت شیخ سیف الدین فردوسیہ رحمۃ اللہ علیہ جو کہ بخارا کے مشائخ روزگار میں سے تھے ان کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ آپ کامل الحال تھے۔

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جونہی میں ان کی خانقاہ میں داخل ہوا تو آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا، یہ نوجوان شیخ زمانہ ہوگا۔ تمام دنیا اس کے مریدوں اور روحانی فرزندوں سے بھر جائے گی، اتنا فرما کر آپ نے مجھے ایک سیاہ خرقہ عطا فرمایا۔

حضرت شیخ سیف الدین فردوسیہ رحمۃ اللہ علیہ کا دستر خوان بڑا وسیع تھا ہزاروں بھوکے آپ کے لنگر سے اپنے شکم کی آگ بجھاتے تھے۔

ایک دن آپ کی مجلس علم وعرفان آراستہ تھی۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ اے شیخ میں ایک صاحب حیثیت تاجر ہوں مگر مجھے مسلسل نقصان ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف بیماریاں بھی گھیرے رہتی ہیں، اس شخص کی عرضداشت سن کر حضرت شیخ نے فرمایا۔

مال وزر کا نقصان اس لیے ہوتا ہے کہ جب بندہ اپنے فرائض میں غفلت سے کام لیتا ہے۔ جب زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو رزق میں بے برکتی ہوتی ہے۔ رہی بیماری تو یہ قدرت کاملہ کا ایک راز ہے۔ ابن آدم پر بیماری اس لیے مسلط کی جاتی ہے کہ اس کا دل صحت مند ہو جائے۔ دل کی صحت اس طرح ممکن ہے کہ انسان بیماری میں اپنے اللہ کو یاد کرے اور کوتاہیوں سے تائب ہو جائے یہ ایک غیبی تنبیہ ہوتی ہے۔ اگر انسان کو اس کا مفہوم معلوم ہو جائے تو راہ راست پر آ جاتا ہے ورنہ مسلسل غفلت اسے مزید امراض میں مبتلا کر دیتی ہے۔ یہاں تک کہ موت سر پر جاتی ہے اور انسان توبہ کیے بغیر آخرت کے سفر پر روانہ ہو جاتا ہے۔ یہاں کچھ دن قیام فرمانے کے بعد حضرت بابا فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ شیخ سیف الدین فردوسیہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے فیضیاب ہو کر واپس اپنے وطن ملتان کی طرف روانہ ہوئے۔

ملتان میں واپسی:

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ واپس ملتان پہنچ کر کہوتوال والدہ ماجدہ کی خدمت میں ایسے حاضر ہوئے جیسے کوئی تشنہ لب دریا کے کنارے پہنچ کر شدت پیاس سے نڈھال ہو جائے۔ جیسے ہی آپ نے والدہ ماجدہ کے رخ روشن کو دیکھا تو بے اختیار قدموں سے لپٹ گئے۔

ادھر مادر گرامی بھی اپنے فرزند ارجمند کی جدائی سے بے حال تھیں۔ فرط جذبات سے اشکبار ہو گئیں۔ پھر جب دل بے قرار کی دھڑکنیں متوازن ہوئیں تو قرسم خاتون رحمۃ اللہ علیہا نے سعادت مند بیٹے کو سینے سے لگا کر دعاؤں سے سرفراز کیا۔

چند روز آرام کرنے کے بعد حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ نے مادر گرامی سے عرض کیا کہ اب آپ اجازت دیں تو میں دہلی خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ کی خدمت حاضری دوں۔

بی بی قرسم خاتون رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا۔ فرید ابھی تم اس قابل تو نہیں ہو کہ اس خواجۂ جہاں کی مجلس میں شریک ہو سکو۔ لیکن یہ بات میرے لیے اطمینان کا باعث ہے۔ کہ تم نے ان کے حکم کی تعمیل کر دی ہے۔ سیاحت اور علم کے حصول کے لیے جوان کا فرمان تھا وہ پورا ہو گیا۔ اب یہ خواجہ کی مرضی ہے کہ وہ تمہیں قبول کرتے ہیں یا نہیں۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی خدمت میں حاضری:

والدہ ماجدہ کی دعاؤں کے سائے میں حضرت بابا فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ دہلی روانہ ہوئے۔ اب وہ منزل آ گئی جس کے حصول کے لیے حضرت بابا فریدؒ نے قریہ قریہ اور نگر نگر کی خاک چھانی تھی۔ خواجہ جود وعطاء کی بارگاہ میں حاضری کے شوق نے اس قدر غلبہ کیا ہوا تھا کہ آپ کے دل کی عجب حالت تھی۔ خود کلامی کے انداز میں بار بار اپنے آپ سے مخاطب ہوتے۔ آخر یہ راستہ کب تمام ہوگا، کیا تو اپنی منزل پر پہنچ بھی پائے گا؟ فرید! کیا تو اس قابل بھی ہے کہ اس خواجۂ حسن و جمال کی قدم بوسی سے شرف یاب بھی ہو گا یا نہیں یا راستے میں ہی دم نکل جائے گا۔ بڑی عجیب حالت تھی، نہ دل قابو میں تھا نہ اوسان بحال ہو رہے تھے۔

پھر جب دہلی میں قدم رکھا تو شکرانے کے طور پر سر خاک نیاز پر رکھ دیا۔ اہل دہلی نے دیکھا۔ کہ ایک نوجوان سیاہ زلفوں والا عالم وارفتگی میں چلا جا رہا ہے۔ راستہ چلنے والوں سے پوچھتا ہے، خواجۂ جہاں کی خانقاہ کس طرف ہے۔ لوگ نووارد شوق کو قطب العالم کی خانقاہ کا راستہ بتا دیتے۔ یہ جاں سوختہ خانقاہ کے سامنے پہنچا، خواجہ کے آستانہ عالیہ پر نظر پڑتے ہی حالت غیر ہوگئی۔ وصال کا غم ساعت فراق سے زیادہ طلاطم خیز ثابت ہوا۔ اوسان خطا ہو گئے مگر اس بے خودی میں بھی اتنا ہوش باقی رہا کہ سر عقیدت میں خم کر دیا اور خانقاہ کے دروازے کے سامنے دست بستہ کھڑے رہے، جیسے اس راستے سے کسی باجبروت شہنشاہ کا گزر ہونے والا ہے۔

پھر لرزتے قدموں سے آستانہ چشتیہ بہشتیہ میں داخل ہوئے۔ دربار معرفت آراستہ تھا حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ۔ درس دے رہے تھے۔ اس وقت مجلس میں دوسرے مریدوں کے علاوہ مشائخ روزگار بھی حاضر تھے۔ ان میں حضرت قاضی حمید الدین ناگوری سلطان التارکین رحمۃ اللہ، مولانا شمیم الدین ترک رحمۃ اللہ، حضرت خواجہ محمود علاوالدین کرمانی رحمۃ اللہ، حضرت بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ، حضرت برہان الدین بلخی رحمۃ اللہ، حضرت نورالدین غزنوی رحمۃ اللہ، حضرت ضیاالدین رومی رحمۃ اللہ اور حضرت شیخ نظام الدین موئنہ دوز رحمۃ اللہ۔ جیسی ہستیاں خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ کے خزانۂ معرفت سے فیض یاب ہو رہے تھے۔ مجلس میں ہو کا عالم تھا جیسے اہل مجلس کی سانسیں رک گئی ہیں۔ خواجہ اپنے دلنشین واعظ سے اہل مجلس کی روحوں پر تصرف فرما رہے تھے۔ حضرت بابا فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ پر ایک ہیبت طاری تھی، مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ گئے۔

دل میں عجیب قسم کے خیالات ابھر رہے تھے کہ شائد خواجہ پہچان بھی پائیں گے یا نہیں۔ اگر خواجہ نے نہ پہچانا تو فرید پھر تیرا دنیا میں رہنا کس کام کا ہے۔ اسی طرح کے کئی اندیشے اور کئی فکریں پیدا ہو رہی تھیں۔ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ نے ایک صدائے جاں نوازسنی چند لمحوں کے لیے کوچۂ عشق کو اپنی ساعت پر شبہ سا گزرا مگر حقیقت اپنی تمام تر تابنا کیوں کے ساتھ جلوہ گر ہو چکی تھی۔

درس سے فارغ ہو کر حضرت خواجۂ بندہ نواز قطب العالمؒ کی نظر اسی گوشے کی

طرف اٹھی۔ قطب العالم نے قدرے بلند آواز سے فرمایا۔ مرحبا۔ بابا فرید سب کام ختم کر کے آئے ہو، تمہیں آنا مبارک ہو۔ یہ الفاظ بابا فرید کی سماعتوں تک کیا پہنچے کہ تن مردہ میں جان آ گئی جیسے ساری کائنات کا سرمایہ مل گیا ہو۔

پھر خواجہ نے مزاج پرسی کی تو یوں لگا جیسے دولت کونین قدموں میں ڈھیر ہو گئی ہو۔ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ آداب مجلس سے بے نیاز ہو کر حضرت قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں سے لپٹ گئے پھر اتنا روئے کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔ پھر جب قدرے حالت سنبھلی تو بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا حضور آج اگر مجھے آپ نہ پہنچانتے تو میں کہاں جاتا۔ آپ کی نگاہ کرم ہی میری پہچان ہے۔ ورنہ فرید کیا اور اس کی حقیقت کیا۔ حضرت بابا فریدؒ کی آواز اس قدر پرسوز تھی کہ حاضرین مجلس بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

پھر حضرت قطب العالم کا دست کرم بابا فریدؒ کے سر پر سایہ فگن تھا اور نوائے شیریں اس دل پر شبنم ریز تھیں جو آتش فراق سے جل رہا تھا۔

اس کے بعد بندہ نواز خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے سامنے بٹھایا اور اہل مجلس سے گویا ہوئے گو کہ فرید رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے ملتان میں ہی اپنے حلقہ ارادت میں شامل کر لیا تھا لیکن یہ سب کچھ روحانی طور پر تھا۔ آج میں فرید کو باقاعدہ شرف نیابت یعنی بیعت سے مشرف کرتا ہوں۔

اس مجلس میں بڑے بڑے مشائخ عظام اور علمائے کرام موجود تھے۔ خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مجلس میں حضرت بابا فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ کو دامن رحمت سے پیوست کیا۔

حضرت فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے سرفراز ہوئے، اکابر صوفیا اور نامور مشائخ نے حضرت بابا فرید کو دعاؤں کے پرخلوص نذرانے پیش کیے۔ مرشد چارہ ساز نے کمال شفقت فرمائی اور اپنی خانقاہ میں ایک حجرہ عطا فرمایا کہ فرید اس حجرہ میں ریاضت اور مجاہدہ کرو۔

ریاضت و مجاہدہ وجہ تسمیہ گنج شکر:

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہ العزیز نے اپنے مرید باصفا

کو درگاہ بے نیازی میں غزنی دروازہ کے سامنے حجرہ عطا فرمایا۔

اب حضرت بابا فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ اپنے مرشد برحق کی نیابت میں شب و روز بسر کرنے لگے۔ خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ اپنے تمام مریدوں پر فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ کو فوقیت دیتے اور اکثر خلوت میں حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ کو طلب فرماتے اور اسرار الٰہیہ کے رموز سے آگاہ فرماتے۔

اب خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ نے بابا فرید کو ریاضت و مجاہدہ کی خاردار وادی میں داخل کرنے کا فیصلہ فرمایا اور اپنے اس عزیز ترین مرید کو طے کا روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ اس روزے کی خصوصیت یہ ہے کہ تیسرے دن افطار کیا جاتا ہے اور یہ بڑی کٹھن ریاضت ہوتی ہے۔ بحکم مرشد برحق آپ نے طے کا روزہ رکھا تو تیسرے دن افطار کے لیے کچھ نہ تھا۔ پڑوس میں ایک شخص کو پتہ چلا کہ ایک نوجوان درویش چلہ کشی کر رہا ہے اس نے حصول ثواب و برکت کے لیے شام کو بابا فرید کی خدمت میں کھانا پیش کیا۔

آپ نے اس کھانے سے چند لقمے لے کر افطار کر لیا۔ ابھی چند ساعتیں ہی گزری تھیں کہ آپ کو قے ہوگئی اور وہ لقمے قے کے ذریعے باہر نکل گئے۔ آپ نے پانی پی کر رات ذکر الٰہی میں بسر کی جب نماز فجر کے بعد خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ کی مجلس درس آراستہ ہوئی تو بابا فرید نے افطار کا واقعہ آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ نے فرمایا۔ اے فرید! اللہ تعالیٰ بہتر کرتا ہے وہ کھانا ایک شراب خور کے گھر سے آیا تھا۔ گو کہ وہ بڑی عقیدت کے ساتھ لایا تھا مگر اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ ایک کثیف اور ناپسندیدہ غذا تمہارے شکم میں جائے۔ حضرت قطب العالم رحمۃ اللہ کی گفتگو سن کر اہل مجلس پر یہ راز بھی فاش ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف حرام روزی ہی ناپسندیدہ نہیں بلکہ اس کا ایک نوالہ بھی ناگوار ہے۔

خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ نے اب بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کو دوبارہ طے کا روزہ رکھنے کا حکم فرمایا اور یہ تاکید بھی فرمائی کہ اب کسی شخص کے لائے ہوئے کھانے سے افطار نہیں کرنا بلکہ غیب سے جو کچھ میسر ہو اس سے افطار کرنا۔ اگرچہ آپ کو کمزوری اور نقاہت محسوس ہو رہی تھی مگر مرشد کے حکم نے آپ کو ایک بار پھر توانا کر دیا۔

اب بابا فرید رحمۃ اللہ نے طے کا دوسرا روزہ رکھا۔ جب تیسرے دن افطار کا وقت آیا تو آپ غیب سے خورد ونوش کا انتظار کرنے لگے جب ایسی کوئی علامت ظاہر نہ ہوئی اور وقت تنگ ہونے لگا تو آپ نے روزہ پانی سے افطار کر لیا اور نماز و عبادت میں مشغول ہوئے۔

پھر ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ جب شکم کی آگ ستاتی تو آپ آنکھیں کھول کر دیکھ لیتے کہ شائد اب غیب سے کچھ ظاہر ہو۔ بھوک کی آزمائش کی عجیب منزل تھی۔ ذات رب العلیٰ پر یقین بھی پورا پورا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ اس مرحلے میں بندے کو تنہا اور بے یارو مددگار نہیں چھوڑے گا اور پھر مرشد برحق کی بات پر بھی یقین محکم تھا کہ غیب سے کچھ نہ کچھ ظہور پذیر ہوگا۔

بھوک اور کمزوری کی وجہ سے شکم میں درد شدت اختیار کر گیا تھا تکلیف کو کم کرنے کے لیے بار بار پہلو بدلتے تھے۔ اسی کشمکش میں ہاتھ زمین پر مارے تو چند سنگریزے ہاتھوں میں آئے۔

مسلسل چھ روز کے فاقہ سے انسانی کیفیت کیا ہوتی ہے اہل نظر خوب جانتے ہیں۔ تقاضۂ بشریت سے جب بھوک کی شدت حد سے گزر جائے تو کیا عالم ہوتا ہے۔

جب قوت برداشت جواب دے گئی تو وہ چند سنگریزے جو ہاتھوں میں آئے تھے وہ حالت اضطراری میں منہ میں ڈال لیے تو محسوس ہوا کہ کوئی میٹھی چیز منہ میں ہے۔ فوراً خیال گزرا کہ کہیں شیطان مردود کا فریب نہ ہو، فوراً تھوک دیے۔

پھر آپ پر جب دوبارہ بھوک کا غلبہ ہوا تو ہاتھ زمین پر مارے پھر چند سنگریزے ہی ہاتھ میں آئے۔ شدید عالم اضطراب میں ان سنگریزوں کو منہ میں رکھ لیا تو پھر بھی مٹھاس کا ذائقہ محسوس ہوا۔ بابا فرید رحمۃ اللہ نے پھر اسی خیال کے پیش نظر کہ کہیں شیطان کی چال نہ ہو فوراً اگل دیے۔

اب حالت غیر ہو رہی تھی اب کی بار جو سنگریزے ہاتھ میں آئے منہ میں رکھے تو محسوس ہوا یہ شکر ہی ہے۔

اب بابا فرید کو کچھ اطمینان نصیب ہوا کہ یہ تحفہ غیب سے ہی ہے اور پیر و مرشد کے الفاظ بھی یاد آ گئے۔

کہ فرید غیب سے جو ظاہر ہو اسی سے افطار کرنا۔ ان سنگریزوں کے منہ میں رکھنے سے ایسا محسوس ہوا کہ بھوک مٹ گئی ہے اور ایک توانائی کا احساس جسم میں ہونے لگا۔

اب علی الصبح بابا فرید رحمۃ اللہ قطب العالم رحمۃ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، تو مرشد کریم نے فرمایا۔ فرید روزہ مکمل ہو گیا۔ جواب میں بابا فرید رحمۃ اللہ نے وہ عجب و نادر واقعہ دہرایا۔ جواب سن کر بندہ نواز خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ نے بڑی محبت آمیز نظروں سے اپنے مرید سوختہ جاں کی طرف دیکھا اور زیر لب تبسم فرمایا، پھر گویا ہوئے۔ اے فرزند! اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبردار بندوں کو ہی ایسی نشانیاں دکھاتا ہے۔

وہ سنگریزے حقیقت میں سنگریزے ہی تھے مگر تمہارے منہ میں آ کر اپنی فطرت بدل دیتے تھے اور یہ سب کچھ بحکم الٰہی سے ظہور پذیر ہو رہا تھا۔ جب روح کثافت کا لباس اتار کر لطافت کی قبا پہن لیتی ہے اور مسلسل ریاضت اور مجاہدہ سے جب نفس کی سرکشی ختم ہو جاتی ہے تو دائمی حلاوت نصیب ہوتی ہے۔ سنگریزوں کا شکر بن جانا اسی شرینی کے سبب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے تمہاری روح میں شامل کر دیا ہے۔

فرید! تمہیں قدرت کاملہ کی طرف سے یہ خاص انعام مبارک ہو، یہ شرینی جو رب قدوس کی طرف سے تمہارے منہ میں رکھی گئی ہے اسی کے سبب سے تم گنج شکر کہلاؤ گے۔ مرشد مہربان کی زبان اقدس سے یہ الفاظ کیا ادا ہوئے کہ پھر حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ بن گئے۔

اور اسی لقب گنج شکر سے سارے عالم میں مشہور ہوئے اس ضمن میں اور بھی روایات ہیں مگر محققین کے نزدیک لقب گنج شکر کی یہی روایت معتبر ہے۔

طے کے روزے کی تکمیل ہونے کے بعد حضرت قطب العالم رحمۃ اللہ کے حکم پر اسی حجرۂ شریف میں اور بھی کئی چلے کیے۔ جونہی چلہ پورا ہوتا حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ بارگاہ مرشد میں حاضر ہوتے قطب العالم رحمۃ اللہ مزید کوئی وظیفہ مقرر کر دیتے۔

یاد رہے کہ لفظ بابا فرید کہہ کر قطب العالم رحمۃ اللہ نے ملتان سے رخصت ہوتے ہوئے مخاطب فرمایا تھا۔

اب بابا فرید ایک اور آفاقی لقب گنج شکر سے ملقب ہو گئے۔ یہ دونوں القاب

بارگاہ بندہ نواز مرشد برحق خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتیؒ نے عطافرمائے۔ جب مسلسل ریاضت اور صحبت مرشد سے پاس رہتے ہوئے بھی دوری محسوس ہوئی تو ایک دن بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی:

سیدی! اب تو بندہ عاجز آپ کے قرب میں ہوتے ہوئے بھی دور ہے۔ اس ریاضت اور چلہ کشی کے سبب کئی کئی روز دولت دیدار سے محروم رہتا ہے۔ عاجز فرید رحمۃ اللہ علیہ ہمہ وقت آپ کی خدمت میں حاضر رہنا چاہتا ہے۔ خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت شفقت سے فرمایا۔ اے بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ یہ دوری کب ہے۔ یہ تو حضوری ہے۔

سلطان الہند کی قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں تشریف آوری:

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی چلہ کشی کے دوران مشائخ ہند کی تاریخ میں وہ واقعہ پیش آیا جو وقت کی پیشانی پر نقش ہو گیا۔ جب ہندوستان کے حقیقی سلطان کہ جن کی روحانی بادشاہت قیامت تک برصغیر پاک و ہند میں قائم رہے گی۔

یعنی سلطان الہند خواجہ معین الملت وشرع والدین اجمیر سے دہلی آئے اپنے مرید و خلیفہ اور جانشین خلیفۂ اکبر خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں رونق افروز ہوئے۔ آپ کے نیاز حاصل کرنے کے لیے سارا دہلی اور قرب و جوار کے لوگ دیوانہ وار حاضر ہوئے۔

ان عام لوگوں میں ہندوستان کا فرمانروا سلطان شمس الدین التمش انار اللہ برہانہ بھی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا۔ جب تمام لوگ دولت دیدار سے مشرف ہو کر جا چکے اور خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ کے تمام مریدوں نے بھی دولت پائیدار حاصل کر لی۔

تو سلطان الہند نے قطب العالمؒ سے فرمایا۔ کہ وہ مرید جس کا تم نے خطوط میں ذکر کیا تھا، کیا وہ ملاقات کرنے والوں میں شامل نہیں تھا۔

خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ نے عجب سرشاری کے عالم میں عرض کیا۔ حضور فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوتا لیکن وہ چلہ کشی کے سبب سے اس نعمت عظیم سے سرفراز نہ ہو سکا۔ قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت سن کر سلطان الہند

نے کچھ توقف فرمایا، پھر گویا ہوئے۔ اچھا اگر وہ یہاں آنے سے قاصر ہے تو ہم اس کے حجرے تک جانے سے عاجز نہیں۔ خواجہ اجمیر کی زبان گوہر بیاں سے یہ الفاظ سن کر قطب العالم رحمۃ اللہ کے چہرۂ اقدس پر کیف و مسرت کا عجب سا رنگ ابھر آیا اور اپنے مرید خاص بابا فرید الدین مسعودؒ کے نصیب پر بہت شاداں و فرحان ہوئے کہ سلطان الہند نے فرید غلام کو ملنے کے لیے خود تشریف لے جانا پسند فرمایا ہے۔

اب خواجہ جہاں قطب العالم رحمۃ اللہ اس حجرہ کی طرف چل دیے جہاں بابا فرید رحمۃ اللہ سخت ریاضت میں مشغول تھے۔ حجرہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر ان دونوں ہستیوں نے اس جاں سوختہ کو دیکھا جس نے اپنی جوانی سخت ریاضت و مجاہدہ کی نذر کر دی تھی اور اپنے پیرومرشد کی محبت میں اپنی ہستی کو مٹا دیا تھا۔ اتنے میں بابا فرید رحمۃ اللہ نے بھی محسوس کیا کہ ایک غیر معمولی مسحور کن خوشبو حجرے کے چاروں طرف پھیل گئی ہے۔ آپ کے حواس دنیا کی بہترین خوشبوؤں سے آشنا تھے مگر آج جو خوشبو حجرے میں بکھری ہوئی تھی وہ تمام خوشبوؤں سے جدا تھی۔ گھبرا کر بابا فرید رحمۃ اللہ نے آنکھیں کھولیں تو خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ نے فرمایا۔ اے فرید رحمۃ اللہ آج اپنی نیک بختی پر ناز کرو کہ میرے پیرومرشد سلطان الہند تمہیں ملنے کے لیے تشریف لائے ہیں۔ پیرومرشد کی زبان اقدس سے یہ الفاظ سن کر بابا فرید رحمۃ اللہ کی حالت غیر ہوگئی، فوراً احترام کے لیے کھڑے ہونے کی کوشش میں لڑکھڑا کر گر پڑے۔ دوبارہ اٹھنے کی کوشش کی لیکن کمزوری اور نقاہت اور فرط عقیدت میں کھڑے ہونے میں ناکام رہے اور آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب امڈ آیا۔ عاجز ہو کر بابا فرید رحمۃ اللہ نے سر زمین نیاز پر رکھ دیا کہ فرید آج ایسی عالی مرتبت ہستی کے احترام میں کھڑے ہونے سے عاجز ہے کہ جس کے در دولت پر قدسی بھی نیازمندی کی سعادت حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ پھر یہ دونوں ہستیاں فرید رحمۃ اللہ کے بالکل قریب ہوئیں اور قطب العالم رحمۃ اللہ نے فرمایا۔ اے فرید! میرے آقا و مولا کی قدم بوسی کرو۔ بابا فرید رحمۃ اللہ نے اپنا سر قطب العالم رحمۃ اللہ کے قدموں میں رکھ دیا۔

سلطان الہند معین الملت کو بابا فرید رحمۃ اللہ کی یہ ادا بہت پسند آئی۔ آپ نے مسرور ہو کر فرمایا۔ اے قطب الدین رحمۃ اللہ یہ نوجوان فرید رحمۃ اللہ قیامت تک تمہارے

قدموں کے سوا کوئی اور قدم نہ دیکھ سکے گا۔ جس دل میں قطب کی محبت سمائی ہے وہاں کوئی اور محبت نہیں سما سکتی۔ پھر انتہائی مسرت کے عالم میں سلطان الہند نے فرمایا، اے قطب! کب تک اس نوجوان فرید کو مجاہدے کی آگ میں جلاؤ گے جو نعمت ہے فرید کو عطا کر دو۔

خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی، حضور میری کیا مجال ہے؟ آپ ہی کرم نوازی فرمائیں۔ بعض روایات میں ہے خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی منشا تھی کہ فرید رحمۃ اللہ علیہ کو نعمت باطنی میرے پیر و مرشد عطا فرمائیں۔

پھر سلطان الہند خواجۂ خواجگان نے خم ہو کر بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے جسم کو ہلکی سی جنبش دی اور بابا فرید کھڑے ہو گئے۔ پھر جہان طریقت نے وہ منظر دیکھا کہ چشم فلک کو بھی رشک آیا۔ دونوں خواجگان چشت نے نوجوان فرید کو اپنے درمیان کھڑا کر کے باطنی نعمتوں کو تمام کیا اور بارگاہ رب ذوالجلال کے حضور دعا گو ہوئے۔ اے سلسلہ چشتیہ کو عظمت و بزرگی عطا کرنے والے! ہمارے خاندان کے اس وارث پر اپنی بے پایاں رحمت کا نزول فرما کہ بجز تیرے فضل کے کچھ بھی نہیں.......... اپنی قدرت لا یزال کے صدقے فرید رحمۃ اللہ علیہ کی دستگیری فرما اور فقر و درویشی کے کامل ترین مرتبے پر فائز فرما۔ ان دعائیہ کلمات کے بعد حضرت سلطان الہند نائب رسول ہند الولی خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری ادام اللہ تقواہٗ نے بابا فرید الدین مسعود نور اللہ مرقدہ کو سینے سے لگا کر دولت فقر یعنی دولت پائیدار سے مالا مال کر دیا۔ بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کا پورا جسم جو کل تک محبت کی آگ کے شعلوں سے جل رہا تھا خواجۂ اجمیر کے سینۂ اقدس سے کیا لگا کہ وہ تپش گل و شبنم میں تبدیل ہو گئی اور پورا وجود مسعود ایسی ٹھنڈک اور فرحت سے لبریز ہوا کہ اس کیف و سرور کو الفاظ بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

یہ سربستہ راز اہل محبت اور اہل نظر ہی جانتے ہیں کہ سلطان الہند کا جمال اور خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ کا جلال بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے سینۂ بے کینہ میں سما گیا۔ پھر کیا تھا؟ بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں سے تمام حجاب اٹھ گئے، معرفت الٰہی کے کئی پوشیدہ راز سورج کی طرح روشن ہو گئے۔ طویل سیاحت اور سخت ریاضت و مجاہدہ کے بعد جو دولت عرفان حاصل نہ ہو سکی تھی آج سلطان الہند اور قطب العالم رحمہم اللہ کی ایک چشم کرم نے بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے دامن میں ڈال دی۔

پھر سلطان الہند کی زبان اقدس سے وہ تاریخی کلمات ادا ہوئے جو آسمان طریقت پر روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔

اے بابا بختیار شہباز عظیم بقید آوردہ کہ بجز سدرۃ المنتہیٰ
آشیاں نگیرد فرید شمع ایست کہ خانوادہ درویشاں منور سازد

اے بابا بختیار تم نے ایسا شہباز قید کر رکھا ہے جو سدرۃ المنتہیٰ سے کم پر قیام نہیں کرتا۔ فرید وہ شمع ہے جس سے خانوادہ درویشاں روشن ہوگا۔

تقریباً آٹھ سو سال پہلے خواجۂ خواجگان والیئے ہندوستان کی زبان فیض اثر سے ادا ہونے والے الفاظ آج تک اپنی حقیقت کی ترجمانی کرتے نظر آتے ہیں کہ خاندان درویشاں میں حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی خصوصی امتیاز کا حامل ہے اور آپ کے سلسلہ عالیہ کے خلفاء اور مریدین کا سلسلہ جاری و ساری ہے اور ابدالآباد رہے گا۔

اگر گیتی سراسر باد گیرد
چراغ چشتیاں ہرگز نمیرد

چلہ معکوس:

ایک دن بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ نے اپنے پیرو مرشد خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضور میری آرزو ہے کہ مزید چلہ کشی کروں۔ خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا اس کی ضرورت نہیں اس سے بے جا شہرت ہوتی ہے۔ بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی حضور آپ پر سب کچھ روشن ہے کہ میری نیت شہرت کے لیے نہیں بلکہ مزید ریاضت کی ہے، یہ سن کر قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہے۔

حضور بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے بارہا اپنی مجلسوں میں فرمایا ہے کہ مجھے اپنی اس غلطی پر آج بھی ندامت محسوس ہوتی ہے کہ میں نے خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ کی مرضی کے خلاف اسرار کیوں کیا۔

اس واقعہ کے چند دن بعد قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ تم

چلہ معکوس کرو۔ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ بپاس ادب اس کا طریقہ نہ پوچھ سکے اور اپنے دوست اور پیر بھائی حضرت خواجہ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ کے ذریعے چلہ معکوس کا طریقہ معلوم کیا کہ چالیس رات اپنے پاؤں کو رسی باندھ کر سر کے بل کنویں میں لٹکنا ہوتا ہے۔ اب بابا فرید رحمۃ اللہ ایسے کنویں کی تلاش میں تھے جو مسجد کا کنواں ہو اور جس پر درخت بھی ہوتا کہ لٹکنے میں آسانی رہے۔ حضرت بابا فرید سفر کرتے ہوئے واپس کھوتوال آ گئے اور والدہ ماجدہ کی خدمت میں کچھ دن حاضر رہے۔ کھوتوال سے باہر ایک مسجد میں دن رات عبادت و ریاضت میں مشغول ہوئے، کھانے پینے کا خیال بھی نہ آتا۔ لوگوں سے میل جول بہت کم رکھتے۔ بچپن یہیں گزرا تھا مگر اب لوگ آپ کی عبادت اور سخت ریاضت کی وجہ سے آپ کو قاضی بچہ دیوانہ کہتے تھے کیونکہ قاضیوں کا گھرانہ تھا۔ پھر انہی دنوں حضرت جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ کھوتوال آئے۔ آپ نے لوگوں سے کہا مجھے یہاں خدا کے دوست کی خوشبو آتی ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ ہاں یہاں قاضی بچہ دیوانہ ہے جو خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ کا مرید ہے۔ یہ سن کر حضرت جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ آپ سے ملنے کے لیے آبادی سے باہر مسجد میں تشریف لائے جہاں بابا فرید رحمۃ اللہ قیام فرما تھے۔ شیخ جلال الدین تبریزی نے بڑی شفقت فرمائی اور حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ سے ملاقات کر کے بہت خوش ہوئے۔

اب بابا فرید رحمۃ اللہ کنویں کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ جب اوچ شریف پہنچے تو یہاں ایک پرفضا مقام پر ایک مسجد تھی جسے مسجد حاج کہتے ہیں۔ اس مسجد میں جو کنواں تھا اس پر ایک درخت بھی تھا جس کی شاخیں کنویں پر پھیلی ہوئی تھیں۔ حسن اتفاق سے اس مسجد کا مؤذن جس کا نام خواجہ رشید الدین مینائی تھا حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ کا پرانا واقف تھا۔ کچھ دن قیام کے بعد بابا فرید رحمۃ اللہ نے اپنا مقصد بیان کیا اور موذن سے رازداری کا عہد لیا اور رسی منگوالی۔

بعد نماز عشاء مؤذن رشید الدین نے بابا فرید رحمۃ اللہ کے پاؤں میں رسی باندھ دی اور کنویں میں لٹکا دیا، صبح فجر کے وقت باہر نکال لیا غرضیکہ چالیس راتوں تک یہ عمل جاری رہا۔ چلہ پورا ہونے کے بعد جب بابا فرید رحمۃ اللہ نے واپسی کا قصد فرمایا تو رشید الدین مؤذن نے عرض کیا کہ حضور میری بچیاں جوان ہیں ان کی شادی کے لیے اسباب

نہیں رکھتا۔ ازراہ کرم دعا فرمائیں، اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کی دعا رد نہیں کرتا۔ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے مؤذن سے فرمایا، تم وعظ کہنا شروع کرو۔ اس نے عرض کیا حضرت میں تو ان پڑھ ہوں۔ وعظ کیسے کروں گا؟ آپ نے فرمایا رشید الدین منبر پر قدم رکھنا تمہارا کام ہے اور فضل کرنا رب کریم کا کام ہے۔ بس پھر کیا تھا۔ حضور بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، کا ارشاد پورا ہوا اللہ تعالیٰ نے رشید الدین مینائی کا سینہ علم و فضل سے بھرپور کر دیا۔ رشید الدین نے منبر پر قدم رکھا تو لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ ان پڑھ کیا وعظ کرے گا مگر جب انہوں نے بیان شروع کیا تو لوگوں کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ لوگ حیران تھے کہ رشید الدین مؤذن کو ایسا علم کب اور کہاں سے حاصل ہو گیا۔ پھر کیا تھا؟ لوگ دور دراز سے دیوانہ وار اس کا واعظ سننے کے لیے آتے۔ اس طرح رشید الدین مینائی کے دن بدل گئے اور رزق کی فراوانی ہو گئی۔ حضور بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ریاضت اور مجاہدہ کی بابت بڑے بڑے پیشواؤں نے آپ کو زہد الانبیاء کے لقب سے ملقب کیا ہے۔ آپ جب سے چلہ کشی فرما رہے تھے کھانا پینا برائے نام تھا بلکہ بعض اوقات کھانے سے مکمل پرہیز کرتے۔

بقول سالار عارفاں حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ:

غافلوں اور عام لوگوں کی زندگی خون اور ہڈیوں کے مغز سے ہوتی ہے لیکن عاشقوں اور عارفوں کی زندگی دوست کی یاد اور اس کے ذکر سے ہوتی ہے۔ خون کے بجائے ان کے بدن محبت کی خوشبو سے فرحت حاصل کرتے ہیں۔

ہر نفس نو کہ وصول آورد
مائدہ تازہ نزول آورد
روح از تازہ غذائے برد
دل نفس باد ہوائے برد

جو نیا سانس حاصل ہو رہا ہے گویا ایک تازہ دستر خوان نازل ہو رہا ہے اس سے روح کو تازہ غذا ملتی ہے اور دل تازہ ہوا کھاتا ہے۔

حضور بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ اس زمانے میں لکڑی کی روٹی کپڑے میں لپیٹ کر ساتھ

رکھتے تھے۔ جب کوئی کھانے کے لیے پوچھتا تو آپ اس طرف اشارہ فرماتے کہ میرے پاس یہ موجود ہے کیونکہ انتہائی تقویٰ کے سبب ہر کسی کا کھانا نہ کھاتے، مسلسل روزہ اور شب بیداری، اذکار و اشغال کی وجہ سے آپ ایک انسانی ڈھانچہ بن کر رہ گئے تھے۔ حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ نے حضرت بابا فرید الدین رحمۃ اللہ کے اس قول مبارک کو انہی مجاہدات کی کامیابی قرار دیا ہے۔ بابا فرید رحمۃ اللہ فرماتے ہیں چالیس سال تک جو کچھ خدائے بزرگ و برتر نے فرمایا۔ بندہ نے وہی کیا۔ اب بندہ مسعود کے دل میں جو خیال گزرتا ہے اللہ تعالیٰ وہی کچھ کر دیتا ہے۔

اوست اندر سر من ظاہر شدہ
من نیم مسعود واللہ من نیم

ہانسی میں قیام کی اجازت:

قطب الاقطاب شہید المحبت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی ادام اللہ تقواہ نے جب شیخ شیوخ العالم حریق المحبت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر طیب اللہ ثراہ کو خلافت اور نعمتوں سے مزین فرمایا تو ایک دن خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے اور نیت ہانسی جانے کی تھی۔ خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ کی نظر پڑی، شیخ العالم رحمۃ اللہ کو دیکھ کر آنکھوں میں آنسو رواں ہوئے اور فرمایا فرید الدین رحمۃ اللہ میں جانتا ہوں کہ تم ہانسی جانا چاہتے ہو۔

شیخ العالم رحمۃ اللہ نے عرض کی! جو حکم ہو گا بندہ اس کی تعمیل کرے گا۔

خواجہ نے فرمایا جاؤ تقدیر الٰہی یہی ہے کہ میرے سفر آخرت کے وقت تم میرے پاس نہ ہو گے۔ اس کے بعد حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ آؤ۔ فرید رحمۃ اللہ کی نعمت دین و دنیا اور فقر میں اضافے کے لیے سورۃ فاتحہ و سورۃ اخلاص پڑھیں۔ چنانچہ سب نے یہ سورتیں پڑھیں اور دعا کی۔ اس وقت قطب العالم رحمۃ اللہ نے مصلیٰ خاص اور عصا عنایت فرمایا اور فرمایا کہ میں تمہاری امانتیں یعنی سجادہ و خرقہ اور نعلین قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ کو دے دوں گا یہ تمہیں پہنچا دیں گے اور یہ بات ملحوظ رکھو کہ ہمارا مقام تمہارا مقام ہے۔ جب یہ بات خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ نے فرمائی تو تمام حاضرین مجلس نے نعرہ مارا اور سب نے مل کر دعا کی۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال:

حضرت خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ مجلس سماع میں چار شبانہ روز عالم تحیر اور مدہوشی میں رہے۔ قوال خواجہ احمد جام رحمۃ اللہ علیہ کا کلام پڑھ رہے تھے۔ خواجہ کو کیفیت ہوئی۔ ایک شعر پر بار بار تکرار کرائی۔

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

جب نماز کا وقت آتا تو نماز ادا کر لیتے پھر اسی شعر پر تکرار کراتے۔ پانچویں روز حالت وجد میں اس دارِ ناپائیدار سے رحمت عزیز غفار کی طرف رحلت فرمائی۔ یہ شب دوشنبہ چودھویں ماہ ربیع الاول ۶۳۵ھ تھا اور قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کو تمام تبرکات دیئے۔ بوقت وصال حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کو بہت یاد کیا۔ قاضی حمید الدین کو وصیت فرمائی کہ یہ خاص تبرکات فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کو دے دینا۔ جس رات قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ نے وصال فرمایا اسی رات شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کو بشارت ہوئی۔ آپ پانچویں دن دہلی حضرت کی قبر اطہر پر حاضر ہوئے بڑے غمناک تھے، مخلوق خدا کا اژدھام ہوا۔ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ مرشد کریم کی جدائی کے صدمہ سے نڈھال تھے۔ جب طبیعت سنبھلی تو خواجہ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے امانتیں عطا کیں۔ اب شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ خواجہ صاحب کے سجادہ نشین بھی تھے خلق خدا فیض کے لیے اُمڈ آئی۔ کچھ عرصہ قیام کے بعد آپ نے دہلی چھوڑنے کا ارادہ کیا۔ مخلوق کی کثرت کی وجہ سے آپ کو یکسوئی حاصل نہ تھی۔ اطراف میں یہ خبر لوگوں تک پہنچی تو انہوں نے روکنا چاہا۔ خواجہ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کو کہا کہ آپ کیسے جا سکتے ہیں۔ قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اپنا سجادہ عطا فرمایا ہے۔ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میرے شیخ کا کرم ہر جگہ میرے ساتھ ہے۔ یہاں سے آپ پھر ہانسی آئے مگر یہاں بھی لوگوں کا ہجوم رہتا۔ اب آپ ہانسی سے پھر کھوتوال آئے اور چند دن قیام کے بعد پھر اجودھن کی طرف بڑھ گئے کیوں کہ تنہائی اور یکسوئی میسر آنے کے خیال سے اسی کو مسکن بنایا۔ لیکن پھر کچھ عرصہ کے بعد جب خلق خدا کی کثرت ہوئی تو آپ نے یہاں سے بھی جانے کا ارادہ

فرمایا، غیب سے آواز آئی۔ اے فرید! بس یہیں ٹھہر جا کہ اب یہی تیرا مقام ہے پھر آپ نے ارادہ ترک کر دیا۔ اور پھر اجودھن ہندوستان تو کیا سارے عرب و عجم کے عارفوں کا قبلہ بن گیا۔ اس خاک نیاز پر عشاق اپنی جبین نیاز خم کرتے آئے ہیں اور یہ سلسلہ تا ابد جاری رہے گا۔

مولائے روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آں مجاز است ایں حقیقت اے خراں
نیست مسجد جز درون ہیروراں
مسجدے کو اندرون اولیا ست
سجدہ گاہ جملہ است آنجا خداست

اے عقل کے اندھو! اینٹوں اور پتھروں کی مسجد تو ایک مجازی چیز ہے حقیقی مسجد تو مردان خدا کے دل میں ہے اور ایسی مسجد کے مثل اور کوئی مسجد نہیں۔

مسجد جو اولیا اللہ کے دلوں میں ہے تمام مخلوق کی سجدہ گاہ ہے کیونکہ وہاں خدا مقیم ہے۔

دل بدستہ آور کہ حج اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است
کعبہ بنگاہ خلیل آزر است
دل گذر گاہے جلیل اکبر است

کسی کے دل کو راضی کرو کیونکہ یہ حج اکبر ہے۔ ہزاروں کعبوں سے ایک دل بہتر ہے۔ کعبہ تو خلیل اللہ کے ہاتھوں کا بنا ہوا ہے لیکن دل رب جلیل کی گذرگاہ ہے۔

جس جگہ یار کا نقش کف پا ہوتا ہے
بس وہیں کعبۂ ارباب۔ وفا ہوتا ہے

اجودھن یعنی پاکپتن تاریخ کے آئینے میں

اجودھن کے قرب و جوار میں قدیم دور کے آثار موجود ہیں یہ بہت قدیم علاقہ ہے۔ تو اریخ کے مطالعہ سے یہ بات، واضح ہو جاتی ہے کہ اسے راجہ رام چندر کے آباؤ اجداد جن کی اجودھیا میں حکمرانی تھی نے آباد کیا۔ روائیت ہے کہ جب کوروؤں اور پانڈوؤں کی

جنگ ہوئی تو اس کا نام دھارانگری تھا اور یہ دریائے ستلج کے کنارے آباد تھا۔ ملتان اور دہلی کی طرف جانے اور آنے والے لوگ اسی جگہ سے دریا کو عبور کرتے تھے اور یہ پتن کے نام سے بھی مشہور تھا۔ قصبہ اجودھن سکندر اعظم کے حملہ کے وقت بھی موجود تھا۔

راجہ رام چندر کے خاندان کا ایک راجہ جس کا نام اجودھن تھا اسی نے اس کا نام اجودھن رکھا۔ اس سے قبل اس کا قدیم نام گڑوایا انھیل واڑہ تھا۔ اس کے شمال میں ایک مشہور علاقہ دیپالپور بھی تھا جو آج بھی ہے۔ یہاں کا گورنر الغ خان تھا جو بعد میں شیخ شیوخ العالم حضرت فریدالدین مسعود گنج شکر قدس اللہ سرہ العزیز کی دعا سے سلطان غیاث الدین بلبن کے نام سے ہندوستان کا فرمانروا ہوا۔ مشہور مورخ ابن بطوطہ نے اسے آخری بار اجودھن لکھا۔

اس کے بعد مغل فرمانروا شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر نے اجودھن کو پاکپتن کے نام سے موسوم کیا۔ جو کہ متعدد مرتبہ اجمیر شریف پا پیادہ حاضر ہوا اور خواجہ بزرگ کی چوکھٹ پر جبیں سائی کر کے مراد پائی۔ اس مغل فرمانروا نے اجودھن کو حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر قدس سرہ الاطہر کے مزار پاک اور آپ کی اولاد امجاد کے مزارات کی وجہ سے پاک لوگوں کا پتن کہا۔ کیونکہ حضرت گنج شکر کی اولاد سے ہر دور میں بڑے بڑے پاک باز اور صوفیائے نامدار نے اس خطہ کو رشک عرش بریں بنائے رکھا شہنشاہ شہاب الدین شاہ جہاں کی صاحبزادی شہزادی جہاں آراء بیگم جو کہ بڑی پاکیزہ خصائل اور زہد و تقویٰ میں اپنا ثانی نہ رکھتی تھی کئی بار حضرت گنج شکر کے مزار پُرانوار پر حاضر ہوئی اور کئی کئی ماہ یہاں قیام پذیر رہتی یہ شہزادی خواجگانِ چشت کی محبت میں ایسی اسیر ہوئی کہ اُس نے شادی تک نہ کی اور خواجگانِ چشت اہل بہشت پر ایک خوبصورت کتاب مونس الارواح کے نام سے لکھی جو اُس کے انتہائی خوبصورت مشاہدات پر مبنی ہے اس طرح شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کے دور سے پاکپتن جسے پتن فرید بھی کہتے ہیں سارے عالم میں مشہور ہوا۔ ۳۶۷ھ بمطابق ۸-۹۷۷ء کو سبکتگین نے پھر ۴۷۲ھ بمطابق ۸۰-۱۰۷۹ء میں ابراہیم غزنوی نے فتح کیا۔

حضور خواجہ فرید الحق والشرع والدین کی اجودھن میں کب تشریف آوری ہوئی اس کا ذکر نہ کتب سیر میں نہ دیگر کتب میں ہے۔ جب اجودھن میں قیام فرما ہوئے تو پھر

مستقل سکونت اختیار فرمائی۔ یہاں کا طرز معاشرت بھی اچھا نہ تھا۔ اجودھن اور اس کے قرب وجوار میں ہندوؤں کی غالب اکثریت آباد تھی۔ یہاں کے لوگ بڑے بدطینت اور اکھڑ مزاج تھے، قبائل میں نسلی تعصب عام تھا۔ یہ سارا خطہ کفر گڑھ تھا، ہر طرف بت پرستی اور شرک و بدعت کی مذموم رسوم تھیں۔ یہاں زیادہ تر کھتری اروڑا اور وانسی وان آباد تھے۔ مسلمان بہت کم تعداد میں تھے۔ اس کے علاوہ گردونواح میں جو قومیں یا قبائل آباد تھے۔ سب نے حضرت اقدس کے تصرف سے اسلام قبول کیا۔ ان میں دھنی وال۔ بکھیل۔ کیتھ۔ سیال، ہانس۔ بلوچ۔ کمبوہ۔ ارار۔ کھرل۔ فتیانہ۔ مردانہ۔ باتھ۔ ڈھڈی۔ وٹو۔ جوئیہ۔ کھگہ راجپوت اور جاٹ بھی تھے۔ اس کے علاوہ آرائیں بھی آباد تھے جو بہترین کاشتکار تھے۔

ان تمام قبائل یا قوموں نے حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا اور آج بھی یہ قبائل آپ کے روضۂ اقدس پر عقیدتوں کے نذرانے پیش کرتے نظر آتے ہیں اور حضرت گنج شکرؒ سے اپنی نسبت پر ناز کرتے ہیں۔

اجودھن میں تشریف آوری:

تذکرہ نگاروں نے شیخ شیوخ العالم خواجہ فرید الحق والشرع والدین طیب اللہ ثراہ کی اجودھن میں تشریف آوری کا کوئی سن ھجری یا سن عیسوی تحریر نہیں کیا۔

بعض تذکرہ نگاروں کے مطابق شیخ العالم کا قیام چوبیس سال لکھا ہے حالانکہ حالات و واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں مدت قیام اس سے زیادہ ہے۔ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے ورود مسعود سے اجودھن کی تقدیر جاگ اٹھی، جہاں بت پرستی وتواہم پرستی شرک اور کفر کا دور دورہ تھا۔ آپ کی برکت سے وہاں نور عرفان کی شمعیں روشن ہوگئیں جس سے خطہ پنجاب نور اسلام سے جگمگا اٹھا۔ ظلمات کفر کی گھٹائیں چھٹ گئیں، ہر طرف اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہونے لگیں، بت خانے ویران ہونے لگے، مساجد آباد ہونے لگیں بلکہ بت خانوں کی جگہ مساجد تعمیر ہونے لگیں۔

وہ قبائل جو معمولی نوعیت کے اختلافات پر لڑنے مرنے پر آمادہ رہتے حضور شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق کریمانہ اور توحیدی نظر کا شکار ہونے لگے۔ بہت تھوڑے عرصے میں اجودھن اور اس کے قرب وجوار میں دیکھتے ہی دیکھتے دین اسلام کا ڈنکا بجنے لگا۔

آقا کریم روف رحیم ﷺ کے ایک سچے غلام نے اس خطہ پنجاب میں دین محمدی کا علم بلند کردیا، جہاں تا قیامت اللہ اکبر اور یا رسول اللہ کی صدائیں بلند ہوتی رہیں گی اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور محبت رسول ﷺ سے سرشار بالخصوص پنجابی مسلمان حضرت خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے احسان مند رہیں گے جن کی تبلیغ کی بدولت اس خطہ کے مسلمانوں کے آباواجداد نے اسلام قبول کیا اور امت مصطفیٰ ﷺ میں شامل ہوگئے۔

بیرناتھ جوگی کا اسلام قبول کرنا:

اسرار السالکین میں لکھا ہے کہ جب حضور شیخ شیوخ العالمؒ اجودھن تشریف لائے تو وہاں ایک صاحب استدراج جوگی کا بڑا دبدبہ تھا۔ لوگ اس سے بہت ڈرتے تھے اور ہفتہ میں ایک دن اپنی گائے بھینسوں کا دودھ اس کو دیا کرتے تھے اور یہ جوگی جو سارا ہفتہ کچھ نہ کھاتا پیتا تھا ایک ہی دن میں کئی من دودھ پی جاتا۔ اگر کوئی دودھ نہ دیتا تو جادو کے زور سے اس کی گائے بھینسوں کو مار ڈالتا یا بیمار کر دیتا۔ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خادم کو دودھ لانے کے لیے فرمایا تو اتفاق سے وہ دن وہی تھا جب سارا دودھ جوگی کو جاتا تھا لوگوں نے خادم سے کہا آج ہم دودھ نہیں دے سکتے آج کا دن سارا دودھ جوگی کی ملکیت ہے۔ خادم نے جا کر حضرت کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا جا کر لوگوں سے کہو۔ جوگی کون ہوتا ہے جو سارے دودھ کا مالک بن بیٹھے ہم جانیں اور جوگی جانیں۔ یہ سن کر کچھ لوگوں نے دودھ دے دیا۔ جب جوگی نے دیکھا کہ دودھ کم ہے تو وجہ دریافت کرنے پر کچھ لوگوں نے بتا دیا کہ آج دودھ کا کچھ حصہ مسلمان درویش کو دیا گیا ہے۔ یہ سن کر جوگی غضبناک ہوا اور کہا کل صبح اس مسلمان درویش کو دیکھ لوں گا۔ یہی وہ بیرناتھ جوگی تھا۔ اگلی صبح اس جوگی نے اپنے پانچ سو چیلوں کو حکم دیا کہ آدھے پا پیادہ اور آدھے ہوا میں اڑ کر جاؤ اور اس مسلمان درویش پر حملہ کر دو چنانچہ چیلوں نے اسی طرح کیا۔ جب شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پہنچ گئے تو آپ نے زمین کو حکم دیا کہ ان کی گرفت کر لو۔ جو ہوا میں تھے ان کو ہوا نے پکڑ لیا۔ پھر آپ نے جوگی کو کہلا بھیجا کہ تمہارے سارے چیلے قید ہو گئے ہیں اور ہم نے ان کو پنڈت خانہ میں ڈال دیا ہے اب اگر ان کو چھڑا سکتے ہو تو چھڑا لو۔ یہ سن کر جوگی

غضبناک ہو کر آپ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا تم نے جوگ میں کہاں تک کمال حاصل کیا ہے۔ اس نے کہا جوگی جب کامل ہو جاتا ہے تو وہ ہوا میں اڑنے لگتا ہے۔ شیخ العالم نے فرمایا ذرا اڑ کر تو دکھاؤ۔ اس نے منتر پڑھا اور ہوا میں اڑنے لگا۔ شیخ العالم نے اپنی کھڑاؤں (یعنی جوتا) کو حکم دیا کہ اس مغرور جوگی کا غرور خاک میں ملا دو۔ جونہی کھڑاؤں ہوا میں بلند ہوئیں تو جوگی کے سر پر ضربیں لگا کر اسے نیچے لے آئیں۔ یہ دیکھ کر جوگی حواس باختہ ہوا اور سارا غرور جاتا رہا۔ یہ مقابلہ جو حق و باطل کے درمیان ہو رہا تھا ہزاروں لوگوں نے دیکھا۔ وہ لوگ جو اس جوگی کے مظالم کے ستائے ہوئے تھے حضرت اقدس کی اس کرامت کو دیکھ کر خوش ہوئے کہ کوئی تو مسیحا آیا کہ جوگی کے ظلم سے نجات ملی۔

جوگی نے اپنا سر شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں رکھا، تائب ہوا اور اپنے پانچ سو چیلوں کے ساتھ حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ شیخ العالم نے اس جوگی کو نعمت سے نوازا اور سیوستان کے لیے تبلیغ دین پر مامور فرمایا اور اس کے تمام چیلے بھی مرتبہ ولائیت پر فائز ہوئے۔ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی اس کرامت کا اجودھن اور اردگرد کے لوگوں نے بہ نفس نفیس نظارہ کیا اور حضرت کی بزرگی کو دل و جان سے قبول کیا۔ اس روز سینکڑوں ہزاروں لوگ مسلمان ہوئے اور وہ اٹھارہ قبائل بھی جو کٹر قسم کے ہندو تھے مسلمان ہوتے گئے۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ اولیاء اللہ کرامت کے اظہار کو ناپسند فرماتے ہیں مگر بحکم الٰہی کرامت کا اظہار فرماتے ہیں جس کی برکت سے دین اسلام کو تقویت ہوتی ہے۔ یہ برگزیدہ بندے از خود کرامت نہیں دکھاتے مگر بجز حکم الٰہی لوگوں نے دیکھ لیا جس مرد خدا کی نعلین اس درجہ کمال کی ہیں تو خود حضرت اقدس کی عظمت و رفعت کا کیا عالم ہوگا۔

بخش دیتے ہیں اک پل میں فقیروں کو شہنشاہی
ادنیٰ سا کرشمہ ہے غلامان محمد کا

یہی پیر ناتھ جوگی جب مشرف بہ اسلام ہوا تو حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و برکات کی بدولت ولیٔ کامل ہوا اور پیر کمال کے نام سے مشہور ہوا اور اس کے تمام چیلے بھی اسلام قبول کرنے کے بعد مرتبۂ ولایت پر فائز ہوئے۔

جماعت خانہ

مشائخ عظام اپنے وابستگان اور مریدین کی اصلاح وتربیت کے لیے جماعت خانے تعمیر کرتے جہاں علم اور تزکیہ نفس کی تربیت دی جاتی ہے۔

حضور شیخ شیوخ العالم خواجہ فرید الحق والشرع والدین طیب اللہ ثراہ کا جماعت خانہ بالکل منفرد تھا۔

مٹی اور گارے کی دیواریں کائی کی چھت اور چند چٹائیاں تھیں جہاں درس قرآن علم حدیث فقہ اور علم تصوف کی تعلیم کے علاوہ علم باطنی اور تزکیہ نفس کی تربیت کا انداز بھی نرالا تھا۔ اس جماعت خانے کا صدر مدرس بوریہ نشین تھا پیوند لگے لباس میں ملبوس ہوتا۔ عجب شان بے نیازی سے آراستہ یہ جماعت خانہ تھا۔ یہاں اگر علم وفضل پر گفتگو ہوتی ہے تو علم کے ایسے ایسے دقیق نکات بیان کیے جاتے ہیں کہ اہل علم وفضل بھی اپنے آپ کو طفل مکتب سمجھتے نظر آتے ہیں۔

حضرت خواجہ فرید الدین نور الیقین جب گفتگو کا آغاز فرماتے ہیں تو طالبان حق اور بڑے بڑے نامور علما وفضلا کی سانسیں رک جاتی ہیں۔ اس قدر شیریں اور لطیف بیان ہوتا کہ اہل عقل ودانش اور علم کی باریک بینیوں سے آگاہی رکھنے والے بھی دم بخود رہ جاتے۔ اس درسگاہ کے فارغ التحصیل جب واپس اپنے اپنے مقام پر جاتے تو ایک نئی دنیا آباد کردیتے اور ایک نئی تاریخ رقم کردیتے۔

کیونکہ اولیاء اللہ کے آستانے درحقیقت کردار سازی کے کارخانے ہوتے ہیں جہاں بلندیٔ کردار اور اعلیٰ اخلاق کی تربیت دی جاتی ہے دلوں کی ویران دنیا کو ذکر الٰہی سے آباد کیا جاتا ہے۔

حضور شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے جماعت خانہ کے معمولات

دن اور رات کے اوقات کار کو کس طرح ترتیب دیا گیا تھا۔ یہاں ارکان اسلام کی پابندی پر خاص توجہ دی جاتی تھی۔ حضور شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ معمولی سے معمولی شرعی فروگذاشت پر مواخذہ فرماتے اور لوگوں پر واضح کرتے کہ ارکان اسلام کی پابندی کے

بغیر روحانی ترقی ممکن نہیں۔ راہ طریقت کی پہلی منزل یہی ہے یہاں کسی کے ساتھ امتیازی سلوک نہ ہوتا تھا۔

بحث، مباحثہ اور دل آزار گفتگو پر سخت پابندی تھی۔ سب زمین پر سوتے تھے۔ شب بیداری، ہر وقت باوضو رہنا، نوافل کی کثرت تلاوت قرآن پاک، ذکراذکار اور مراقبہ سب کے لیے ضروری تھا۔

یہاں کا پاکیزہ ماحول تقویٰ اور اخلاص کا بہترین نمونہ تھا۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ اگر ماحول اثر انگیز نہ ہو تو اصلاح باطن کی تمام کوششیں رائیگاں جاتی ہیں۔ دراصل یہ سارا کمال اس باکمال ہستی کا تھا جو سراپا ناز و نیاز اور پیکر صدق وصفا تھے۔ جن کا وجود مسعود عشق الٰہی اور انوار و تجلیات سے نور علیٰ نور تھا۔ جس نے اس ماحول کو انتہائی پر اثر اور دلنشین بنا رکھا تھا بس یہاں جو بھی دولت اخلاص لے کر آیا وہ اپنی مراد کو پہنچا اور جس نے اس در کے ٹکڑے کھائے اس کے دشوار مرحلے بھی آسان ہوئے۔

یہاں کے تربیت یافتہ کوئی محبوب الٰہی بن کر رخصت ہوئے تو کوئی مخدوم زمانہ بن کر، کوئی قطب و ابدال بن کر اور کوئی ابرار و اخیار بن کر۔ اس جماعت خانے کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ عجب نادر شخصیات ہیں جو لنگر خانے کا انتظام چلا رہے ہیں۔

حضرت مولانا بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ جنگل سے لکڑیاں لاتے، خواجہ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ کریل کے پھل (یعنی جنگلی ڈیلہ) توڑ کر لاتے خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ پانی بھرتے تھے، خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ ان کڑوے کسیلے ڈیلوں کو پکاتے تھے۔ شیخ العالم رحمۃ اللہ خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ اور تمام طالبان حق اسی کھانے سے اپنی بھوک مٹاتے تھے۔

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں اس وقت اتنی تنگی اور عسرت تھی کہ جس دن کھانے میں اگر نمک شامل ہو جاتا تو وہ دن ہمارے لیے عید کا دن ہوتا۔

قرض کا نمک:

اکثر لنگر خانے میں نمک بھی نہیں ہوتا تھا۔ ایک دن خواجہ نظام الدینؒ حق الیقین نے ڈیلے ابالنے کے لیے چولہے پر چڑھائے اور بازار سے ایک بقال سے نمک ادھار لے

آئے۔ جب دستر خوان بچھایا گیا اور تمام علما۔ فقرا جمع ہو گئے جیسے ہی شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے لقمہ اٹھایا تو واپس رکھ دیا اور پھر فرمایا، آج لقمہ گراں کیوں ہے کوئی شبہ والی بات ہے۔

یہ سن کر سلطان المشائخ کانپ گئے اور عرض کیا حضور آج میں نے بقال سے نمک ادھار لے کر لنگر میں ڈالا ہے۔ حضور آپ کی ذات گرامی تو کاشف حالات ہے یہ غلطی مجھ سے ہوئی۔/وہ بھی اس لیے کہ آپ تو آٹھ پہر میں بہت معمولی غذا تناول فرماتے ہیں۔ اگر ان کڑوے کسیلے ڈیلوں میں نمک بھی نہ ہو تو .... شیخ العالم نے فرمایا، اچھا یہ کھانا تقسیم کر دو۔ پھر گویا ہوئے، اے نظام الدین! اگر چہ درویش فاقہ سے مر جائیں تب بھی لذت نفس کے لیے قرض نہیں لیتے۔

سلطان المشائخ نے اسی وقت عہد کیا کہ آئندہ تمام عمر قرض نہیں لوں گا پھر حضور شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی طرف بڑی شفقت کی نگاہ فرمائی۔ وہ گلیم جس پر شیخ العالم تشریف فرماتے تھے آپ کو عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا۔ اے نظام الدین! آئندہ قرض کی ضرورت نہیں ہوگی۔ پھر کثرت سے فتوح آنے لگیں اور طرح طرح کے کھانے تیار ہونے لگے مگر یہ عام لوگوں کے لیے تھے۔

شہزادی ہزیرہ بانو سے نکاح:

سیر الاقطاب میں لکھا ہے۔ سلطان غیاث الدین بلبن جسے حضور خواجہ فرید الحق قدس اللہ سرہ العزیز سے کمال عقیدت تھی۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ روحہ کے وصال کے بعد حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں قیام فرماتے تھے۔ سلطان بھی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا اور عرض کیا۔ حضور غلام تو زیارت سے مستفیض ہوتا ہے جبکہ حرم شاہی کی مستورات کا محل سے باہر آنا محال ہے۔ ان کی خواہش ہے اگر حضور قدم رنجہ فرمائیں تو مستورات بھی زیارت سے مشرف ہوں۔ آپ نے یہ دعوت قبول کر لی اور محل میں تشریف لے گئے۔ تمام اہل حرم زیارت سے مشرف ہوئیں جبکہ سلطان کی صاحبزادی ایک طرف کھڑی تھی۔ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی نظر اس پر پڑی تو کچھ دیر بغور دیکھتے رہے اور سلطان سے دریافت فرمایا۔ یہ لڑکی کون ہے؟ اس نے عرض کیا حضور یہ آپ کے غلام کی بیٹی ہے۔ یہ سن کر آپ خاموش رہے اور پھر اٹھ کر واپس چلے گئے۔ بادشاہ دانا تھا اس نے وزیر کو طلب کیا

اور باہم مشورہ کیا کہ حضور گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ میری دعوت پر یہاں تشریف لائے۔ حرم میں مستورات نے شرف زیارت حاصل کیا لیکن آپ نے کسی کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ مگر شہزادی کو بغور دیکھا اور مجھ سے دریافت کیا یہ لڑکی کون ہے۔ میں نے عرض کیا یہ آپ کے غلام کی بیٹی ہے۔ یہ سن کر آپ نے کوئی جواب نہ دیا اور واپس چلے گئے۔ میں نے یہ اخذ کیا ہے کہ حضور کی طبع مبارک کا میلان میری بیٹی کی طرف تھا اب مناسب یہ ہے کہ تم حضرت اقدس کی خدمت میں جاؤ اور عرض کرو کہ اگر حضور کا فرمان ہو تو یہ بندہ درگاہ اپنی بیٹی کو آپ کی خدمت میں پیش کرے۔ وزیر فوراً حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بادشاہ کا پیغام عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ منشائے ایزدی یہی ہے۔ نیز فرمایا کہ میرے دل میں قطعاً یہ خواہش نہ تھی کہ شہزادی سے نکاح کر کے اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالوں۔ مگر میرے پروردگار کا متواتر حکم یہ تھا۔ اے فرید میری رضا اسی میں ہے کہ تم سنت حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے نکاح کر لو۔ لیکن مجھے اندیشہ یہ تھا کہ خداوند عالم کا حکم کہاں کے لیے ہے۔

جب بادشاہ مجھے محل میں لے گیا تو میں حق تعالیٰ کی طرف متوجہ تھا۔ اچانک آواز آئی کہ اے فرید رحمۃ اللہ علیہ سر اٹھا۔ جب میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو میری نظر بادشاہ کی لڑکی پر پڑی۔ اس وقت مجھے حکم الٰہی تھا کہ اس لڑکی سے عقد کر لو، اس لیے میں بادشاہ کی استدعا قبول کرتا ہوں۔

وزیر شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت سے رخصت ہو کر بادشاہ کے پاس پہنچا اور سارا حال بیان کیا۔ بادشاہ سن کر بہت خوش ہوا اور فوراً نکاح کا انتظام کر دیا اور شاہانہ سامان دے کر شہزادی کو رخصت کیا۔ جب رات ہوئی تو شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ حکم الٰہی سے اپنی منکوحہ کے پاس تشریف لائے اور شاہی سامان کی کثرت دیکھی تو فکر مند ہوئے۔ دیر تک کھڑے دیکھتے رہے آخر ایک کونے میں جائے نماز بچھا کر عبادت میں مشغول ہوئے شہزادی صاحبہ نے یہ دیکھا تو ہاتھ باندھ کر پیچھے کھڑی ہو گئیں۔ جب صبح ہوئی تو حضرت اقدس گھر سے باہر تشریف لے گئے۔ پھر رات کو گھر واپس تشریف لائے تو مشغول عبادت ہوئے۔ تین راتیں یہی حالت رہی۔ آخر بی بی صاحبہ نے عرض کی حضور مجھ سے کیا خطا ہوئی ہے جو آپ میری طرف توجہ نہیں فرماتے۔

شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ درویشوں کی رضا اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتی ہے۔ اگر تم

رضائے الٰہی چاہتی ہو تو یہ دنیا کا جاہ و جلال ترک کر دو اور فقیرانہ لباس پہن کر عبادت الٰہی میں مستغرق ہو جاؤ اور یہ جو مال و متاع ہے اسے راہ خدا میں دے دو۔ یہ سنتے ہی بی بی صاحبہ نے سارا مال واسباب راہ خدا میں دے دیا اور گھر میں ذرہ برابر بھی کچھ نہ رہنے دیا۔ یہ دیکھ کر شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ بہت خوش ہوئے اور گھر سے باہر آئے۔ اپنے عزیزان اہل صفہ کو فرمایا میرے حرم کے لیے ایک جوڑا موٹے کالے کپڑے لاؤ۔ شیخ محمود رحمۃ اللہ موئینہ دوز بازار سے جوڑا لائے۔ شیخ العالم رحمۃ اللہ نے وہ جوڑا اپنے حرم محترم کو پہننے کا حکم دیا۔ جب بادشاہ کو خبر ہوئی تو اس نے دوبارہ سارا سامان بھیج دیا اور اس گھر کو پھر بھر دیا۔ بی بی صاحبہ نے وہ سامان بھی راہ خدا میں غریبوں مسکینوں کو دے دیا۔ کچھ خادمائیں بھی بادشاہ نے بی بی صاحبہ کی خدمت کے لیے بھیجی تھیں۔ بی بی صاحبہ نے عرض کیا حضور یہ خادمائیں قدیمی ملازمائیں ہیں۔ ان کو نکالنا مناسب نہیں بہتر ہے ان کو واپس بھیج دیا جائے۔ البتہ آپ کو جتنی خادماؤں کی ضرورت ہے خدمت کے لیے رکھ لیں۔ حضرت اقدس نے ان میں سے دو کو منتخب فرمایا۔ ایک کا نام شارو اور دوسری کا نام شکرو تھا۔ باقی بادشاہ کے پاس واپس بھیج دیں۔ اس کے بعد بی بی صاحبہ نے عرض کیا کہ اب بہتر ہے کہ ہم یہاں سے چلے جائیں کیونکہ بادشاہ کی لڑکی کو لوگ فقر و فاقہ میں دیکھنا پسند نہیں کریں گے۔

حضرت شیخ العالم فرید الدین گنج شکر ادام اللہ تقواہ اجودھن تشریف لائے۔ شہزادی صاحبہ کے بطن سے پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں ہوئیں۔

یہ واقعہ سیر الاقطاب میں درج ہے جبکہ صاحب مراۃ الاسرار نے حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی لکھا ہے کہ یہ نکاح اجودھن میں ہی ہوا تھا اور شیخ العالم رحمۃ اللہ کے اور بھی حرم تھے جن سے اور بھی اولاد تھی۔

بی بی صاحبہ جو کہ شاہی نعم و ناز میں پلی تھیں یہ بڑی قربانی تھی جو انہوں نے فقر و فاقہ والی زندگی کو پسند فرمایا اور حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ کی خوشی کے لیے سب کچھ کیا۔ دراصل یہ کمال بھی شیخ العالمؒ کی عظمت کی دلیل ہے۔

درویش و فقرا سے دوستی رکھنا:

شیخ العالم رحمۃ اللہ نے فرمایا۔ ایک مرتبہ رسول خدا ﷺ تشریف فرما تھے کہ جبرائیل

علیہ السلام نے آ کر فرمان الٰہی سنایا۔

اے میرے حبیب ﷺ جو لوگ فقیروں سے محبت کرتے ہیں۔اور دوستی رکھتے ہیں تو آپ بھی ان کو اپنے پاس بٹھاؤ اور دوستی رکھو۔

رسول خدا ﷺ نے فرمایا۔صابر درویش کی دو رکعت کو شاکر دولت مند کی ستر رکعت پر فضیلت حاصل ہے۔شاکر دولت مند وہ ہوتا ہے جو اپنا مال اسباب راہ خدا میں بے دریغ خرچ کرتا ہے۔

شیخ العالم رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ قیامت کے دن درویشوں سے کوئی حساب نہ لیا جائے گا اور دولت مندوں سے حساب ہوگا۔پھر فرمایا۔میں نے شیخ اوحد الدین کرمانی رحمۃ اللہ کی زبان سے سنا ہے کہ قیامت کے دن درویشوں کو حکم ہوگا کہ ترازوئے صراط کے پاس جا کر ان اشخاص کو اپنے ساتھ بہشت میں لے جاؤ جنہوں نے دنیا میں تم سے نیک سلوک کیا۔

درویش و فقرا کی خدمت کا اجر:

فرمایا کہ قیامت کے دن بعض ایسے لوگ ہوں گے جنہوں نے دنیا میں طاعت نماز روزہ وغیرہ سب کچھ کیا ہوگا لیکن ان کو دوزخ میں جانے کا حکم ہوگا اور وہ حیران ہو کر فریاد کریں گے۔اے اللہ! ہم نے تو دنیا میں نیک اعمال ہی کیے، پھر کیوں دوزخ میں ڈالا جا رہا ہے تو رب کریم فرمائے گا کہ تم نے دنیا میں میرے درویشوں سے دشمنی رکھی اور ان کو اذیت دیتے رہے اس واسطے۔جبکہ اس کے برعکس کچھ بے عمل لوگ ہوں گے جنہیں بہشت میں جانے کا حکم ہوگا اور وہ حیران ہوں گے اور عرض کریں گے اے رب غفور ہم نے تو دنیا میں نیک اعمال نہیں کیے پھر یہ انعام کیسا۔

حکم الٰہی ہوگا اس لیے کہ تم نے دنیا میں میرے درویشوں سے محبت کی اور ان سے نیک سلوک کیا جس کی برکت سے تمہیں جنت جانا نصیب ہوا۔

شیخ العالم رحمۃ اللہ نے چشم پر آب ہو کر فرمایا کہ کوئی راحت درویشوں کی محبت سے بڑھ کر نہیں کیونکہ درویشی بڑا دشوار کام ہے۔فاقہ کی رات درویش کے لیے معراج کی رات ہوتی ہے۔پھر فرمایا، شہروں قصبوں اور دیہاتوں میں درویشوں کی برکت نہ ہوتی تو یہ اجڑے ہوئے دیار ہوتے، یہ سب مقام ان درویشوں کی برکت سے آباد ہیں پھر فرمایا، ایک دن

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم باری تعالیٰ ہوا، اے موسیٰ! اگر درویشوں کی دعا نہ ہوتی تو ہم تمام شہروں اور مقامات کو ویران کر دیتے۔ کسی شہر یا دیہات سے کسی درویش کو آزردہ ہو کر نہیں جانا چاہیے۔ جس شہر سے درویش آزردہ ہو کر نکلے وہ شہر برباد ہو جاتا ہے تمام جہاں انہیں کی برکت سے قائم ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کسی شہر یا مقام کو تباہ و برباد کرنا چاہتا ہے یا لوگوں کو مصیبت قحط اور وبا میں مبتلا کرنا چاہتا ہے تو وہاں سے مشائخ اور علمائے حق کو اٹھا لیتا ہے۔

شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ شیر خان والئے ملتان میرے ساتھ خواہ مخواہ عداوت رکھتا تھا۔ میں نے اسے اچھی طرح سمجھایا کہ درویشوں سے کینہ رکھنا اچھی بات نہیں۔ اس سے ملک میں خلل آتا ہے مگر وہ باز نہ آیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ تاتاریوں نے اس پر حملہ کر دیا اور تو کوئی نہ مارا گیا مگر شیر خان ہی مارا گیا۔ پھر یہ شعر فرمایا

درویش را بشہر بنود دے اگر قیام
گشتے سرا سر ایں ہمہ عالم خراب حال

سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ سلطان سنجر سلجوقی کو انتقال کے بعد کسی بزرگ نے خواب میں دیکھا تو دریافت کیا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ اس نے کہا دنیا میں میں نے جو نیکی بدی کی تھی سب سامنے لائی گئی اور دوزخ کے فرشتوں کو حکم ہوا اسے دوزخ میں ڈال دو۔ ابھی دوزخ کے دروازہ پر تھے کہ اتنے میں فرمان صادر ہوا کہ ٹھہرو۔ اس نے جامع مسجد دمشق میں ہمارے دوست حاجی خواجہ شریف زندنی چشتی رحمۃ اللہ کی قدم بوسی کی تھی اس قدم بوسی کی برکت سے اس کو بخش دیا۔

حضرت حاجی شریف زندنی چشتی رحمۃ اللہ وہ عظیم، البرکت ہستی ہیں جن کے مرید حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ جیسے کامل واکمل تھے اور ان کی عظمت و بزرگی اس شان کی ہے کہ ان کے مرید و خلیفہ اکبر سلطان الآفاق حضرت خواجۂ خواجگان والیئے ہندوستان خواجہ معین الدین حسن چشتی رحمۃ اللہ جیسے بزرگ تھے کہ جن کی بزرگی کی عظمت کا شہرہ آفاق میں ہے۔

اگر گیتی سراسر باد گیرد
چراغ چشتیاں ہرگز نمیرد

شیخ العالم رحمۃ اللہ کی فیاضی اور توکل

حضور شیخ العالم کی خدمت میں روانہ ہزاروں روپیہ نذر نیاز کے طور پر آتا جن میں امراء شاہان وقت کی طرف سے نذر پیش کی جاتیں۔

مگر آپ کا معمول تھا شام ہونے سے پہلے تمام مال واسباب تقسیم کر دیتے اور اگلی صبح کے لیے کچھ بھی بچا کر نہ رکھتے۔ حاجت مندوں اور مسکینوں کی قطاریں لگی رہتیں۔ آپ کے در دولت سے ہر حاجت مند بامراد لوٹتا ایسا کبھی نہ ہوتا کہ کوئی تنگدست کوئی مصیبت زدہ کوئی بھوکا کوئی شکستہ حال بارگاہ فرید رحمۃ اللہ سے نامراد لوٹ جائے۔

ایک مرتبہ کچھ زر نقد آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے مولانا بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ سے فرمایا، اسے تقسیم کر دو۔ سب تقسیم کر دیا گیا اور ایک روپیہ بچ گیا کوئی لینے والا نہ تھا۔ بعد ادائیگی نماز شیخ العالم رحمۃ اللہ نے مولانا سے فرمایا کہ آج نماز میں وہ کیف نہیں ہے، کہیں کوئی کمی رہ گئی ہے۔ مولانا بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ نے غور وفکر کے بعد عرض کیا کہ حضور غلطی اور کمی سمجھ سے بالا ہے۔ البتہ ایک روپیہ بچ گیا ہے کوئی لینے والا نہ تھا میں نے صبح کے لیے رکھ لیا ہے کسی ضرورت مند کو دے دوں گا۔

شیخ العالم رحمۃ اللہ نے وہ روپیہ مولانا سے لے کر باہر پھینک دیا اور فرمایا جس کی قسمت میں ہوگا اسے مل جائے گا تمہیں اپنے پاس نہیں رکھنا چاہیے۔ آپ دنیا کے مال و اسباب سے بے نیاز تھے توکل نے آپ کو شان سرمدی کا مظہر بنا دیا تھا۔

اجودھن میں قیام کے ابتدائی دنوں میں بڑی تنگی اور عسرت تھی ایک مرتبہ چند درویش آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کی تواضع کے لیے کچھ نہ تھا۔ آپ گھر گئے اور سوائے جوار کے اور کچھ نہ تھا۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے روٹی تیار کی اور ان درویشوں کی خدمت میں پیش کی۔ پس جس کو اخلاص ملا اسے دولت پائیدار ملی جو اخلاص سے محروم رہا وہ ہر سعادت سے محروم رہا۔

ہر کہ خدمت کرد مخدوم شد:

شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ نے فرمایا جو شخص سات دن مشائخ اور پیروں کی خدمت کرتا ہے اور اس خدمت میں اخلاص کو شامل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں سات سو سال کی عبادت کا ثواب لکھ دیتا ہے۔

فرمایا! خواجہ عبداللہ خفیف سے پوچھا گیا کہ یہ مرتبہ کیسے حاصل کیا تو انہوں نے فرمایا۔ ایک درویش کی خدمت کرنے سے، وہ درویش جو کچھ فرماتے میں سر آنکھوں سے بجالاتا تھا۔

ایک روز اس درویش نے مجھے فرمایا کہ فلاں درویش کو میرا سلام پہنچاؤ اور عرض کرنا کہ کل میرے پیر کا عرس ہے۔ لنگر موجود ہوگا قدم رنجہ فرمایئے گا اور اس مقام کو بابرکت کیجئے گا تاکہ لنگر آپ کے روبرو تقسیم ہو۔

اب جہاں پر وہ درویش رہتا تھا اس کے راستے میں شیروں کی کثرت تھی۔ اس درویش نے یہ کام مجھے آزمانے کے لیے فرمایا تھا۔ الغرض میں حکم کے مطابق روانہ ہوا۔ ایک مقام پر شیر سامنے آ گیا۔ جب میں اس کے قریب پہنچا تو میں نے کہا اے شیر! میں اپنے پیر کے حکم سے فلاں درویش کے پاس جارہا ہوں مجھے راستہ دے دو۔ یہ سنتے ہی شیر نے اپنی گردن نیچے کردی اور راستہ دے دیا۔ میں اس درویش کے مقام پر پہنچا اور اپنے پیر کا پیغام پہنچایا، اس نے قبول کیا۔ میں قدم بوسی کرکے واپس آیا تو میرے پیر نے مجھے گلے لگا لیا اور فرمایا کہ واقعی خدمت کا حق یہی تھا جو تو نے ادا کیا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف منہ کیا اور فرمایا جا تجھے دین و دنیا سے مالا مال کیا۔ پس جو نعمت تم دیکھ رہے ہو سب اس مرد کامل کی خدمت کا صلہ ہے۔

شیخ العالم رحمۃ اللہ نے فرمایا جب تک درویشوں کی خدمت کی سعادت نہ ملے تب تک کوئی مرتبہ اور مقام حاصل نہیں ہوتا، پھر فرمایا۔ میرے دادا پیر خواجہ معین الدین حسن چشتی رحمۃ اللہ بیس سال تک اپنے پیر کا لباس اور بستر سر پر اٹھائے سفر کی صعوبتیں اٹھاتے رہے۔ آخری بار جب خواجہ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ العزیز آپ کو اپنے ساتھ حج پر لے

گئے اور ایسی نعمتوں سے مالا مال فرمایا کہ کوئی اور ہند الولی نہ ہوگا۔

شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ نے فرمایا! میں نے ایک بزرگ سے سنا ہے کہ ایک روز صدق دل سے اپنے پیر کی خدمت کرنا بے صدق کی سو سالہ عبادت سے افضل ہے۔

درویشی کیا ہے؟:

اسرار الاولیا میں لکھا ہے کہ شیخ العالم رحمۃ اللہ نے فرمایا۔ درویشی دراصل وہ تھی جو رسول خدا علیہ السلام کو حاصل تھی کہ اختیار سے فقر قبول فرمایا اور گودڑی پہنی۔ جب آقا کریم علیہ السلام نے گودڑی پہنی تو حکم الٰہی سے حجاب عظمت سے لے کر آسمان تک سارے فرشتوں نے گودڑی پہن لی اور تمام فرشتے سجدے میں گر گئے اور عرض کی اے ہمارے پروردگار ہمیں مطلع فرما کہ آج ہمارے گودڑی پہننے کا کیا سبب ہے۔ حکم الٰہی ہوا کہ آج میرے حبیب علیہ السلام نے گودڑی پہنی ہے اس لیے تم بھی ان کی موافقت کرو۔ پھر شیخ العالم رحمۃ اللہ نے فرمایا۔ اگر رسول خدا علیہ السلام درویشی قبول نہ کرتے تو آج درویشی کی برکات اس جہان میں ایسی نہ ہوتیں۔

درویشوں کی برکت:

شیخ العالم رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ اہل دنیا کس بات کے لیے قائم ہیں۔ حکم ہوا فقط درویشوں کے قدموں کی برکت سے۔ اے عیسیٰ! اگر درویش جہان میں نہ ہوتے یا زمین انہیں قبول نہ کرتی تو دولت مندوں کو قہر نگل جاتا اور وہ سب ہلاک ہو جاتے۔

سلطان ناصر الدین محمود غازی انار اللہ برہانہ کی حاضری:

ہندوستان کا فرمانروا سلطان ناصر الدین محمود غازی انار اللہ برہانہ جب لشکر کے ساتھ ملتان اور اوچ کی طرف جا رہا تھا تو جب اجودھن پہنچا تو سلطان دنیا کو سلطان دین پناہ کی زیارت کا شوق ہوا تو سلطان ناصر الدین مع لشکر کے حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔

بعد زیارت اس قدر متاثر ہوا کہ اجودھن میں قیام بڑھانا چاہتا تھا مگر لشکر جو کہ

بعض روایات کے مطابق پچاس ہزار تھا وہ زیارت کے متمنی تھے۔ پھر وہ بھی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوئے۔ خلقت کی آمد سے راستہ خراب ہو گیا۔ حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ اوپر والی چھت پر تشریف فرما ہوئے اور آستین گلی کی طرف لٹکا دی۔ لوگ آتے اور اسے بوسہ دیتے اور چلے جاتے۔ یہ دوسری آستین تھی جو پارہ پارہ ہو گئی۔ پھر آپ مسجد میں تشریف لائے اور مریدین سے فرمایا کہ میرے گرد حلقہ باندھ لو تا کہ لوگ اس حلقہ کے اندر نہ آسکیں اور دور سے سلام کرتے جائیں۔ سلطان ناصر الدین محمود حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ کی زیارت کر کے اتنا متاثر ہوا کہ واپس دہلی پہنچ کر چار گاؤں کی جاگیر اور زر کثیر وزیر اعظم الغ خان جو بعد میں حضرت شیخ العالم کی دعا و برکت سے سلطان غیاث الدین بلبن کے نام سے ہندوستان کا فرمانروا بنا، کے ہاتھ نذر بھیجی۔

حضور شیخ العالم نے الغ خان سے فرمایا، یہ جاگیر کا کاغذ واپس لے جاؤ اور نقدی دے دو کہ یہ درویشوں پر خرچ ہو جائے گی۔ جاگیر اس کو دو جسے اس کی ضرورت ہے۔ پھر الغ خان نے عرض کی حضور بادشاہ لاولد ہے۔ دعا فرمائیں کہ اس کے بعد فرمانروائی مجھے نصیب ہو۔ آپ نے یہ رباعی پڑھی ؎

فریدوں فرخ فرشتہ نہ بود
ز عود عنبر سرشتہ نہ بود
ز مراد و دہش یافتہ نیکوئی
تو داد دہش کن فریدوں شوی

(فریدون جو بہت بڑا بادشاہ تھا کوئی فرشتہ نہ تھا اور نہ ہی مشک و عنبر سے اس کا جسم بنا تھا یعنی عام آدمی تھا لیکن محنت اور سخاوت سے وہ بادشاہ بنا۔ تو بھی محنت اور سخاوت کر بادشاہ بن جائے گا۔)

جب کچھ عرصہ بعد سلطان ناصر الدین لاولد انتقال کر گیا تو الغ خان تخت نشین ہوا اور سلطان غیاث الدین بلبن کے لقب سے مشہور رہا۔ یہ شیخ العالم کی دعا کا اثر تھا۔

❁❁❁

حضرت شیخ شیوخ العالم کا مقام

مراۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ محمد غوث گوالیاریؒ نے اوراد غوثیہ میں اپنے بعض مکاشفات کا ذکر کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔ ایک رات میں خوش وقت تھا (یعنی حالت خاص) کہ اچانک آواز آئی۔ یہ حضوری اور نعمت کا وقت ہے جب میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو ایک عظیم الشان دریا بہہ رہا ہے اور ساری خلقت اس دریا کی طرف آئی ہوئی ہے۔ دریا کے اندر ایک مرصع اور مکلل تخت ہے جو بہت بلند ہے۔ اس تخت کے سامنے ایک جمال کی صورت اور ایک جلال کی صورت جلوہ گر ہے اور تخت پر ایک باوقار شخص بیٹھا اس مقام کی حفاظت کر رہا ہے اور ساری خلقت دریا کی جانب آ رہی ہے۔ لیکن ان تک کوئی شخص نہیں پہنچ سکتا سوائے چند عزیزان کے، جنہیں میں پہچانتا تھا۔ وہ وسط راہ میں پہنچے تھے کہ میں سبقت کر کے اس تخت کے قریب پہنچ گیا۔ جو شخص تخت کی حفاظت پر مامور تھا اس نے مجھے اپنی طرف کھینچ لیا اور اپنا پیراہن مجھے عطا کیا اور طبق انوار و فیض جلال مجھ پر برسائے، جب زیادہ طلب چاہی تو فرمایا تیری قسمت میں یہی تھا۔ اس کے بعد میں نے دریافت کیا کہ حضور آپ کا نام نامی اسم گرامی کیا ہے۔ فرمایا مجھے فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ کہتے ہیں۔ میں نے اپنا سر ان کے قدموں میں ڈال دیا اور عرض کی حضور یہ کونسی دنیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ دریائے ہستی ہے اور یہ تخت رب ذوالجلال کا ہے۔ اور یہ دو صورتیں صفات جلال و جمال کی ہیں۔ ہر نبی اور ہر ولی جو اس مقام پر پہنچتا ہے اس نعمت سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضور آپ اکیلے اس مقام کی محافظت کرتے ہیں۔ فرمایا نہیں ہم چار اشخاص ہیں۔ ایک بایزید بسطامی رحمۃ اللہ۔ دوسرے جنید بغدادیؒ تیسرے خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ اور چوتھا یہ درویش فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ۔ بس ہم چاروں باری باری اس خدمت پر مامور ہیں اور جس کی باری کے دوران حق تعالیٰ کسی خوش نصیب کو یہاں تک پہنچاتا ہے وہی اسے اپنا پیراہن عطا کرتا ہے اور اس شخص کی استعداد کے مطابق حق

تعالیٰ کے حکم سے اسے فیض جلال و جمال پہنچاتا ہے اور روز قیامت تک یہی عمل جاری رہے گا یہ بات سن کر میں حیران ہوا۔ اور مزید دریافت کیا کہ حضور آپ چاروں بزرگوں کی پیدائش تو امت محمدی ﷺ میں ہوئی ہے۔ آپ سے پہلے اس مقام کی محافظت کون کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ہماری حقیقت (یعنی روح) کا تعلق اسی مقام سے ہے۔ جسم عنصری کے ظہور سے پہلے یا بعد کا یہاں کوئی دخل نہیں ہے۔ حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ کی ولایت کے کمالات کا اندازہ اس ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے۔ فهم من فهم

گر قدم بر چشم من خواہی نہاد

دیدہ بر رہ می نہم تامی روی

اگر تو میری آنکھوں پر قدم رکھے تو میں اپنی آنکھیں تیرے راستے میں بچھا دوں گا کہ تو ان پر سے گزرے۔

سلطان غیاث الدین بلبن کے نام خط

ایک شخص شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضور حاکم وقت سلطان غیاث الدین بلبن کے نام خط لکھ کر میری سفارش کر دیں۔ آپ نے سلطان وقت کے نام جو خط لکھا اس کا متن یہ ہے۔

میں اس شخص کا معاملہ پہلے اللہ کے سامنے پیش کرتا ہوں پھر تمہاری طرف۔ اگر تم اس کو کچھ دو گے تو حقیقت میں دینے والا اللہ ہی ہے اور یہ شخص تیرا مشکور ہوگا۔ اگر اس کو کچھ نہ دو گے تو مانع اللہ تعالیٰ ہے اور تم معذور ہو گے۔

شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ کے نام خط:

شیخ شیوخ العالم خواجہ فرید الحق والشرع والدین طیب اللہ ثراہ اور خواجہ بہاؤالدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز میں دوستی اور محبت کا گہرا تعلق تھا۔ ایک مرتبہ شیخ العالم خواجہ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ کو خط لکھنے لگے تو خیال آیا کہ آپ کے شایان شان کیا القاب تحریر کروں۔ پھر یہ سوچ کر کہ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ کے لیے وہی لقب مناسب ہے جو کہ لوح محفوظ پر آپ کے لیے مخصوص ہے۔ چنانچہ شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ نے اپنا چہرہ اقدس آسمان

کی طرف کیا تو دیکھا لوح محفوظ پر آپ کا لقب شیخ الاسلام ہے، پھر اسی لقب سے خط تحریر فرمایا۔

کسی نے خوب کہا ہے:

قلوب العارفین بہا عیون
تریٰ مسالا یراہ الناظر ینا
ما جنحۃ تطیر بغیر ریش
الٰہی ملکوت رب العالمینا

عارفوں کے دلوں کو وہ آنکھیں نصیب ہیں جن سے وہ ایسی چیزیں دیکھتے ہیں جن کو عام دیکھنے والے نہیں دیکھ سکتے۔ وہ عالم ملکوت رب العالمین کی طرف بغیر پروں کے اڑتے ہیں۔

شکر کا نمک اور نمک کا شکر بن جانا:

اخبار الاخیار میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ ایک سوداگر اونٹوں پر شکر کے بورے لاد کر ملتان سے دہلی کی طرف جا رہا تھا۔ جب اجودھن پہنچا تو راستے میں حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ کھڑے تھے آپ نے سوداگر سے پوچھا کیا اونٹوں پر شکر کے بورے ہیں۔ سوداگر نے منگتا فقیر سمجھتے ہوئے کہ کہیں شکر نہ مانگ لے۔ کہا نہیں نمک ہے۔ حضرت اقدس نے اس کا جواب سن کر فرمایا، اچھا نمک ہی ہوگا۔ اب سوداگر اپنی منزل کی طرف روانہ ہوا۔ اپنے مقام پر پہنچ کر یہ دیکھ کر اس کے اوسان خطا ہو گئے کہ بوروں میں شکر کی بجائے نمک تھا۔ پریشانی کے عالم میں غور و فکر کیا تو یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ راستے میں ایک بزرگ فقیر کو منگتا سمجھتے ہوئے یہ کہا تھا کہ شکر نہیں نمک ہے اور اس بزرگ نے معنی خیز انداز میں کہا تھا کہ اچھا نمک ہی ہوگا۔ سوداگر واپس اجودھن بڑی پریشانی کے عالم میں آیا اور حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا، روتے ہوئے عرض کیا۔ حضرت میں برباد ہو گیا۔ میں نے آپ سے جھوٹ بولا تھا جس کی سزا میں نے پائی، مجھے معاف کر دیں۔ آپ نے فرمایا جھوٹ بولنا بری بات ہے۔ وعدہ کرو آئندہ جھوٹ نہیں بولو گے۔ پھر حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ نے فرمایا۔ اچھا جاؤ اگر شکر تھی تو شکر ہی ہوگی۔

سوداگر کو یقین تھا کہ جس کے کہنے پر شکر نمک میں تبدیل ہوئی اور اس کے کہنے سے نمک شکر میں تبدیل ہوگا۔ جب واپس پہنچا تو دیکھا کہ بوروں میں شکر تھی۔ نواب بیرم خان خانخاناں نے اس واقعہ کو شعر میں بیان کیا ہے۔

کان نمک جہان شکر شیخ بحر و بر
آں کز شکر نمک کند و از نمک شکر

نمک کی کان شکر کا خزانہ بحر و بر کا شیخ وہ ہے جس نے شکر کو نمک اور نمک کو شکر بنا دیا۔

رباعی:

کان نمک و گنج شکر شیخ فرید
کز گنج شکر کان نمک کرد پدید
در کان نمک کرد نظر گشت شکر
شیریں تر ازیں کرامتے کس نشنید

نمک اور شکر کا خزانہ شیخ فرید ہیں جنہوں نے شکر کے خزانے کو نمک کی کان میں تبدیل کر دیا اور نمک کی کان کو ایک ہی نظر میں شکر بنا دیا۔ اس سے بہتر کرامتیں کسی اور کی سننے میں نہیں آئیں۔

نور باطن سے اصلاح کرنا:

سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ فرماتے ہیں۔ جب میں شیخ العالم قدس اللہ سرہ العزیز کا مرید ہوا تو کچھ عرصہ کے بعد اجودھن میں میرا ہم سبق جو دانش مند کہلاتا تھا اور میرا دوست تھا آیا۔ مجھے میلے کچیلے اور پھٹے پرانے لباس میں دیکھ کر حیران ہوا اور کہنے لگا۔ مولانا نظام الدین رحمۃ اللہ تمہیں کیا مصیبت پیش آئی کہ تم نے اپنا یہ حال بنا رکھا ہے۔ اگر تم دہلی میں تعلیم دیتے تو مجتہد زمانہ ہو جاتے اور سامان دنیا اور وسائل معیشت بھی اچھے ہو جاتے۔ میں نے اپنے دوست کی یہ باتیں سنیں مگر کوئی جواب نہ دیا اور معذرت کر کے خاموش ہو گیا۔ پھر اپنے پیرو مرشد شیخ العالم رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شیخ العالم رحمۃ اللہ نے نور باطن سے آگاہ ہو کر فرمایا۔ اے نظام! اگر تمہارے دوستوں میں سے کوئی

دوست تمہارے پاس آئے اور تم سے یہ کہے کہ تمہیں کونسی مصیبت پیش آئی کہ تم نے تعلیم و تعلم کو چھوڑ کر جو تمہارے لیے موجب فراغت اور رفاہیت تھا، اس کام میں مشغول ہوئے تو تم کیا جواب دو گے؟ میں نے عرض کیا۔ جو آپ فرمائیں گے وہی جواب دوں گا۔ پھر شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ لنگر خانے میں جاؤ اور وہاں کے منتظمین سے کہو کہ ایک خوان مختلف نعمتوں اور پُر تکلف کھانوں سے سجا کر لائیں۔ جب وہ خوان لایا گیا تو شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، نظام! اس خوان کو سر پر رکھو اور اس جگہ لے جاؤ جہاں تمہارا دوست ٹھہرا ہوا ہے۔ میں نے اپنے شیخ کے حکم کے مطابق اس خوان کو سر پر رکھا اور اس سرائے میں لے گیا جہاں میرا دوست ٹھہرا ہوا تھا۔ جیسے ہی اس دوست کی نظر مجھ پر پڑی وہ روتا ہوا میری طرف دوڑا اور خوان کو میرے سر سے اتارا اور پوچھنے لگا یہ کیا حال ہے۔ میں نے اپنے شیخ کا نور باطن سے اس گفتگو کے منکشف ہونے کا واقعہ جو میرے اور دوست کے درمیان ہوئی تھی بیان کیا! اس دوست نے تمام باتیں سن کر کہا۔ الحمد للہ! کہ تم ایسا بزرگ ترین شیخ رکھتے ہو کہ جس نے تمہارے نفس کی تربیت ریاضتوں سے اس حد تک کی ہے۔ اب مجھے بھی اپنے شیخ کی خدمت میں لے چلو تا کہ ایسے عظیم المرتبت بزرگ کی قدم بوسی کا شرف میں بھی حاصل کروں۔ جب کھانا کھا چکا تو اس دانش مند دوست نے اپنے ملازم سے کہا کہ خوان سر پر اٹھاؤ اور ہمارے ساتھ آؤ۔ میں نے کہا نہیں، اس خوان کو میں اسی طرح اٹھا کر لے جاؤں گا جس طرح لایا ہوں۔ وہ دانش مند میرے ساتھ شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کے علم کا سارا غرور جاتا رہا اور اس بادشاہ محبت کے آستانے کی خاک پر سر رکھا اور آپ کے مکاشفے اور مکالمے کی برکت سے آپ کا مرید ہوا۔

اندریں رہ می تراش ری خراش

تادمے آخر ازاں فارغ مباش

اس راستے میں تراش خراش محنت و مشقت اصلاح نفس کے لیے آخری دم تک جاری رہتی ہے اس لیے آخری سانس تک اپنے آپ کو فارغ نہ رکھ۔

اسلام میں چھٹا رکن روٹی

جواہر فریدی اور چہل روزہ میں لکھا ہے کہ قطب الاقطاب فرد الاحباب شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر قدس اللہ سرہ العزیز کی مجلس میں ایک ملا اکثر آتے اور درویش وفقرا کو کم علم ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہتے۔ ایک دن حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بہت سے لوگ حاضر خدمت تھے اور حضرت شیخ کے تبحر علمی سے فیض یاب ہو رہے تھے کہ یہ ملا صاحب بھی حاضر ہوئے اور اپنے علمی کمالات کی گفتگو اس انداز میں کرنے لگے کہ انداز بیان نہایت نخوت وتکبر کا آئینہ دار تھا۔ وہ اپنے علم کو بحر بیکراں ثابت کر رہے تھے جیسے دوسرے لوگ ان کے سامنے کوئی علم نہیں رکھتے۔

ملا صاحب کی گفتگو طول پکڑ گئی تو حضرت شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ زیر لب مسکرا دیئے اور فرمایا کہ اسلام کے پانچ رکن ہیں۔ یعنی کلمہ طیبہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج۔ لیکن یہ بھی سنا ہے چھٹا رکن روٹی ہے۔ یہ سنتے ہی ملا نے کہا یہ سب فقیروں درویشوں کے ڈھکوسلے ہیں اور اہل علم کے نزدیک روٹی کی کوئی اہمیت نہیں اور غصے میں اٹھ کر چلے گئے۔

اس واقعہ کے تھوڑے عرصہ بعد ملا صاحب حج کے لیے روانہ ہوئے اور وہاں سات سال رہے اور سات حج کیے۔ جب واپس ہوئے تو جس بحری جہاز میں سوار تھے وہ سمندری طوفان کی وجہ سے غرق ہونے لگا۔ کچھ لوگوں نے جہاز کے لکڑی کے تختوں پر بہتے ہوئے جان بچائی۔ یہ ملا صاحب بھی ایک تختے پر بہتے ہوئے ایک ویران جزیرہ میں پہنچ گئے۔ بڑے پریشان اور بے حال تھے اور ایک غار میں بیٹھ گئے کہ جنگلی درندوں کا خوف بھی تھا۔ مارے بھوک اور پیاس کے جان لبوں پر آ گئی۔ چوتھے روز ایک شخص نظر آیا جس کے سر پر خوان تھا اور وہ آواز لگا رہا تھا کہ روٹی بیچتا ہوں۔

ادھر ملا نے روٹی کا نام سنا تو بے قرار ہو کر فوراً غار سے باہر آئے اور بڑی عاجزی کے ساتھ اس شخص سے کہا بھائی میں عالم ہوں اور سات حج کر کے اپنے وطن واپس جا رہا تھا کہ جہاز طوفان میں گھر گیا، سب کچھ تباہ ہو گیا۔ جان تو بچ گئی میں اس ویرانے میں بے یار و مددگار پڑا ہوں، بھوک اور پیاس نے نڈھال کر رکھا ہے۔ مسافر ہوں، مسافروں کھانا کھلانا بڑے اجر وثواب کا کام ہے۔ وہ شخص خاموشی سے سنتا رہا اور پھر کہا بھائی میں تو بیوپار کرتا

ہوں، روٹی کی قیمت دو اور روٹی لے لو ورنہ آرام کرو۔ ملا جب ذرا غصے میں آئے اور کہا کہ تو کیسا مسلمان ہے مجھ جیسے بے حال اور عاجز بندے پر رحم نہیں آتا۔

روٹی فروش نے کہا۔ اگر تیرے پاس پیسے نہیں تو سودے بازی کر لو، کیسی سودے بازی ملا نے حیران ہو کر پوچھا۔ روٹی فروش نے کہا بھائی تو نے سات حج کیے ہیں ان کا ثواب مجھے بخش دو روٹی لے لو، ملا صاحب آمادہ ہو گئے۔ اب خوب پیٹ بھر کر روٹی کھائی اور پانی پیا۔ اس کے بعد وہ روٹی فروش غائب ہو گیا۔

چند دن گزرے پھر بھوک نے نڈھال کیا تو ایک دن وہ روٹی فروش پھر نمودار ہوا۔ روٹی فروش نے کہا آج پھر سودے بازی کر لے اور روٹی کھا لے۔ ملا نے کہا آج کیا سودے بازی کرے گا۔ اس نے کہا ساری زندگی کی نمازوں کا ثواب مجھے بخش دو اور روٹی لے لو۔ ملا صاحب راضی ہو گئے۔ پھر پیٹ بھر کر روٹی کھائی پانی پیا اور ملا صاحب کیا دیکھتے ہیں کہ وہ روٹی فروش پھر غائب ہو گیا۔ ادھر ادھر دیکھا بڑے حیران ہوئے آخر یہ شخص آتا کہاں سے ہے اور پھر جاتا کدھر ہے۔ اس سے راستہ ہی معلوم کر لیا ہوتا تاکہ اپنے وطن کی راہ لوں۔ پھر کچھ دن گزرے بھوک نے پھر ستایا بے چینی بڑھ گئی تو وہ شخص پھر اچانک نمودار ہوا اور روٹی بیچنے کی صدا لگانے لگا۔

ملا صاحب پھر اس کے روبرو ہوئے کہ اب تو میرے پاس تجھے بخشنے کے لیے کچھ بھی نہیں اب کیا سودے بازی کرو گے۔ اس نے کہا آج صرف اتنی بات پر تجھے روٹی دیتا ہوں کہ تمام عمر کی نمازوں کا ثواب اور سات حج کا ثواب مجھے لکھ کر دے دو، ملا فوراً رضامند ہوا۔

روٹی فروش نے قلم دوات اور کاغذ جیب سے نکال کر اس کے ہاتھ میں دیا۔ ملا نے ساری تحریر لکھ کر دے دی اور پوچھا کہ تو مجھے روٹی کھلا کر کہاں غائب ہو جاتا ہے۔ روٹی فروش نے کہا اس قصے کو چھوڑو اور روٹی کھاؤ۔ اب کی بار وہ شخص غائب ہوا تو ملا کی نظر ایک جہاز پر پڑی جو دور تھا۔ اپنا عمامہ لہرا کر اس نے جہاز والوں کو اپنی طرف متوجہ کیا تو انہوں نے جہاز کا رخ اس کی طرف موڑ دیا کہ اس ویران جزیرہ میں ضرور کوئی مصیبت زدہ ہے۔

ملا صاحب اس جہاز میں سوار ہو کر ہندوستان اپنے وطن کو پہنچے۔ پھر کچھ عرصے کے بعد حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت نے کھڑے ہو کر خوش

آمدید کہا۔ خیریت دریافت کی۔ اتنے سال بعد آنے کا سبب پوچھا تو اس ملا صاحب نے کہا کہ حج بیت اللہ کے لیے گیا تھا اور سات حج کیے اور خوب عبادات کیں۔ حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے تبسم فرمایا کہ اب تو آپ اتنا ثواب کما کر آئے ہو۔ اب تو ہم درویشوں پر خفا نہیں ہو گے۔ ملا نے پھر اپنے اسی انداز میں کہا۔ میری خفگی کی وجہ آپ لوگوں کی کم علمی کی وجہ سے ہے۔ یہ آپ جو کہتے ہیں اسلام میں چھٹا رکن روٹی ہے۔ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ملا صاحب میں نے یہ ایک کتاب میں لکھا ہوا دیکھا ہے، کہو تو آپ کو بھی کتاب دکھا دوں۔ ملا صاحب نے پھر تلخ ہو کر کہا ایسی کونسی کتاب ہے ذرا میں بھی تو دیکھوں۔ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خادم سے فرمایا۔ حجرہ میں ایک کتاب پڑی ہے وہ لا کر ملا صاحب کو دکھاؤ۔ ملا صاحب نے کتاب کے چند اوراق الٹ پلٹ کیے تو اپنی ہی تحریر پر نظر پڑی تو اس کی چیخ نکل گئی۔ اٹھا اور شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں سر رکھ کر دیر تک روتا رہا۔ پھر بیعت ہونے کی درخواست کی، آپ نے بیعت سے مشرف فرمایا پھر عمر بھر کسی سے کلام نہ کیا اور روتے رہے۔ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اسلام کے ارکان پانچ ہی ہیں، الحمد للہ۔ یہ واقعہ صرف علم پر تکبر کی وجہ سے پیش آیا۔ علم پر غرور کرنے سے آفت آتی ہے۔ علم کے ساتھ حلم بھی ہو تو سلامتی ہے۔

حضرت شیخ شیوخ العالم کا جود و عطا:

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک دن حسن قوال جو آپ کو اکثر سماع سے محظوظ کرتا تھا، حاضر خدمت ہوا۔ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ خوش وقت تھے۔

حسن نے عرض کیا۔ حضور میری بیٹیاں جوان ہیں۔ ان کی شادی کی فکر دامن گیر ہے مگر کوئی اسباب نہیں ہیں۔ آج مجھ بندہ درگاہ کو کچھ عطا فرمائیں کہ یہ کار خیر انجام پائے۔ آپ نے فرمایا تجھے تو معلوم ہے کہ میں کوئی مال و اسباب نہیں رکھتا۔

حسن نے ہاتھ جوڑ کر بڑی عاجزی سے عرض کیا۔ حضور آپ کے پاس تو دولت کونین ہے۔ آپ کا فقر تو بادشاہوں کا بھی قبلہ ہے بھلا آپ کے پاس کس چیز کی کمی ہے۔ اگر آپ اس اینٹ کو جو پاس ہی پڑی ہوئی ہے حکم دیں تو یہ سونا بن جائے۔

حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ نے ذرا توقف فرما کر کہا اچھا اٹھالو۔ جونہی اس نے اینٹ اٹھائی تو وہ سونا بن گئی۔ اس کے بعد حسن نے دوسری طرف دیکھا تو ایک اینٹ اور تھی۔ عرض کی اگر آپ فرمائیں تو یہ بھی اٹھالوں۔ حضرت نے فرمایا اچھا اٹھالو وہ بھی سونا بن گئی۔ اب ایک اور اینٹ پر حسن کی نظر پڑی تو اس نے عرض کیا۔ حضور اس کے لیے بھی حکم فرمادیں۔

آپ نے فرمایا انہیں پر اکتفا کرو۔ اس نے عرض کیا حضور کا اتنا کہنے میں کیا حرج ہے آپ فرمادیں تو یہ بھی اٹھالوں حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ نے تبسم فرما کر کہا اچھا اٹھا لو۔ اس نے تینوں اینٹیں اٹھالیں۔ اور سر زمین پر رکھا اور گھر چلا گیا اور بڑی دھوم سے اپنی بیٹیوں کی شادی کی۔ شیخ العالم کی عطا و بخشش کا کیسا نرالا انداز ہے۔

داڑھی کے بال کی برکت

فوائد الفواد میں سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ایک روز میں شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک بال داڑھی مبارک سے جدا ہو کر آپ کی گود میں گر گیا۔ میں نے عرض کی حضور میری ایک درخواست ہے اگر آپ منظور فرمائیں۔ ارشاد ہوا کیا چاہتے ہو، میں نے عرض کیا، ایک بال آپ کی داڑھی مبارک سے جدا ہو کر آپ کی گود میں گرا ہے اگر حکم ہو تو اسے تعویذ بنا کر اپنے پاس رکھلوں حکم ہوا، رکھلو۔ میں نے اس بال کو بڑے اعزاز کے ساتھ کپڑے میں لپیٹ کر رکھ لیا۔

اس حکایت کے دوران سلطان المشائخ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے اور فرمایا میں نے اس ایک بال کی کیا کیا برکات دیکھیں۔ جب میں دہلی آ گیا تو کوئی بیمار یا مریض مجھ سے تعویذ طلب کرتا تو میں وہ بال اس کو تعویذ کے طور پر دے دیتا۔ جب وہ بیمار تندرست ہو جاتا تو وہ تعویذ واپس منگوا لیتا۔ ایک دن میرے ایک دوست تاج الدین مینائی کا چھوٹا بیٹا بیمار ہوا تو مینائی میرے پاس آئے اور تعویذ طلب کیا۔ ہر چند میں نے تلاش کیا مگر نہ ملا۔ میرے دوست مینائی مایوس ہوئے کیونکہ اس کے بیٹے کی موت کا وقت آ چکا تھا اور وہ فوت ہو گیا۔ کچھ دن بعد کسی بیمار نے مجھ سے تعویذ طلب کیا تو وہ اسی طاق میں پڑا تھا جہاں میں نے بہت ڈھونڈا تھا۔

ان کے در کی خاک بھی اکسیر ہوتی ہے
جہاں بادشاہی بھی بڑی حقیر ہوتی ہے

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ کا مقام فقر

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ آپ کے حرم سے پیغام آیا کہ آپ کا ایک صاحبزادہ سخت بیمار ہے اس کی فکر کریں یعنی بھوک کی شدت سے مر رہا ہے۔ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ نے سر اٹھایا اور فرمایا کہ مسعود کیا کرے۔

اگر موت آ جائے اور بھوک سے مر جائے تو اس کے پاؤں میں رسی باندھ کر باہر پھینک دو۔ یہ جواب بیوی کے ذہن کا علاج تھا کہ اسے ہر طرف سے مایوس کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنا تھا۔

نیز فرمایا، ایک دفعہ شیخ العالم کا لباس پارہ پارہ ہو گیا۔ ایک مرید نیا لباس لایا اور آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے وہ لباس زیب تن فرمایا پھر فوراً اتار کر شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ کو دے دیا اور فرمایا جو لطف و سرور پرانے لباس میں حاصل ہے وہ نئے میں نہیں۔

حضرت شیخ العالم ہمیشہ روزہ کی حالت میں رہتے تھے اور افطار میں اکثر و بیشتر ایک پیالہ شربت ہوتا تھا۔ اس میں سے بھی آدھا بلکہ دو تہائی حاضرین مجلس میں تقسیم فرما دیتے اور باقی خود نوش فرماتے اور بعض اوقات اس میں سے بھی کسی طلبگار کو دے دیتے۔ افطار کے وقت دو روٹی روغنی آپ کے سامنے پیش کی جاتیں تھیں۔ جن میں سے ایک ٹکڑا نوش جاں کرتے باقی حاضرین مجلس میں تقسیم ہو جاتا اس قدر قلیل طعام سے افطار کرتے تھے۔

رات کو اسی کمبل کو جس پر دن کو بیٹھتے تھے، بچھونا بنا لیتے۔ یہ کمبل اتنا چھوٹا تھا کہ بچھونے پر لیٹتے وقت آپ کے پاؤں اس سے باہر ہی رہتے تھے۔

جز نیاز و بندگی و اضطرار
اندرین حضرت ندارد اعتبار

(مولانا روم رحمۃ اللہ)

یعنی رب کریم کی بارگاہ میں عاجزی بندگی اور پشیمانی کے سوا کوئی کام بہتر نہیں ہے۔ شیخ العالم کی بزرگی اور مریدوں کا مرتبہ سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ علیہ فرید الحق والشرع والدین کے مریدین باری باری لنگر خانے کے لیے لکڑیاں لانے اجودھن کے آس پاس جایا کرتے۔ جب مولانا سید بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی باری آئی تو شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے دو صاحبزادے بھی ان کے ساتھ ہو لیئے۔ راستے میں دونوں صاحبزادے حضرت مولانا سے کہنے لگے کہ ہمارے بابا کے مریدوں کو وہ کرامت حاصل نہیں جو سیدی احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں کو حاصل ہے۔ سیدی احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مرید شیر پر سواری کرتے ہیں اور ہاتھ میں سانپ کا کوڑا بناتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا۔ مخدوم زادوں کو ایسا خیال لانا مناسب نہیں۔ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کی کون تاب لاسکتا ہے۔ کوئی انکا اور ان کے مریدوں کی عظمت اور کرامات کا کیا موازنہ کرسکتا ہے۔

ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ کہ جنگل سے ایک شیر نمودار ہوا۔ دونوں صاحبزادے جو ابھی بلوغت کو نہ پہنچے تھے شیر کو دیکھ کر درخت پر چڑھ گئے۔

مولانا بدرالدین اسحاق آگے بڑھے اور اپنی آستین شیر کے سر پر مار کر فرمایا۔ اے کتے، تیری یہ مجال کہ تو میرے مخدوم زادوں کو ڈرائے۔

پھر مولانا نے دونوں صاحبزادوں کو فرمایا کہ درخت سے نیچے اتر آؤ۔ ان دونوں نے جواب دیا کہ جب تک شیر چلا نہیں جاتا ہم نیچے نہیں آئیں گے۔

مولانا نے شیر کو ہاتھ مارا اور فرمایا۔ اے کتے چلا جا۔ شیر نے سر مولانا کے قدموں میں رکھا اور چلا گیا۔ پھر دونوں صاحبزادے درخت سے نیچے اتر آئے اپنی اس بات پر بڑے پشیمان ہوئے جو انہوں نے اپنے بابا کے مریدوں کے متعلق کہی تھی۔

حضرت مولانا بدرالدین اسحاق کا اپنے مرید کی دستگیری کرنا:

یہ بھی لکھا ہے کہ ملک شرف الدین کُبر اجودھیپال پور کا مقطع دار تھا، ایک دن شیخ العالم کی خدمت میں بیعت ہونے کے ارادے سے حاضر ہوا۔ اس نے قدم بوسی کے بعد بیعت ہونے کی التجا کی۔ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ حضرت بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا بدرالدین

اسحاق رحمۃ اللہ جو کہ آپ کے خلفائے نامدار میں سے ہیں کو اشارہ فرمایا کہ تم اسے بیعت کر لو۔ چنانچہ انہوں نے اپنے مرشد کے حکم کی تعمیل کے مطابق اس کو بیعت کیا۔ کچھ زمانے بعد ملک شرف الدین کبرا کو حکم شاہی سے اس عہدے سے ہٹا دیا اور اسے بندی بنا کر شہر کو بھیج دیا گیا۔

ملک شرف الدین نے اپنے چند ساتھیوں کو عرضداشت کے ساتھ خربوزے دے کر حضرت مولانا بدر الدین اسحاق رحمۃ اللہ کی خدمت میں اجودھن روانہ کیا اور ساتھیوں کو کہا یہ خربوزے میرے مخدوم کی خدمت میں پیش کرنا اور دعا کے واسطے عرض کرنا۔ جب یہ لوگ حضرت مولانا رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس وقت کچھ عزیز اور حاکم اجودھن قاضی صدر الدین بھی حاضر تھے کو حکم دیا کہ تمام اہل مجلس میں خربوزے تقسیم کرو۔ قاضی نے تمام اہل مجلس میں خربوزے تقسیم کرتے کرتے مولانا کی خدمت میں ان کا حصہ پیش کیا۔ حضرت مولانا نے فرمایا۔ قاضی صدر الدین ہمارے ساتھ ملک شرف الدین کبرا کا حصہ بھی رکھ دو۔ جب خربوزے تمام اہل مجلس میں تقسیم ہو گئے تو حضرت مولانا نے اپنی پگڑی اتار کر ملک شرف الدین کبرا کے حصہ کے برابر رکھ دی اور فرمایا یہ خربوزے ہم اس وقت تک نہیں کھائیں گے جب تک ملک شرف الدین نہیں آ جاتا۔

اس کے بعد مولانا اہل مجلس سے بزرگوں کے واقعات بیان کرنے لگے۔ نماز عصر کا وقت ہوا تو ملک شرف الدین کبرا بھی مجلس میں حاضر ہو گیا۔ اس وقت حضرت مولانا نے دستار سر پر رکھی اور خربوزہ کھانے لگے۔ اسی دوران ملک شرف الدین نے اپنی رہائی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا سید بدر الدین اسحاق رحمۃ اللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ چند چغل خوروں نے میرے خلاف بادشاہ کو ورغلایا۔ جب بادشاہ پر ان کا جھوٹ کھل گیا تو دوسرا شاہی فرمان جاری ہوا، اس کو رہا کر دو اور جہاں تک پہنچ چکا ہے اسے وہیں سے واپس لوٹا دیا جائے۔

پھر ملک شرف الدین کبرا نے اپنا سر حضرت مولانا کے قدموں میں رکھا اور عرض کرنے لگا کہ یہ دوسرا فرمان شاہی میرے مخدوم کی برکت و مرحمت سے پہنچا اور میں سیدھا آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا ہوں۔

آنی کہ بصد شفاعت و صد زاری
بہر پات یکے بوسہ دہم نگذاری

وہ گھڑی کتنی سعادت مند ہوگی جب میں عاجزی اور سفارش کی امید لے کر تیرے پاؤں کو بوسہ دوں اور عرض کروں کہ خدا کے لیے مجھے نہ چھوڑ دینا۔

حکمت خداوندی کے انداز نرالے ہیں

حضرت خواجہ فرید الملت والدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ میں نے اپنے پیر دستگیر خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ کی زبان گوہر بیان سے سنا ہے کہ ایک دفعہ میں اور خواجہ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ جو کہ سلطان التارکین کے لقب سے ملقب ہیں اور میرے جگری یار ہیں۔ جانب دریا مسافر تھے کہ قدرت خداوندی کا مشاہدہ کیا۔ ہم دریا کے ایک مقام پر بیٹھے تھے اور بھوک نے غلبہ کیا تھا۔ بھلا جنگل اور دریا کے کنارے کھانا کہاں ہوتا ہے۔ ابھی تھوڑی دیر نہ گزری تھی کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بھیڑ دو روٹی جو کی منہ میں لیے آ گئی اور ہمارے سامنے رکھ کر چلی گئی۔ ہم نے وہ روٹیاں کھالیں اور گفتگو کرنے لگے کہ یہ بھیڑ نہیں کوئی مردان غیب میں سے تھا۔

ابھی ہماری گفتگو ختم نہ ہوئی تھی کہ یکا یک ایک بھاری بھرکم اور قد کاٹھ میں بڑا بچھو بڑی تیزی سے آیا اور آتے ہی دریا میں کود گیا۔ ہم ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ میں نے کہا کہ اس میں ضرور کوئی حکمت ظاہر ہوتی ہے۔ دیکھا تو وہ بچھو دریا میں تیزی کے ساتھ دوسرے کنارے کی طرف جا رہا ہے۔ ہم نے دیکھا کہ دریا کے دوسری طرف جانے کے لیے کوئی کشتی نہ تھی۔

ہم نے یک زبان ہو کر بارِ الٰہ میں عرض کی کہ اے رب قدوس ہماری مدد فرما۔ ابھی ہماری مناجات ختم نہ ہوئی تھیں کہ خدائے بزرگ برتر کے حکم سے دریا شق ہوا۔ خشک زمین ظاہر ہوئی اور ہم دونوں گزر کر دوسرے کنارے پہنچ گئے اور وہ بچھو بھی نمودار ہوا۔

کیا دیکھتے ہیں کہ ایک درخت کے نیچے ایک مرد سو رہا ہے اور ایک خطرناک سانپ درخت سے نیچے اترا کہ اس مرد کو ہلاک کرے۔ وہ بچھو فوراً مرد کے آگے آ گیا اور اس نے سانپ کو ہلاک کر دیا اور خود غائب ہو گیا۔

اب مرا ہوا سانپ اس مرد کے پاس پڑا ہوا تھا جو کہ بہت بڑا تھا۔ یہ تماشا دیکھ کر ہم حیران ہو گئے اور سوچنے لگے کہ یہ مرد بڑا بزرگ ہوگا جس کی حفاظت خداوند قدوس نے

اس طرح فرمائی۔ اچھا بیدار ہو جائے تو اس سے شرف ملاقات حاصل کرتے ہیں۔ جب ہم اس کے نزدیک گئے تو دیکھا کہ وہ ایک مست خراباتی ہے اور اس نے اسی وقت قے کر دی۔ ہمیں بڑا افسوس ہوا کہ ایسے شخص کے لیے ہم آئے، پھر تعجب ہوا کہ اس شراب خور نافرمان کو اللہ تعالیٰ نے ایسی حکمت سے کیونکر بچایا۔

ہنوز یہ خیال ہوا ہی تھا کہ ہاتف غیبی نے آواز دی۔ کہ اے عزیزو! اگر ہم نیکوں اور پارساؤں کو ہی نگاہ میں رکھیں تو گنہگاروں کو کون نگاہ میں رکھے گا۔ اتنے میں وہ مرد جاگ گیا اور اپنے پاس ایک اتنے بڑے سانپ کو مرا ہوا دیکھ کر حیران و ششدر رہوا۔ ہم نے تمام کیفیت بچھو اور سانپ والی سنائی تو وہ بہت شرمندہ ہوا اور اپنے اس فعل سے تائب ہوا اور ایسا ہوا کہ وہ شخص واصلان حق میں شامل ہو گیا۔ بعد خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ نے فرمایا۔ جب نسیم کرم چلتی ہے تو سو ہزار خراباتیوں کو واصلان حق میں شامل کر دیتی ہے اور جب نسیم قہر چلتی ہے تو سو ہزار نیکو کاروں کو خرابات میں ڈال دیتی ہے۔

بس اے بھائی اس راہ میں بے غم نہ ہونا چاہیے، خاص طور پر راہ سلوک میں رات دن اور ماہ و سال فراق کے ڈر سے اور خوف سے محبت کے غمگین رہے۔ کس کو خبر کہ عاقبت کار کیا ہو گا۔ اگر ابلیس لعین عاقبت جانتا کہ کیسی ہو گی تو بلا شبہ آدم کو سجدہ کرتا لیکن اس نے عاقبت نہ جانی اور اپنی طاعت کے گھمنڈ میں رہا کہ میں خاک کو سجدہ کیوں کروں۔ جملہ اس کی طاعت رد ہو گئی اور اس کے منہ پر دے ماری۔

اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کا بیان

حضرت مولانا بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ شیخ فرید الدین نور الیقین ادام اللہ تقواہ فرماتے ہیں کہ محبت میں صادق وہ شخص ہے جو دوست کی یاد کے سوا اور کسی بات کو پسند نہ کرے۔ پھر فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس جا کر اسے حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اس کے ساتھ نرمی اور آہستگی سے بات کرنا۔ جب شیخ العالم رحمۃ اللہ اس بات پر پہنچے تو آبدیدہ ہو گئے اور زبان گوہر بیان سے فرمایا کہ دیکھو جو شخص خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور انا ربکم الاعلیٰ کہتا تھا۔ اس پر اللہ

تعالیٰ کا لطف ہے کہ اس کے دل کو بھی ناراض نہیں کرنا چاہتا، تو وہ شخص جو پانچ وقت پیشانی زمین پر رکھ کر سبحان ربی الاعلی کہتا ہے وہ کس طرح اس کے لطف وکرم سے محروم رہ سکتا ہے۔ ایسا شخص ہرگز ناامید نہیں ہوگا۔ اس کے حق میں تو رب ذوالجلال ضرور بے حد لطف و کرم فرمائے گا۔ پھر فرمایا، کہ جو دنیا میں اللہ کریم کی محبت کا دم بھرتا ہے اور اس کی یاد میں مشغول رہتا ہے اسے روز حشر کسی قسم کا عذاب نہ ہوگا اور وہ اس دن بے خوف ہوگا۔

پھر فرمایا، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت تمام لوگ ڈرتے روتے اور لرزتے ہوئے اٹھیں گے۔ لیکن وہ دوستان خدا جو دنیا میں خوف الٰہی سے روتے ہیں وہ ہنستے ہوئے اٹھیں گے اور وہ اس دن کی پرواہ نہیں کریں گے۔

پھر فرمایا۔ جس طرح تین باتیں درویش کے لیے ضروری ہیں کہ خوف، امید اور محبت۔ دل میں خوف کے ہونے سے ترک گناہ حاصل ہوگا جس سے بخشش ونجات کی امید ہے اور دل میں امید رکھنے سے بہشت میں مرتبہ حاصل ہوگا اور مکروہات سے پرہیز کرنے کو محبت کہتے ہیں جس سے رضائے الٰہی حاصل ہوتی ہے۔

نزول رحمت کے اوقات

سلطان الواصلین برہان العاشقین خواجہ فرید الحق والشرع والدین فرماتے ہیں تین وقت میں رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ اول سماع کے وقت اہل سماع پر رحمت نازل ہوتی ہے۔ دوسرے درویشوں کے مجاہدے کے وقت یعنی جب اہل اللہ طلب مولا میں تکلیف اٹھاتے ہیں۔ تیسرے جب کہ عشاق انوار و تجلی کے عالم میں مستغرق ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا ایک مرتبہ میں اور خواجہ قطب العالم قطب الدین بختیار کا کی اُوشی رحمۃ اللہ علیہ اور سلطان التارکین خواجہ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ سماع کی ایک مجلس میں تھے۔ ایک رات دن برابر رقص کرتے رہے لیکن نماز کے اوقات میں نماز ادا کر لیتے۔ اسی وجد و حال کی کیفیت میں انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر اڑنا شروع کر دیا اور وہاں بھی رقص کرتے رہے جس قصیدے سے وجد ہوا وہ یہ ہے۔

من آں نیئم کہ زعشق تو پائے پس آرم
اگر بہ تیغ کشندم دو تونگزارم
مپرس از شب ہجراں چگونہ میگزا رد
مبادا ہیچ کسے را قوی است و شوام
من از جمال تو اے سروباغ نادیدم
ہوش نشد کہ گہے دل دود بگلزارم
اگر دہند بغردا بہشت با ہمہ چیز
بجنہ نخرم من کہ مست دیدارم

میں ایسا عاشق نہیں ہوں کہ تیرے عشق سے گریز پائی اختیار کروں۔ اگر مجھے تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دے پھر بھی تیرے دروازے کو نہ چھوڑوں گا۔ شب جدائی کا حال نہ پوچھ کہ کیسے گزرتی ہے۔ کسی شخص کو ایسی مشکل سے خدا دو چار نہ کرے۔ اے باغ حسن و جمال کے سروخراماں اس نے جب سے تیرے جمال کا دیدار کیا ہے مجھے گلزار میں جانے کی خواہش نہیں ہوئی۔ قیامت کے دن اگر مجھے بہشت اور لوازمات بہشت کی پیشکش کی گئی تو میں اسے ہرگز قبول نہ کروں گا کیونکہ میں تو تیرے دیدار کا آرزومند ہوں۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ کی روحانی عظمت

اسرار الاولیاء میں لکھا ہے کہ معدن لطافت شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ نے فرمایا، ایک مرتبہ میں خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ حاضرین مجلس میں سے ایک نے عرض کیا کہ کس طرح عام لوگوں کو معلوم ہو کہ کون شخص سلوک کے مراتب میں درجہ کمال رکھتا ہے اور سلوک کی تمام منازل طے کر چکا ہے۔ قطب العالم رحمۃ اللہ نے فرمایا وہ شخص جو کہ مردے پر دم کرے اور وہ بحکم الٰہی اٹھ کھڑا ہو تو سمجھو وہ شخص سلوک میں درجہ کمال کو پہنچ چکا ہے۔ ابھی آپ یہ فوائد بیان فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک بڑھیا روتی پیٹتی حاضر ہوئی۔

آداب بجالا کر عرض کی، اے خواجہ! میرا ایک ہی بیٹا تھا جسے ناحق سولی پر چڑھا دیا ہے۔ آپ اٹھے اور عصا مبارک لے کر باہر آ گئے۔ اصحاب بھی آپ کے ہمراہ چل دیئے۔ بڑھیا آگے آگے چلی۔ جب مقتل میں پہنچے تو خلقت نے بڑا ہجوم کیا ہوا تھا۔

ہندو مسلمان سبھی تھے۔ آپ نے اس مردہ لڑکے کے پاس کھڑے ہو کر بارگاہ رب العزت میں عرض کی۔ اے پروردگار عالم! اگر یہ لڑکا ناحق ناروا سولی پر چڑھا ہے تو اسے زندہ کر دے۔ ابھی حضرت خواجہ اپنی مناجات ختم نہ کر پائے تھے کہ وہ لڑکا زندہ ہو گیا اور اٹھ کر چلنے لگا۔

اس روز قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی عظمت دیکھ کر کئی ہزار ہندو مسلمان ہو گئے۔ بعد ازاں خواجہ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ انسان اس سے زیادہ کیا مرتبہ حاصل کر سکتا ہے جو کہ خواجگان چشت کو عطا ہوا ہے

عاشقان خواجگان چشت را
از قدم تا سر نشانے دیگر است
کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

ایک درویش کی مزدوری:

شیخ العالم نے فرمایا، اے درویشو! ایک مرتبہ ایک واصل حق درویش کے ہاں بارہ روز تک فاقہ رہا۔ آخر اس کے بچوں نے تنگ آ کر کہا یا تو ہمارے لیے خوراک لا دو یا ہمیں مار ڈالو تاکہ فاقہ کشی کے عذاب سے جان چھوٹ جائے۔ اس درویش نے کہا اچھا آج صبر کرو کل مزدوری کے لیے جاؤں گا۔ چنانچہ دوسرے روز علی الصبح وضو کر کے جنگل میں جا کر عبادت میں مشغول ہوا۔ جب عصر کے وقت آیا تو بچوں نے دامن پکڑ کر کہا کیا لائے ہو۔ اس نے کہا جس شخص کے ہاں مزدوری کرنے گیا تھا اس نے کہا کہ کل دو دن کی مزدوری اکٹھی دوں گا۔ بچوں نے واویلا مچایا کہ اے نامہربان باپ ہم تو بھوک سے مرے جا رہے ہیں اور تو ہمارے کھانے کا بندوبست نہیں کرتا۔ درویش نے دوسرے روز بھی وعدہ کیا، جنگل میں جا کر عبادت میں مشغول ہو گیا۔ جب عصر کا وقت ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا

کہ دو سیر آٹا ایک برتن شہد اور دو ہزار اشرفیاں بہشت سے لے جا کر اس درویش کے گھر پہنچا دو اور اس کے بچوں کو کہہ دو کہ جس کے ہاں تمہارا باپ مزدوری کر رہا ہے اس نے دو دن کی مزدوری بھیجی ہے اور یہ بھی کہلا بھیجا ہے کہ اگر تو ہماری مزدوری میں کوتاہی نہ کرے گا تو ہم بھی اس کے اجر میں کمی نہ کریں گے۔ جب وہ درویش گھر آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ گھر میں خوشی ہی خوشی ہے، باورچی خانہ بھی گرم ہے۔ بچے خوشی کے ساتھ آ کر لپٹ گئے اور سارا حال بیان کر دیا۔ درویش نے نعرہ مار کر کہا، اللہ تعالیٰ سو گنا مہربانی کرتا ہے بشرطیکہ ہم اس کے کام میں پکے ہوں۔ پھر شیخ العالم نے فرمایا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص سے طاعت کرتا ہے اور فراخ دلی سے عبادت کرتا ہے اور اپنے مقدر کے رزق کیلئے کسی قسم کا اندیشہ نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ قادر ہے اسے اس طرح رزق پہنچانے پر جیسا کہ اس درویش کو پہنچا۔

کیا اس شہر کا خدا کوئی اور ہے:

پھر فرمایا۔ ایک دفعہ ایک شخص نے روزگار سے تنگ آ کر اپنا شہر چھوڑ کر دوسرے شہر جانا چاہا۔ جب ایک بزرگ سے شہر چھوڑتے ہوئے اجازت لینے گیا تو اس نے پوچھا کہاں اور کیوں جاتے ہو۔ اس نے کہا کہ اس شہر کو اس لیے چھوڑتا ہوں شائد دوسرے شہر میں روزگار میں بہتری آ جائے۔ اس بزرگ نے کہا اچھا، جس شہر جا رہے ہو وہاں کے خدا کو میرا اسلام کہنا وہ شخص حیران ہوا اور پوچھا کہ وہاں کوئی اور خدا ہے، خدا تو ہر جگہ ایک ہی ہے۔ اس بزرگ نے کہا اے نادان! جب تو جانتا ہے کہ خدا ہر جگہ ایک ہی ہے تو کیا اتنا نہیں جانتا کہ اس شہر میں اور دوسرے شہر میں تیرا مقدر بھی ایک ہی ہے۔ جا فراخ دلی سے طاعت الٰہی میں مشغول ہو پھر دیکھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیرے رزق کے دروازے کہاں کہاں سے کھلتے ہیں۔

رزق کی اقسام:

پھر اسی موقع پر فرمایا۔ مشائخ طبقات نے رزق کو چار قسم کا لکھا ہے۔

(۱) رزق مقسوم (۲) رزق مذموم (۳) رزق مملوک اور (۴) رزق موعود۔

(۱) رزق مقسوم وہ ہے جو لوح محفوظ پر قسمت میں لکھا جا چکا ہے، وہ ضرور ملے گا۔ (۲) رزق مذموم وہ ہے کہ جو کچھ کھانے پینے کو ملے اس پر صبر نہ کرے یعنی جبکہ خود اللہ

تعالیٰ رزق کا ضامن ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں وعدہ فرمایا ہے وما من دآبة فی الارض الا علی اللہ رزقھا تو پھر صبر نہ کر سکے۔ (۳) رزق مملوک وہ ہے جو نقدی اور اسباب وغیرہ جمع کیا جائے یا تجارت کی جائے۔ البتہ اس میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نیکی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اے عزیز! اس راہ کے سالکوں نے کہا ہے کہ تجارت وہ شخص کرتا ہے جسے حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے انکار نہ ہو مگر درویش کے لیے یہی مناسب ہے کہ جو نقدی یا اسباب ملے سب راہ خدا میں خرچ کرے اور محفوظ نہ کرے۔ پھر فرمایا، رزق موعود وہ ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں اور عابدوں سے کیا ہے اور قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ۝

یعنی نیک لوگوں کو رزق کے اندیشے سے فارغ کر دیا ہے کیونکہ ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ بن مانگے ان کو رزق پہنچے گا اور جو ان کی ضروریات ہیں مہیا کی جائیں گی۔ پھر شیخ العالم نے فرمایا۔ ایک مرتبہ میں سیوستان میں بطور مسافر وارد ہوا اور میرے ہمراہ چند درویش بھی تھے۔ اس شہر کے باہر غار میں ایک درویش یاد الٰہی میں مشغول رہتا تھا۔ جب میں اس کے پاس پہنچا وہ تلاوت سے فارغ ہو کر دیر تک مراقبہ میں مشغول رہا۔ پھر اس درویش نے حکایت بیان فرمائی! اے عزیزو! میں بیس سال تک سیر کرتا رہا۔ ایک دفعہ ایک بزرگ کے پاس پہنچا جو پہاڑ کے دامن میں جنگل میں رہتا تھا جہاں پرندے کا گزر بھی نہ تھا۔ میرے دل میں خیال گذرا کہ اس درویش کی گذر بسر کے لیے رزق کہاں سے آتا ہے۔ ابھی اسی خیال میں تھا کہ اس بزرگ نے کہا تعجب کیوں کرتا ہے۔ شائد تو خدا کو رزاق نہیں مانتا جو فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْن یعنی اے میرے بندو خواہ تم جنگل میں ہو یا آبادی میں جو تمہارے مقدر میں ہے وہ ضرور تمہیں ملے گا۔ پھر کہا بیٹھ جا قدرت کا تماشا دیکھ، جب اس بزرگ نے یہ کہا تو میں کانپ اٹھا، فرمایا! یہ پتھر جو سامنے پڑا ہے اسے اٹھا کر توڑ ڈال۔ میں نے توڑا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس پتھر کے اندر ایک کیڑا ہے جس کے منہ میں سبز پتہ ہے اور وہ اسے کھا رہا ہے۔ اس بزرگ نے فرمایا، اے درویش! وہ ذات جو کیڑے کو پتھر میں روزی پہنچا کر زندہ رکھ رہی ہے وہ میرے رزق کا انتظام اس

جنگل میں نہیں کر سکتی۔

جب شام کو افطار کا وقت آیا تو دیکھا کہ ایک آدمی دو روٹیاں اور کچھ حلوہ ان پر رکھا ہوا حاضر ہوا، آداب بجالا کر پیش کیا اور چلا گیا۔ پھر اس درویش نے کہا آؤ افطار کرو۔ تم تو خواہ مخواہ تعجب میں تھے کہ میں یہاں جنگل میں رزق کیسے پاتا ہوں۔ پھر اس درویش نے فرمایا! میری بات بغور سنو۔ آج تیس سال کا عرصہ ہونے کو آیا ہے کہ اسی طرح عالم غیب سے مجھے روزی ملتی ہے اور جو بھی یہاں آتا ہے اسے بھی نصیب ہو جاتی ہے۔

اہل عشق کون ہیں

پھر فرمایا کہ درویش وفقرا اہل عشق ہیں اور علما اہل عقل، اسی وجہ سے ان میں تضاد رہتا ہے۔ بس کام کے واقف وہی لوگ ہیں جن میں یہ دو باتیں یعنی عشق اور عقل پائی جاتی ہے۔ راہ سلوک میں درویشوں کا عشق علما کی عقل پر غالب ہے۔

پھر اسی مناسبت سے فرمایا کہ ایک درویش بھیا نامی میرے دوست تھے جو واصل خدا اور صاحب درد تھے۔ جب وہ راستہ میں چلتے تو مستوں کی طرح جھوم جھوم کر چلتے

وصل الحبیب الی الحبیب

شیخ العالم رحمۃ اللہ نے فرمایا! سلطان الہند خواجہ معین الدین حسن سنجری رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ دوست کے اسرار خوبصورت ہوتے ہیں اور عاشق کے دل میں قرار پکڑتے ہیں۔ جب حضرت یحییٰ معاذ رازی، قدس اللہ سرہ العزیز سے پوچھا گیا کہ آپ کو نہ کبھی ہنستے اور نہ بات کرتے دیکھا گیا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ کوئی گھڑی ایسی نہیں گزرتی کہ اللہ تعالیٰ کی تجلی کے انوار واسرار میرے دل میں نہ ہوں۔ پس جس کے دل میں دوست کے انوار وتجلیات ہوں اسے ہنسی اور بات کرنے سے کیا واسطہ۔

اے درویش! ہنسی اور بات چیت اسی روز ہوتی ہے جب یہ حکم ہوتا ہے۔ وصل الحبیب الی الحبیب۔ یعنی جب دوست سے جاملتا ہے تو وصال ہوتا ہے۔

اسی مناسبت سے فرمایا کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے کیا بات دیکھی جو حق تعالیٰ سے آشنائی کی۔ انہوں نے فرمایا ایک روز

میں بیٹھا تھا کہ محبت کا آئینہ مجھے دکھایا گیا۔ میں نے نگاہ کی تو مجھے ایک صورت دکھائی گئی۔ جس پر میں فریفتہ ہو گیا اور فریاد کر اٹھا۔ استغفار کی اور کہا کہ مجھے نعمت عطا ہو۔ حکم ہوا کہ یہ نعمت تجھے دیتے ہیں، لیکن کسی پر ہمارا بھید ظاہر نہ کرنا تاکہ اور بھید کے لائق ہو سکے۔

مجنوں کا رقص کوچہ لیلیٰ میں

اسرار الاولیا میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ مجنوں نے سنا کہ لیلیٰ صدقہ بانٹ رہی ہے۔ مجنوں اٹھا اور لکڑی کا پیالہ ہاتھ میں لیا لیلیٰ کے دروازے پر گیا، لیلیٰ نے سب کو کچھ نہ کچھ دیا مگر مجنوں کو کچھ نہ دیا اور اسے دیکھ کر اندر چلی گئی تو مجنوں مارے خوشی کے رقص کرنے لگا لوگوں نے طعن کی کہ کس بات پر رقص کر رہا ہے، نہ ہی اس نے تجھے کچھ دیا ہے اور نہ تیری طرف توجہ کی! مجنوں نے کہا بے شک دیا کچھ نہیں لیکن یہ تو اس نے دیکھ لیا کہ مجنوں آیا ہے۔

پھر شیخ العالم نے آبدیدہ ہو کر فرمایا! اس بات کی قدر اس کو معلوم ہوتی ہے جو دریائے محبت میں غرق ہو یا عالم غیب چشمہ رواں سے اسے روزی نصیب ہو۔ جو شخص محبت اور عشق کا دعویٰ کرتا ہے وہ محبوب کا دروازہ اس وقت تک کھٹکھٹاتا رہتا ہے جب تک اس کے قالب میں جان ہے کہ کبھی تو کھلے گا اور کسی مرتبے کو پہنچ سکے گا۔

بنی اسرائیل کے ایک زاہد کا ذکر:

پھر فرمایا کہ اے درویش! بنی اسرائیل میں ایک زاہد تھا جس نے ستر سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی، آخر اس وقت کے پیغمبر کو حکم ہوا کہ جا فلاں زاہد کو کہہ دے کہ عبادت میں خوا مخواہ تکلیف نہ اٹھا ہمیں تیری عبادت منظور نہیں۔ جب پیغمبر وقت نے یہ پیغام اس زاہد کو پہنچایا تو رقص کرنے لگا۔ پیغمبر حیران ہوئے اور پوچھا کہ رقص کیوں کرتا ہے اس نے کہا گو کہ میری طاعت قبول نہیں تاہم شمار میں تو ہوں یعنی مجھے یاد تو کیا ہے۔

فرمایا اے درویش! اس راہ میں صادق اور عاشق وہی ہے جس پر عالم اسرار میں سے جو مصیبت وغیرہ نازل ہو اس پر صبر کرے اور راضی رہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

رَبَّنَا افرِغْ عَلَيْنَا جراو ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

درویش کا مہربان ہونا:

پھر فرمایا صاحب نعمت درویش خواجہ حسن ابوالخیر خرقانی سفر میں تھے، اس حال میں ان کی مونچھیں بڑھ گئیں، راستے میں ایک حجام ملا، اس نے خواجہ کا حلیہ دیکھا تو کہا کہ اے خواجہ آیئے میں آپ کی مونچھیں درست کردوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ میرے پاس تیرے کو دینے کے لیے کوئی پیسہ نہیں۔ اس نے عرض کیا، حضرت کوئی بات نہیں پیسے پھر دے دیجئے گا آپ ایک درخت کے نیچے تشریف فرما تھے۔ حجام نے آپ کی حجامت بنائی تو خواجہ نے اوپر دیکھا اور عرض کیا یا الٰہی میں کیا درخواست کروں، اتنے میں حکم خداوندی سے وہ درخت ہلا اور زمین پر سرخ دیناروں کی بارش ہوگئی، حجام حیران ہوگیا۔ حضرت خرقانی نے فرمایا جتنا اٹھا سکتا ہے اٹھالے اور وہاں سے چل دئے۔

شیخ العالم آبدیدہ ہوئے اور فرمایا کہ اے دوست مردان خدا ایسا ہی کرتے ہیں جب کسی کو نوازنا ہو تو نعمت عطا کر کے چل دیتے ہیں۔

اہل سلوک کے فرض وسنت

شیخ العالم نے فرمایا اے درویشو! ایک دفعہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ اور میں ایک مجلس میں بیٹھے تھے۔ کسی نے سوال کیا کہ اہل سلوک کے ہاں فرض اور سنت کیا ہیں۔ قاضی حمید الدین رحمۃ اللہ نے فورا جواب دیا۔ فرض پیر کی محبت ہے اور سنت ترک دنیا مافیھا۔ پھر فرمایا، میں نے ایک بزرگ سے سنا کہ درویش وہ ہے جو دل کے خزانے کے اندر غوطہ زن ہو جائے۔ پس وہ موتی جس کا نام محبت ہے اگر حاصل کرے تو درویش کامل ہو جائے گا۔

فرمایا! محبت میں درجہ کمال تب حاصل ہوتا ہے جب عاشق عشق میں عیب تلاش نہیں کرتا اور ماسوا سے ترک محبت کرلیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے مقام قرب پر فائز کرتا ہے۔

فرمایا! ایک مرتبہ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ سے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی کیا سبیل ہے تو آپ نے فرمایا، گونگا بہرہ اور اندھا بن جانے سے۔ جب یہ تینوں دشمن چشم و گوش وزبان بند ہو جاتے ہیں تو بندہ خداوند کریم کے حضور رسائی حاصل کرلیتا ہے۔

اہل محبت کے دل کو سوائے چار مقامات کے کہیں سکون نہیں ملتا۔ اول گھر کے کونے میں جہاں کوئی اور ذکر و شغل میں حائل نہ ہو۔ دوم مسجد میں کیونکہ وہ عشاق بارگاہ کی محبوب جگہ ہے۔ سوم قبرستان میں جو عبرت کا مقام ہے۔ چہارم مکمل تنہائی جہاں محب ہو یا محبوب اور کوئی نہ ہو۔

حضرت قطب الاقطاب خواجہ بختیار رحمۃ اللہ یہ فرما کر زار زار رونے لگے، ذکر خدا سے غافل نہ ہو۔

شیخ العالم فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ لاہور میں ایک ذاکر و شاغل اور عالی مقام بزرگ سے ملاقات کی سعادت نصیب ہوئی۔ چند روز ان کی خدمت میں حاضر رہا۔ وہ بزرگ نماز کے بعد ذکر میں مشغول ہو جاتے اور اتنا شدت سے ذکر فرماتے کہ ان کے رُوں رُوں سے پسینہ پھوٹ جاتا۔ بارہا مرتبہ ذکر کرتے کرتے گر جاتے اور پھر اٹھ کر مشغول ہو جاتے۔ ایک دن ذکر کے بعد فرمانے لگے۔ کتاب عشق میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میرا ذکر بندہ مومن پر غالب آ جاتا ہے تو میں اللہ جو اس کا پروردگار ہوں، اس کا عاشق ہو جاتا ہوں اور وہ بندہ میرا محبوب بن جاتا ہے۔ پھر انسان کو اس سعادت عظمیٰ سے کیوں محروم رہنا چاہیے اور ذکر خدا سے کیوں غافل ہونا چاہیے۔

دل کی اقسام:

پھر فرمایا اے عزیز! اس خالق کائنات نے دل کو پیدا ہی اس لیے کیا ہے کہ عرش الٰہی کا طواف کرے، اور دل کی تین قسمیں ہیں۔

ایک دل پہاڑ کی مانند ہوتے ہیں جو اپنی جگہ سے ذرہ برابر حرکت نہیں کرتے۔ یہ دل محبان صادق کے دل ہوتے ہیں۔ کچھ دل درخت کی مانند ہوتے ہیں جڑ تو ان کی قائم ہے مگر شاخیں ہوا سے ہلنے لگتی ہیں اور کچھ دل ایسے ہوتے ہیں جو درخت کے پتوں کی طرح ہوا کے ایک جھونکے سے ادھر سے ادھر ہو جاتے ہیں مگر ان میں پختہ اور سچا وہ ہے جو یاد محبوب کے سوا کسی چیز کو پسند نہیں کرتا۔

اللہ اپنے دوستوں کی محبت کا صدقہ بانٹتا ہے۔ شیخ العالم نے فرمایا۔ جب قارون زمین کے چوتھے طبق میں اپنے مال و متاع کے ساتھ دھنستا ہوا چلا گیا تو وہاں کی مخلوق نے

پوچھا کہ تو کون ہے اور تو نے کونسا ایسا گناہ کیا ہے کہ تجھے اس طرح زمین میں دھنسایا جا رہا ہے۔ قارون نے جواب دیا۔ میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے ہوں۔ میرا گناہ یہ ہے کہ میں نے خدا کے ایک رسول کی برابری کی اور مال واسباب پر ہی بھروسہ کیا۔ اس جرم کی وجہ سے مجھے یہ دن دیکھنا پڑا۔ جونہی قارون کی زبان سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا نام نامی اسم گرامی نکلا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ قارون کو اب اسی مقام پر رکھو اور اس سے نیچے نہ لے جاؤ کیونکہ جو شخص ہمارے دوست کا نام بھی زبان پر لاتا ہے اس کو عذاب نہ دینا ہماری شان کریمی ہے۔

یہ بیان کر کے شیخ العالم آبدیدہ ہو گئے۔ فرمایا۔ اے درویشو! وہ شخص جو کہ ہمیشہ اپنے محبوب کے نام اور یاد میں مستغرق رہتا ہے۔ قیامت کے دن محبت کا نشان اس کے گلے میں ہوگا۔ گویا وہ کامیاب وکامران ہوگا اور انوار و تجلی سے مالا مال ہوگا۔

فرمایا۔ جو شخص محبت کی خواہش سے اپنی منزل کا آغاز کرتا ہے۔ جلد ہی خدا تعالیٰ تک پہنچ جاتا ہے اور جو خواہش دنیا میں مشغول رہتا ہے وہ مصیبت اور رنج میں مبتلا رہتا ہے اور دوزخ کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ بس صرف دعویٰ کر لینے سے مملکت محبت تک رسائی ناممکن ہے، پھر فرمایا۔ ایک دفعہ خواجہ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ الغفران سے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت محبت والے لوگ کون ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، وہ لوگ جو سوائے اپنے محبوب کے کسی اور میں مشغول نہ ہوں کیونکہ جو شخص اپنے محبوب کے سوا کسی اور چیز میں مشغول ہوتا ہے حقیقت یہ ہے کہ وہ غم واندوہ کے قریب ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ جس کی روح محبوب کی چوکھٹ پر معلق نہ ہو وہ کچھ بھی نہیں اور اس کی محبت کے سارے دعوے جھوٹے ہیں۔

حضرت شیخ العالم کی بیت المقدس میں جاروب کشی

سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ایک درویش چند صوف پوشوں کے ساتھ بیت المقدس سے اجودھن حاضر ہوا، آداب بجا لا کر بیٹھ گیا۔ شیخ فرید الملت واشرع والدین نے بڑی شفقت فرمائی۔ وہ درویش جب شیخ العالم کی طرف

دیکھتا تو سر نیچے کر لیتا۔ آخر جب اس میں صبر و قرار نہ رہا تو سر آپ کے قدموں میں رکھ دیا اور عرض کی، اے فرید اجودھنی! جو آپ نے فرمایا تھا ایسا ہی ہے۔ شیخ العالم نے فرمایا کیا تو اپنا وعدہ بھول گیا وہ درویش شرمندہ ہوا۔ پھر آپ نے فرمایا اے عزیز مردان خدا جہاں بیٹھتے ہیں، وہیں خانہ کعبہ عرش و کرسی بیت المقدس اور تمام مخلوقات ان کے سامنے ہوتی ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا آنکھیں بند کر۔ جب یہ تمام مشاہدہ اس درویش کو حاصل ہوا تو فرمایا آنکھیں کھول دے۔ جب آنکھیں کھولیں وہ نعرہ مار کر بیہوش ہو گیا۔ پھر دیر بعد ہوش میں آیا تو عرض کی حضور آپ نے بجا فرمایا۔ پھر شیخ العالم نے اسے کلاہ عطا فرمائی۔ نعمت خلافت عطا فرما کر اسے سیوستان روانہ کر دیا۔

بعد ازاں خشکی اور تری کے مسافروں سے معلوم ہوا کہ شیخ العالم ہر روز بیت المقدس میں جاروب کشی کے لیے جاتے تھے اور اسی وقت واپس چلے آتے۔ اس درویش نے ایک مرتبہ بیت المقدس میں عرض کیا تھا۔ حضور آپ کون ہیں تو آپ نے فرمایا۔ فرید اجودھنی۔ پھر آپ نے اس سے وعدہ لیا تھا یہ راز فاش نہ کرنا۔ جب اس درویش نے آپ کو فرید اجودھنی کہا تو آپ نے اسے وعدہ یاد دلایا۔

نوٹ: یاد رہے کہ جب آپ سیاحت کے دوران بیت المقدس حاضر ہوئے تو آپ نے وہاں چلہ کشی کی۔ آپ کی چلہ گاہ آج بھی زاویہ فرید ہندی کے نام سے موجود ہے اور کچھ عرصہ پہلے چلہ گاہ کے ارد گرد ایک شاندار عمارت تعمیر کی گئی ہے جہاں زائرین اس چلہ گاہ کی زیارت کے لیے جاتے ہیں اور اسی عمارت میں قیام کرتے ہیں اور ان سے یہاں قیام کرنے کا کوئی معاوضہ وصول نہیں کیا جاتا اور یہ کہ اہل اللہ کا ایک ہی وقت میں مختلف جگہوں پر موجود ہونا بہ تصرف بحکم الٰہی ہوتا ہے۔

شقاوت کو سعادت میں بدل دینا

جواہر فریدی میں لکھا ہے کہ شیخ الاسلام حضرت بہاؤالدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز کی ایک کنیز تھی جو بڑی حسن و جمال شیریں گفتار پاکیزہ مثال آب زلال تھی اور آدمیوں کے ہوش اڑا دیتی تھی اور دل کا غبار کلام نرم اور گرم سے مٹا دیتی۔ جب حضرت شیخ

الاسلام نے ایک دن اپنے پاس بلایا تو دیکھا اس کی پیشانی پر شقاوت یعنی (بدنصیبی) کا داغ ہے۔ آپ بڑے رنجیدہ ہوئے اور بارگاہ پروردگار عالم میں عرض پرداز ہوئے کہ اس کی شقاوت کا داغ سعادت میں بدل دے مگر فرمان حق پہنچا کہ ہمارا حکم یہی ہے۔ انہی دنوں شیخ العالم فرید الملت والدین تشریف فرما ہوئے۔ حضرت شیخ الاسلام کے دل میں خیال گذرا کہ کیوں نہ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی نظر سے مشرف ہو وہ ماہ جبیں کہ داغ شقاوت آپ کی دعا کی برکت سے بدل جائے۔ حضرت بہاوالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ العالم سے کہا کہ ایک لونڈی ہے۔ اگر آپ فرمائیں تو آفتابہ لے کر آپ کو وضو کرا دے۔ یہی میری نیت ہے۔ خواجہ فرید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جیسے آپ کی نیت ہے وہی مناسب ہے۔ حضرت بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ اندر گئے اور اس لونڈی کو کہا۔ آفتابہ پانی سے بھر اور خواجہ فرید رحمۃ اللہ علیہ کو وضو کرادے اور خواجہ سے پردہ نہ کرنا۔ اس نے عرض کی۔ اے شیخ بھلا میں کیوں اپنا آپ دکھلاؤں کہ میں عورت ہوں۔ شیخ الاسلام نے فرمایا۔ اس میں جو مصلحت ہے وہ میں جانتا ہوں اور جو میں کہتا ہوں تو ویسا ہی کر۔

کنیز نے آفتابہ پانی سے بھرا اور حضور خواجہ فرید الملت کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے اپنا دست مبارک نکالا۔ کنیز نے پانی ڈالنا شروع کیا۔ حضرت خواجہ نے وہ داغ شقاوت جو اس جمال جہاں آرا کی پیشانی پر تھا دیکھ لیا اور چہرہ مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور دعا کی۔ لونڈی نے تمام پانی اس دوران خواجہ کے ہاتھوں پر ڈال دیا اور اسے گمان گزرا کہ خواجہ اس پر فریفتہ ہو گئے ہیں۔

القصہ جب آفتابہ اس حسن و جمال کا خالی ہوا تو اندر گئی۔ شیخ الاسلام سے عرض کی کہ کس صاحب نظر مرد کے پاس بھیجا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ کیا ہوا۔ کنیز نے عرض کی کہ خواجہ نے نظر آسمان سے نیچے نہ کی اور تمام پانی ہاتھوں پر ڈال دیا۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ حضرت دعا میں مشغول ہوں گے اور اس کی پیشانی کو دیکھا تو ہنوز داغ شقاوت رکھتی تھی۔ فرمایا جا اور جلدی پانی لے جا۔ لونڈی دوسرا آفتابہ لے کر گئی اور پھر سارا پانی ہاتھ پر ڈال دیا۔ پھر اندر گئی تو شیخ الاسلام نے پوچھا وضو ہو گیا یا نہیں۔ لونڈی نے جواب دیا نہیں۔ خواجہ کی نظر آسمان کی طرف ہی ہے۔ شیخ نے پھر اس کی پیشانی کو دیکھا تو داغ شقاوت ویسا ہی

تھا۔ فرمایا پھر آفتابہ لے جا، وہ پھر لے گئی۔ اب کہ جو اس نے پانی ڈالنا شروع کیا۔ اب آدھا پانی ہاتھوں پر گرا اور باقی آدھے پانی سے خواجہ نے وضو کیا۔ بعد کنیز واپس گھر کے اندر آئی اور کہا کہ اب کی بار خواجہ نے آدھے پانی سے وضو کیا۔ شیخ نے داغ کی طرف دیکھا تو وہ شقاوت کا داغ اس کی پیشانی سے ختم ہو گیا تھا اور سعادت کے آثار دیکھے۔ شیخ الاسلام بہت خوش ہوئے لیکن دل میں کچھ غبار بیٹھا کہ درگاہ حق جلا وعلا میں عرض کی۔ اے الٰہ العالمین میں نے چالیس بار اس کام کی عرض کی لیکن قبول نہ ہوئی۔

خواجہ فرید رحمۃ اللہ کی دعا قبول ہوئی۔ فرمان جل وعلا ہوا۔ جب فرید رحمۃ اللہ نے آخری چلہ کھینچا تھا تو میں نے اس سے کہا تھا۔ جو میں نے کہا تو نے کیا، اب جو تو کہے گا میں وہی کروں گا۔ اس سبب سے خواجہ فرید رحمۃ اللہ علیہ کی دعا قبول اور معرض وصول میں ہوئی۔

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ
تیر جستہ باز گردانند ز راہ

(مولانا روم رحمۃ اللہ)

اللہ کے دوستوں یعنی اولیاء اللہ ہی کو یہ قدرت عطا ہوتی ہے کہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو واپس لوٹا دیتے ہیں

گفتہ او گفتۂ اللہ بود
گر چہ از حلقوم عبداللہ بود

ایک ولی اللہ کا کہنا رب کا ہی کہنا ہوتا ہے۔ اگر چہ وہ اللہ کے ایک بندے کے منہ سے نکلی ہوئی بات ہوتی ہے۔ (مولانا روم رحمۃ اللہ)

اولیائے کوہ قاف کی حاضری

اسرار السالکین میں لکھا ہے کہ اہل کوہ قاف کے درمیان اس بات پر اختلاف پیدا ہوا کہ قطب اکبر جہاں میں ہے بھی یا نہیں۔ ان میں سے بعض کہتے تھے کہ نہیں ہے کیونکہ اگر ہوتا تو کسی وقت کوہ قاف میں ضرور آتا۔ آخر انہوں نے باہمی مشورہ کے بعد دو آدمی قطب

اکبر کا پتہ لگانے کے لیے مقرر کیے۔ انہوں نے سارے جہان میں گشت کیا۔ آخر جب ہندوستان پہنچے تو ہر بوڑھے اور جوان سے حضرت شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر طیب اللہ ثراہ کی تعریف سنی تو اجودھن حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ سے ملاقات کی تو قطبیت کبریٰ کے تمام مراتب کا حضرت اقدس کی ذات میں مشاہدہ کر کے مطمئن ہوئے، اب انہوں نے واپس جانے کی بجائے شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اختیار کرلی۔ اہل کوہ قاف نے مزید دو آدمی بھیجے۔ وہ بھی اجودھن پہنچ کر حضرت اقدس کے گرویدہ ہوئے۔ غرضیکہ یکے بعد دیگرے کوہ قاف کے تمام درویش حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے۔

جب کوہ قاف خالی ہو گیا تو شیخ العالم رحمۃ اللہ نے ان تمام درویشوں کو اجازت فرمائی کہ اپنے مقام پر واپس چلے جاؤ اور ان سب کو فیض فریدی بھی عطا فرمایا۔

کوہ قاف ایک ایسا مقام ہے جو ابدالوں کا مرکز ہے جہاں ہمیشہ اولیاء اللہ کا اجتماع رہتا ہے۔

حضرت گنج شکرؒ قطب زماں قطب زمیں
چشم رحمت بکشا جانب درویش بہ بیں

کوہ قاف کی سیر بذریعہ طیر:

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ شیخ شیوخ العالم خواجہ فرید الحق والشرع والدین طیب اللہ ثراہ اور شیخ الاسلام خواجہ بہاؤالدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز عالم طیر (یعنی پرواز) کے ذریعے دنیا کی سیر کر رہے تھے۔ جب کوہ قاف پہنچے تو وہاں ایک مسجد پر اترے۔ جب کوہ قاف کی دوسری طرف کے لوگوں کو پتہ چلا کہ حضرت خواجہ فریدالدین مسعود رحمۃ اللہ تشریف لائے ہیں تو وہ دیوانہ وار پائبوسی کے لیے حاضر ہوئے اور شیخ شیوخ العالم کو سواری پر بٹھا کر اپنے گھر لے گئے۔

جب وہاں پہنچے تو لوگوں نے عرض کی خواجہ واعظ فرمائیں۔ آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور چند آیات کی تفسیر بیان فرمائی جسے لوگ سن کر محفوظ ہوئے اور غلبۂ شوق میں بعض شیروں کی طرح غرانے لگے اور بعض پرندوں کی طرح ہوا میں اڑنے لگے۔ حضرت

اقدس چندروز ان کے پاس رہے۔ اس دوران روزانہ حضرت بہاوالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کو کھانا ارسال کرتے رہے۔ حضرت بہاوالدین زکریا اسی مسجد میں ٹھہرے رہے۔ جب حضرت خواجہ فرید رحمۃ اللہ علیہ واپس آئے تو دونوں بزرگ پرواز کے ذریعے اپنے اپنے مقام پر واپس آ گئے۔

ہر کس کہ کمال اولیاء را نہ شناخت
ایں نعمت خاص بے بہا را نہ شناخت

جس نے اولیاء اللہ کے کمالات کونہیں پہچانا اس نے اس مفت کی خاص نعمت کی قدر و قیمت نہ جانی

پس شکر نہ گفت و حب ایشاں نگزید
میدان بیقین کہ او خدا را نہ شناخت

اس نے نہ تو شکر ادا کیا اور نہ ان کی محبت کو اپنایا۔ بیقین رکھو کہ اس نے خدا کو بھی نہیں پہچانا۔

امت محمدیہ کا مقام و مرتبہ

حضرت خواجہ فرید الحق والدین طیب اللہ ثراہ نے فرمایا۔ اے درویش جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں درخواست کی۔ رب ارنی انظر الیک۔ اے رب میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں تو حکم ہوا، اے موسیٰ! تو نہ دیکھ سکے گا کیونکہ ہم نے وعدہ کرلیا ہے کہ جب تک نبی آخر الزمان اور ان کی امت جو ہماری مُحب ہے ہمارا دیدار نہ کرلے کوئی ہمارا دیدار نہ کرسکے گا۔

پس اے درویش۔ چونکہ موسیٰ علیہ السلام محبت حق کے شوق سے مالا مال تھے۔ اس بات کو نہ سنا اور دوسری مرتبہ پھر وہی درخواست کی۔ حکم ہوا، اے موسیٰ! ہم تجلی کریں گے لیکن تو برداشت نہ کر پائے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ اے رب! میں مشتاق ہوں۔ پھر حکم ہوا اچھا کوہ طور پر جا کر دوگانہ ادا کرو اور دوزانو ہو کر ادب سے بیٹھو تا کہ ہم تجلی کریں۔ پھر ذرہ بھر نور سے تجلی کی تو پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور آپ تین دن بے ہوش رہے۔

پھر آواز آئی (وخر موسیٰ صعقاً) اے موسی کیا ہم نہ کہتے تھے کہ تو برداشت نہ کر پائے گا۔ پھر یہ فرمان ہوا، اے موسیٰ! تو ہماری ذرہ بھر تجلی سے بے ہوش ہو گیا اور ہمارا بھید بھی ظاہر کر دیا۔

اے موسیٰ! زمانہ آخر میں میرے ایسے بندے بھی ہوں گے جو امت محمدیہ ﷺ میں ہوں گے۔ جن پر ہر روز ہزار بار تجلی کروں گا پھر بھی وہ تجاوز نہیں کریں گے بلکہ (انامشتاق الی الحبیب) کی فریاد کریں گے۔

شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ عشق کی آگ ایسی ہے جو درویش کے دل کے سوا اور کہیں قرار نہیں پکڑتی۔ اگر صاحب ذکر اپنے سینے سے ایک آہ نکالے تو مشرق تا مغرب جو کچھ ہے جلا ڈالے گی۔ فرمایا! جو موسیٰ علیہ السلام پر انوار تجلی ہوئی تو وہ عشق سے مشرف ہوئے۔ پھر فرمایا! جب حضرت موسیٰ علیہ السلام دولت دیدار انوار عشق سے مشرف ہوئے تو جو نقاب روئے مبارک پر کرتے تھے نور عشق کی سانس سے جل جاتا۔

چنانچہ سونے اور چاندی کے تاروں سے ایک نقاب تیار کر کے پہنا مگر وہ بھی جل کر راکھ ہو گیا۔ حکم ہوا، اے موسیٰ! ایسے ہزاروں نقاب بھی پہنتے رہو مگر نہ رہیں گے۔ جاؤ کسی گودڑی پوش کا خرقہ مانگ کر اس کا نقاب بناؤ وہ نہیں جلے گا۔ جب آپ نے ایسا کیا تو اس خرقہ کا ایک دھاگہ بھی نہ جلا۔

بعد ازاں شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ واضح ہو کہ درویش اور جو کچھ اس کے وجود میں ہے وہ کس طرح جل سکتا ہے۔

نیز فرمایا کہ درویشوں کو خاک عشق اور انوار تجلی سے پیدا کیا گیا ہے۔ پھر فرمایا میں نے زادالمحبین میں لکھا دیکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے علم و قدرت سے اہل عشق کو عالم موجودات میں پیدا کرنا چاہا تو زمین کا ایک ایسا قطعہ تھا جس کی طرف شوق و اشتیاق انوار و تجلی اور اسرار عشق کی نگاہ سے دیکھا تو وہ قطعہ زمین جلنے لگا اور ابتدا میں ہی عشق و مستی میں فریاد کرنے لگا۔

(انا المشتاق فی لقائے رب العالمین) دونوں جہانوں کے پروردگار کا

مشتاق ہوں۔ پھر اس زمین محبت سے اہل عشق پیدا کیے گئے، اسی لیے عشاق یعنی درویشوں کو ولولہ ابتدا سے انتہا تک رہتا ہے اور دریائے محبت میں غرق و بے خود رہتے ہیں۔

پھر اس کے مناسب فرمایا۔ ایک عاشق زار اپنی مناجات میں کہا کرتا تھا۔ اے پروردگار عالم! اگر تو قیامت کے دن مجھے جلائے گا یا دوزخ میں بھیجے گا تو مجھے تیرے عزت و جلال کی قسم! کہ دوزخ کے دروازے پر سینے سے ایسی آہ نکالوں گا جو دوزخ کی ساری آگ کو نگل جائے گی اور ناچیز کردے گی۔

اس سے پوچھا اے خواجہ تو کیسی بات کرتا ہے بھلا دوزخ کی آگ بھی نگلی جاسکتی ہے۔ فرمایا۔ ہاں اس واسطے کہ اگر آتش محبت کے بالمقابل دوزخ کی سی لاکھوں آگیں جلائی جائیں تو جب بھی صاحب عشق اپنے سینے سے آہ نکالے گا تو سب کو نابود کردے گا کہ محبت کی آگ سے بڑھ کر کوئی آگ اس قدر تیز نہیں۔

شیخ العالم نے چشم پر آب ہو کر یہ مصرعہ پڑھا

در سینہ عاشقاں ہمہ درد نہند

بیعت کا انعام

حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا۔ شیخ العالم سے بیعت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔ خلاصۂ المشائخ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہ العزیز عجب نادر روش رکھتے تھے کہ جب بھی کوئی ہمسایہ میں فوت ہو جاتا تو آپ اس کے جنازے کے ہمراہ جاتے۔ جب لوگ واپس آجاتے تو آپ اس کی قبر پر بیٹھ کر ورد و وظائف پڑھتے۔

حضرت خواجہ کے ایک ہمسایہ کا انتقال ہوا تو آپ حسب معمول اس کے جنازے کے ساتھ گئے۔ جب لوگ واپس ہوئے تو آپ اس کی قبر پر وظیفہ پڑھنے لگے اور دیر تک بیٹھے رہے۔ قطب العالم خواجہ قطب الدین بختیار رحمۃ اللہ چشتی فرماتے ہیں میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ خواجۂ خواجگان کے چہرے کا رنگ لحظہ بلحظہ متغیر ہوتا ہے۔ پھر جب خواجہ مطمئن ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ حضور آپ اتنا حیران کیوں

ہوئے تو سلطان اجمیر نے فرمایا۔ الحمدللہ بیعت بھی کیسی نعمت ہے کہ جب اس شخص کی میت کو قبر میں دفن کردیا گیا تو نکیرین حساب کرنا چاہتے تھے کہ خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ ظاہر ہوا اور آواز آئی، فرشتو! اسے عذاب مت کرو یہ میرا مرید ہے۔ فرشتوں نے کہا بیشک یہ آپ کا مرید ہے لیکن یہ آپ کے طریقہ کے برخلاف چلتا تھا۔ خواجہ عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بے شک لیکن مرید تو میرا ہی ہے۔

حکم آیا، اے فرشتو! خواجہ عثمانؒ کے مرید سے ہاتھ اٹھالو۔ میں نے اسے خواجہ عثمانؒ کی نسبت کے طفیل بخش دیا۔

بعدازاں شیخ العالم نے فرمایا کہ اپنے آپ کو کسی کے پلے سے باندھ لینا کتنا اچھا ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا جو خواجہ قطب العالم کی زبان مبارک سے سنا تھا۔

گر نیک تو ام مرا ذیشان گیرند
در بد باشم مرا بدیشاں بخشند

مریدوں کے لیے بشارت

سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ ایک دن شیخ شیوخ العالم خواجہ فرید الحق والشرع والدین پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ آپ بے ہوش ہوگئے۔ جب ہوش میں آئے تو اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ حق تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا ہے۔ جو شخص تیرا مرید ہے یا تیرے مرید کا مرید ہے۔ حتیٰ کہ قیامت تک جو تیرے شجرہ میں داخل ہوگا اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے

(الحمد للہ و المنۃ علیٰ ذالک

مرید کا اپنے پیر پر اعتقاد:

سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ ایک موقعہ پر شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص درست عقیدے کے ساتھ مرید ہونے آتا ہے وہ جوہر قابل کا مالک ہوتا ہے۔ ایسے شخص کا دل درست عقیدے کی وجہ سے فرحت حاصل کرتا ہے اور وہ اپنے درست عقیدے کی برکت سے اپنے حصے کا فیض حاصل کرتا ہے۔

درست عقیدہ کے بارے میں:

پھر سلطان المشائخ رحمۃ اللہ الغفران فرماتے ہیں۔ خوش اعتقاد مریدوں کے روشن دل پر یہ حقیقت واضح ہو کہ مرید کے دل میں اپنے پیر کی عقیدت اس درجہ اور اس حد تک ہونی چاہیے کہ وہ اپنے زمانے میں اپنے پیر سے بڑھ کر کسی کو نہ جانے اور صرف یہ جانے کہ میرا پیر ہی مجھے خدارسیدہ کر سکتا ہے۔ اگر سست اعتقاد مرید کے دل میں یہ خطرہ گذرے کہ دنیا میں میرے پیر جیسا کوئی اور بھی ہے جو خدا تک پہنچا سکتا ہے تو یقیناً ایسے مرید کے دل پر شیطان مرُ دود قبضہ کر لیتا ہے اور اس پر پیر کے ساتھ مشغولی یعنی پیر کی محبت کے ہر دروازے کو بند کر دیتا ہے اور اس کے اعتقاد میں خلل ڈالتا ہے اور اسے ایسی راہیں دکھاتا ہے جس سے اس مرید کے اعتقاد وارادت میں فساد واقع ہو۔

سلطان المشائخ نے فرمایا میں حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا اور بھی یاران طریقت حاضر خدمت تھے۔ ایک شخص لکھنوتی سے آیا۔ شیخ نے پوچھا کہاں سے آئے ہو اور کس ارادے سے آئے ہو۔ اس نے عرض کی حضور دعائے خیر کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے اپنے مریدوں اور فرزندں سے فرمایا، اس کے لیے دعائے خیر کرو۔ سب نے سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص پڑھی۔

کچھ دیر بعد آپ نے پھر فرمایا کہ کس نیت سے آئے ہو۔ تو پھر اس شخص نے عرض کی کہ دعائے خیر کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ یہ سن کر رو دیئے اور فرمایا عقیدہ ایسا ہی ہونا چاہیے۔ پھر سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص پڑھ کر دعائے خیر کی۔

اور پھر فرمایا! اس شخص کا عقیدہ اس کے فعل سے اچھا ہے کیونکہ اچھے برے فعل کا اثر اپنی ذات پر ہوتا ہے اور درست عقیدے کا اثر دوسروں پر۔

ایک مرتبہ اسی ضمن میں سلطان المشائخ نور اللہ مرقدہ سے سوال کیا گیا کہ اگر پیر اپنے مرید کے حالات پر نظر کرے اور مرید کے عمل کو درست نہ پائے لیکن اس کے اعتقاد کو درست اور مضبوط پائے تو ایسے مرید کے لیے فلاح کی کیا امید ہو سکتی ہے۔

فرمایا ہاں اس کام کے لیے اصل بات اعتقاد ہے۔ جیسا کہ عالم ظاہر میں اصل تو ایمان ہے۔ جس طرح کہ ایمان کی درستگی کے لیے ضروری ہے کہ مومن کا اعتقاد و ایمان اللہ

تعالیٰ کی وحدانیت اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر درست ہو۔

اسی طرح مرید کے لیے ضروری ہے کہ پیر کے حق میں اس کا اعتقاد درست ہو۔ جس طرح مومن گناہ سرزد ہو جانے سے کافر نہیں ہوتا گناہ گار ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر مرید کا اعتقاد اپنے پیر کے ساتھ درست ہو تو اس کی کسی لغزش سے اس کے طریقت سے مرتد ہونے پر حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اس لیے کہ ممکن ہے ایسا شخص اپنے پیر پر اعتقاد درست ہونے کی برکت سے اپنی اصل کی طرف لوٹ آئے۔

پیر کامل صورتِ ظل الٰہ
یعنی دید پیر دید کبریا

سلطان المشائخ کا اپنے پیر پر اعتقاد

خواجہ نظام الحق والدین محبوب الٰہی فرماتے ہیں۔ میں ایک مرتبہ دہلی سے اجودھن شیخ شیوخ العالم رحمت رحمان کی حاضری کے لیے جا رہا تھا۔ راستے میں سرسہ کے جنگل میں ایک زہریلے سانپ نے کاٹ لیا۔ زہر کے اثر سے میری طبیعت بگڑنا شروع ہوئی تو میں نے دل میں کہا اگر میرا اعتقاد اپنے پیر پر صحیح ہے تو مجھے کسی علاج کی ضرورت نہیں، اگر میرا اعتقاد درست نہیں تو میرا مر جانا ہی زیادہ بہتر ہے۔

فرمایا! میرے ساتھ جو لوگ سفر کر رہے تھے ان میں سے ایک نے سانپ کے کاٹنے کی جگہ کو باندھ دیا جس سے میں اچھا ہو گیا۔ جب ہم اجودھن پہنچے تو بے وقت ہو چکا تھا اور شہر کے دروازے بند ہو چکے تھے۔ ساتھیوں نے کہا ہم حصار کی دیوار کود کر داخل ہو جائیں۔ ہم نے دیکھا کہ حصار میں سوراخ پیدا ہو گئے تھے، الغرض ساتھی اوپر چڑھ گئے اور میں ڈر رہا تھا۔ ایک ساتھی نے میرا ہاتھ پکڑا اور اوپر چڑھا لیا۔ جب صبح ہوئی تو ہم شیخ العالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے سب کی خیریت دریافت کی اور مجھ سے مخاطب نہ ہوئے۔ کچھ دیر بعد میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ سانپ کا کاٹنا الگ بات ہے مگر وہ شہر کی دیوار سے کودنا کہاں آیا ہے۔

حضرت فرید الحق والشرع والدین کو نور باطن سے سانپ کاٹنا اور شہر کی دیوار سے کودنا معلوم تھا۔

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ پر سانپ کے زہر کا اثر نہ ہونا:

منقول ہے شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ کی شہادت کی انگلی پر سانپ نے کاٹ لیا مگر آپ نے کوئی علاج نہ کیا اور یاد الٰہی میں مشغول ہوئے۔اس دوران جسم مبارک سے پسینہ نکلا اور زہر کا اثر زائل ہو گیا۔

حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی جیسا اعتقاد و محبت جو وہ اپنے پیر دستگیر شیخ العالم رحمۃ اللہ کی خدمت میں رکھتے تھے کس میں تاب ہے کہ اس کو بیان کر سکے۔خداوند کریم نے آپ کو دولت پائیدار یعنی اخلاص کی نعمت سے مالا مال کیا تھا کہ یہ مخفی خزانہ دین و دنیا کے لیے نعمت ہے۔

اعتقاد کی اصل کیا ہے

فوائد الفواد میں سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قدیم مرید تھا جس کا نام یوسف تھا۔ایک دن شکوہ کرنے لگا کہ اے شیخ اتنا عرصہ گذر گیا آپ کا مرید ہوئے۔جبکہ میرے بعد آنے والے مراد کو پہنچ گئے ایک میں ہی کیوں محروم ہوں۔

ہر مرید کو آپ کی بارگاہ سے کچھ نہ کچھ بخشش عطا ہوئی حالانکہ مجھے پہلے ملنا چاہیے تھی۔

حضرت شیخ نے فرمایا میری طرف سے کوئی کمی نہیں، تیری طرف سے بھی استعداد اور قابلیت ہونی چاہیے۔اور نہ میں اپنی مرضی سے دیتا ہوں اگر خداوند کریم نہ دینا چاہے تو میں کیا دے سکتا ہوں۔لیکن مرید یہی کہتا رہا کہ اگر آپ عطا کرنا چاہیں تو آپ کے لیے کوئی مشکل نہیں، اسی دوران شیخ العالم رحمۃ اللہ کی نظر ایک کم عمر لڑکے پر پڑی۔اس سے فرمایا! ادھر آ، وہ قریب آیا تو آپ نے فرمایا وہ سامنے اینٹوں کا ڈھیر لگا ہے اس میں سے ایک اینٹ میرے واسطے لاؤ۔وہ لڑکا گیا اور ایک سالم اینٹ لا کر شیخ کے آگے رکھ دی۔ایک اور مرید بھی حاضر تھا۔حضرت شیخ نے فرمایا، اس کے لیے بھی ایک اینٹ لاؤ، وہ لڑکا دوبارہ گیا اور ایک سالم اینٹ اس مرید کے آگے لا کر رکھ دی۔

اب حضرت نے فرمایا کہ ایک اینٹ یوسف کے لیے بھی لاؤ۔ وہ لڑکا گیا اور آدھی اینٹ یوسف کے سامنے لا کر رکھ دی۔

شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے یوسف نامی مرید سے فرمایا۔ کیا یہ میں نے اپنی طرف سے کیا ہے اگر تمہاری قسمت میں اتنا ہی ہے تو میں کیا کروں۔

یعنی اگر مرید کے اعتقاد میں ہی کوئی کمی ہو تو پھر کیا ہو سکتا ہے۔ اعتقاد کی دولت اخلاص سے حاصل ہوتی ہے اور اخلاص ہی اعتقاد کی اصل ہے۔

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے پیر کے ساتھ اخلاص

اقتباس الانوار میں لکھا ہے۔ حضرت شیخ العالم کو جو اخلاص اپنے پیر خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا وہ شائد ہی کسی اور کو حاصل ہو۔ آپ نے اپنی والہانہ محبت کا اظہار اس طرح فرمایا۔ اگر روز قیامت اللہ تعالیٰ میرے پیر کی صورت کے علاوہ کسی اور صورت میں اپنا جمال با کمال دکھائے گا تو میں اس طرف آنکھ بھی نہ کھولوں گا۔

یہ وہی اخلاص فنا فی الشیخ ہے جس کا اظہار حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ خواجگان والیئے ہندوستان کی آمد پر اپنے شیخ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں بار بار اپنا سر نیاز خم کیا تھا۔

جبکہ قطب العالم فرماتے میری نہیں میرے پیر و مرشد کی قدم بوسی کرو۔ یہی وہ ادائے محبت تھی جو حضرت خواجہ غریب نواز کے دل کو بھا گئی جس سے خوش ہو کر خواجۂ اجمیر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ہی نظر ڈال کر خواجہ فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ کو خدا رسیدہ بنا دیا۔

فنا فی الشیخ اپنے پیر کی محبت اور خدمت سے سرشاری کا نام ہے اور اسی میں فنا فی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہے۔ فنا فی اللہ اور باقی باللہ کے مراتب عطا ہوتے ہیں۔

حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فنا فی الشیخ کی تعریف اپنے انداز میں بیان کرتے ہیں۔

بہ مئے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر بنود ز راہ و رسم منزلہا

اگر پیر حکم دے تو اپنے مصلے کو شراب سے رنگ دے۔ اس لیے کہ سالکین راہ طریقت کے اسرار و رسوم سے ناواقف نہیں ہوتے۔

یہ کہ پیر کا کوئی بھی حکم بغیر حکمت نہیں ہوتا۔

مطلب یہ کہ پیر کامل کا ادب مرید کو ہر لحظہ ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے اور ہر حکم کی بجا آوری کے لیے ہر وقت مستعد رہے کہ اسی ادب میں دین ودنیا کی کامرانیاں ہیں۔

رسول خدا ﷺ کا فقر اختیاری تھا

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے ایک سائل نے کچھ مانگا۔ اس وقت آپ ﷺ کے پاس کوئی چیز نہ تھی سائل محروم چلا گیا۔ آنحضرت ﷺ کے مبارک دل میں خیال گذرا اگر کوئی چیز میرے پاس ہوتی تو سائل محروم نہ جاتا۔ یہ خیال گذرتے ہی جبرائیل علیہ السلام نے دنیا کے خزانوں کی چابیاں لاکر بارگاہ بے کساں میں پیش کردیں۔

آقا کریم ﷺ نے تبسم فرما کر جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا۔ اے جبرائیل میں نے فقر کو اپنی پسند سے اختیار کیا ہے میں ان خزانوں کو کیونکر لوں گا۔

شیخ العالم نے چشم پر آب ہو کر فرمایا۔ درویشی اسی کا نام ہے جو کچھ صبح سے شام تک ملے رات ہونے سے پہلے راہ مولا میں خرچ کردے۔ بعدازاں فرمایا لوگ تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو دنیا سے محبت کرتے ہیں اور اسی کی طلب میں لگے رہتے ہیں۔ ایک وہ جو دنیا کو دشمن سمجھتے ہیں اور اس سے محبت نہیں کرتے۔ تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو دنیا کو دوست سمجھتے ہیں اور نہ دشمن۔ بس یہ تیسری قسم لوگ پہلی دوقسموں سے اچھے ہیں۔

خواجگان چشت اہل بہشت:

شیخ العالم فرماتے ہیں کہ خواجہ ابو یوسف چشتیؒ کے پیر خواجہ ابو محمد چشتی رحمہ اللہ الغفران اکثر عالم تحیر میں رہتے۔ تیس سال تک سوئے نہیں، آپ کا مجاہدہ آپ ہی کو حاصل تھا۔ چنانچہ سال یا دو سال تک کچھ نہ کھایا کرتے اور رات کو کنویں میں لٹک کر نماز ادا کرتے۔

الغرض ایک دن آپ دجلہ کے کنارے بیٹھے خرقہ سی رہے تھے کہ بغداد کا ایک بزرگ زادہ مع اپنے لشکر کے وہاں سے گذر رہا تھا۔ خواجہ ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تو فرط عقیدت سے گھوڑے سے اتر آیا اور آداب بجالایا اور بیٹھ گیا۔ عرض کی کہ پیغمبر خدا ﷺ کا فرمان عالی شان ہے اگر کسی کی سلطنت میں کوئی بڑھیا رات کو بھوکی سوئی تو قیامت کے دن اس کی دامن گیر ہوگی اور اپنا انصاف لیے بغیر اسے نہ چھوڑے گی۔

لے۔ جوحج کرنا چاہے وہ سو مرتبہ لا الہ الا اللہ الحکیم الکریم پڑھے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا چاہے۔ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بکثرت پڑھے۔

سورۃ اخلاص کی برکات

بندگان درگاہ حاضر خدمت تھے۔ فرمایا، اے درویشو! ایک مرتبہ میں اور میرے شیخ خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ مسافر تھے، اور ہم دنوں دریائے موتہ کے کنارے پہنچے تو پار جانے کے لیے کشتی موجود نہ تھی اور دریا ٹھاٹھیں مار رہا تھا، مجھے کچھ خوف ہوا۔ خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر فرمایا، اے فریدؒ! اب تو آ گئے ہیں دریا عبور کرنا چاہیے، میں نے عرض کی حضور زہے سعادت۔ لیکن دل میں خیال آیا کہ بغیر کشتی کس طرح پار جائیں گے۔ ابھی یہ خیال پورے طور پر گزرنے نہ پایا تھا کہ خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ راستہ میں کھڑے ہو گئے اور پھر میں اور خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ دریا کے پار چلے گئے۔

میں نے حال دریافت کیا تو قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ جب ہم دریا کے کنارے پہنچے تھے تو میں نے تین مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ کر پانی پر دم کیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریا کا پانی پھٹ گیا اور ہم پار ہو گئے۔ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اے درویشو! کیا تم نہیں جانتے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سورۃ اخلاص قرآن شریف کا ثلث یعنی تیسرا حصہ ہے۔

سورۃ اخلاص کی بدولت اسرار وانوار کا نزول:

حضور شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔

ایک مرتبہ میں خلوت میں یاد الٰہی میں مشغول تھا۔ جب سورۃ اخلاص پر پہنچا تو مجھ پر عالم تجلی سے اسرار وانوار نازل ہوئے۔

چنانچہ ان انوار کے نزول سے عشق ومحبت کے صحرا میں جا پڑا، جب وہاں سے نکلا تو اللہ تعالیٰ کے عشق ومحبت کے دریا میں غرق ہوا۔ اسی طرح سات دن رات یہی حالت رہی پھر عالم صحو میں آیا۔

خواجہ حسن بصری اور سورۃ اخلاص:

حضرت مولانا بدر الدین اسحاق رحمۃ اللہ فرماتے ہیں، حضرت شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ نے فرمایا۔ ایک روز خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ کو حجاج بن یوسف کے حکم پر گرفتار کرنے کے لیے اس کے فوجیوں نے آپ کا پیچھا کیا۔ حسن بصری رحمۃ اللہ نے حبیب عجمی کی خانقاہ کا رخ کیا، فوجی بھی آپ کے تعاقب میں تھے۔ خواجہ جب حبیب عجمی رحمۃ اللہ کی خانقاہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے پوچھا یہ کیا حالت بنا رکھی ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ حجاج کے آدمی میرا پیچھا کر رہے ہیں۔ خواجہ حبیب عجمی رحمۃ اللہ نے کہا اندر آ جائیں۔ آپ اندر چلے گئے اور یاد الٰہی میں مشغول ہوئے۔

حجاج کے آدمیوں نے دیکھا تو وہ بھی اندر آ گئے اور پوچھا کہ اے حبیب! حسن کہاں ہیں؟ کہا یہ دیکھو نماز پڑھ رہے ہیں۔ قدرت الٰہی سے وہ لوگ نہ دیکھ سکے۔ پھر وہ لوگ حبیب عجمی رحمۃ اللہ سے مخاطب ہوئے اور کہا کہ ہمارے ساتھ جھوٹ بولتے ہو۔ کہا اچھا پھر تلاشی لے لو، انہوں نے سارے گھر کی تلاشی لی مگر بے سود۔ الغرض وہ حبیب عجمی رحمۃ اللہ کو کوستے ہوئے چلے گئے۔

تو خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ نے حبیب رحمۃ اللہ سے کہا کہ یہ آج تو نے کیا حرکت کی کہ مجھے گرفتار کروانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ نے عرض کیا، اے خواجہ! یہ اُسی سچ کی برکت ہے جو آپ نے سکھایا ہے۔ اگر سچ نہ کہتا تو آپ کے ساتھ میں بھی گرفتار ہوتا، بعد ازاں خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ نے فرمایا۔ کیا جب میں اندر آیا تھا تو آپ نے کچھ پڑھا تھا۔ فرمایا ہاں۔ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور مجھے امان میں رکھا۔ پوچھا کیا پڑھا تھا۔ فرمایا دس مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ کر آپ کی طرف پھونکی تھی، وہی آپ کے اور ان فوجیوں کے مابین حائل ہوگئی اور یہ آپ ہی کا عطا کیا ہوا فیض ہے اور آپ ہی کی تربیت کا اثر ہے ورنہ حبیب رحمۃ اللہ کی حقیقت ہی کیا ہے۔

خواجہ تمیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی قید سے رہائی:

پھر فرمایا! میں نے اپنے استاد مولانا بہاؤ الدین بخاری رحمۃ اللہ کی زبان مبارک

سے سنا ہے ایک مرتبہ خواجہ تمیم انصاری رحمۃ اللہ کو حبشیوں نے گرفتار کرلیا اور ان کے سردار نے آپ کو ہلاک کرنے کے لیے ایک دن مقرر کردیا۔ جس روز آپ کو قتل کیا جانا تھا اس رات خواجہ صاحب نے اپنے پیر خواجہ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ کو خواب میں دیکھا جو فرما رہے تھے کہ کل جب حبشیوں کے سردار کے سامنے جاؤ گے تو تین مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ کر اس کی طرف دم کرنا، خواجہ صاحب اس خواب کی ہیبت سے جاگ اٹھے۔ اگلے روز جب سردار کے روبرو لائے گئے تو تین مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ کر سردار کی طرف پھونک ماری، سردار خوف زدہ ہو کر آپ کے قدموں میں گر پڑا اور کہنے لگا خواجہ پہلے مجھے خلاصی عنائیت فرمائیں پھر میں آپ کو رہا کردوں گا۔ خواجہ صاحب نے وجہ پوچھی تو سردار نے کہا کہ اپ کے دونوں پہلوؤں میں دو اژدھا کھڑے ہیں جو مجھ کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا میں نے تیری جان بخشی، پھر خواجہ صاحب کو رہائی نصیب ہوئی اور وہ دونوں اژدھا خواجہ صاحب کے پلوؤں میں گم ہوگئے۔

الحمد للہ علیٰ ذالک

آیۃ الکرسی کی فضیلت:

یاران طریقت حاضر خدمت تھے آیۃ الکرسی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا جس روز آیۃ الکرسی کا نزول ہوا تو ستر ہزار مقرب فرشتے حضرت جرائیل علیہ السلام کی معیت میں سرور کائنات علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت جرائیل علیہ السلام نے بارگاہ ہادیٔ انس و جاں میں عرض کی، اسے بڑی تعظیم و تکریم سے لیں اور سر آنکھوں پر رکھیں۔ اے حبیب اللہ علیہ السلام حکم الٰہی یوں ہے کہ جو میرا بندہ اس آیۃ الکرسی کو باقاعدہ پڑھے گا ہر حرف کے بدلے میں ہزار ہزار سال کا ثواب اس کے نام لکھا جائے گا، اس کرسی کے گرد کے ہزار فرشتے اپنے ہزار ثواب اسے دیں گے اور اسے اپنا مقرب بنالیں گے۔ بعد ازاں شیخ العالم رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ میں نے فتاویٰ ظہیری میں لکھا دیکھا ہے رسول خدا علیہ السلام فرماتے ہیں جو شخص آیۃ الکرسی پڑھ کر گھر سے نکلے تو ستر ہزار فرشتے اس کے گھر واپس آنے تک اس کی بخشش کے لیے التجا کرتے رہتے ہیں۔

آیۃ الکرسی کی برکات:

پھر فرمایا کہ میں نے جامع الحکایات میں پڑھا ہے کہ ایک مرتبہ کسی درویش کے گھر میں دس چور گھس آئے اس درویش نے آیۃ الکرسی پڑھ کر گھر میں دم کیا ہوا تھا۔ وہ چور اندھے ہو گئے درویش نے اٹھ کر یہ حالت دیکھی تو پوچھا کون ہو، کہا ہم چور ہیں چوری کی غرض سے آئے تھے اندھے ہو گئے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ آپ اللہ کے درویش ہیں ہمارے حق میں دعا کریں کہ ہمیں آنکھیں مل جائیں ہم اس چوری کے پیشہ سے توبہ کرتے ہیں اور آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوتے ہیں۔ اس بزرگ نے مسکرا کر فرمایا اچھا آنکھیں کھولو تو وہ اللہ کے حکم سے بینا ہو گئے اور سب نے توبہ کر کے اسلام قبول کیا۔ الحمدللہ ذالک۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا وصال مبارک

سلطان المشائخ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ عزیزان اہل صفہ حاضر خدمت تھے میرے پیر شیخ شیوخ العالم خواجہ فرید الدین مسعود طیب اللہ ثراہٗ نے فرمایا کہ امام شافعی نور اللہ مرقدہ نے اپنی کتاب کفایہ میں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی صحیح روایت سے لکھا ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے دو ماہ ربیع الاول کو وصال فرمایا۔ آنحضرت ﷺ کے وجود مبارک سے نہایت عمدہ خوشبو آ رہی تھی، گویا سارے جہاں کے عطریات وجود مبارک میں سمائے ہوئے تھے۔ شکل وصورت میں ذرہ بھر تفاوت نہ تھا، جیسی زندگی میں حالت تھی ویسی ہی وصال مبارک کے بعد تھی۔ اس روز کئی یہودی کافر مسلمان ہوئے۔ دس روز تک آپ کا وجود مبارک رکھا گیا یہ صرف معجزے کے لیے تھا۔ آنحضرت ﷺ کے نو حجرے تھے۔ جب یہ نو حجرے ہو چکے تو دسویں روز امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے طعام دیا چنانچہ اہل مدینہ نے کھایا۔ جب بارھواں دن ہوا تو شہرت ہوئی، اسی واسطے مسلمان بارہویں کو عرس کرتے ہیں اور کہتے ہیں پیغمبر خدا ﷺ کا عرس مبارک بارہویں تاریخ کو ہوتا ہے لیکن صحیح روایت کے مطابق آنحضرت ﷺ کا وصال دو ربیع الاول کو ہی ہوا۔

مرض الموت میں حضور ﷺ کی مسجد نبوی میں آمد:

شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ جب تکلیف حد سے زیادہ ہوگئی تو سرور کائنات ﷺ تین روز تک مسجد میں تشریف نہ لاسکے۔ تیسرے روز حضرت بلال رضی اللہ عنہ رسول خدا ﷺ کے حجرے کے دروازے پر آئے۔ آواز دی الصلوٰۃ، یارسول اللہ ﷺ اٹھے اور فرمایا بلال! ابوبکر اور عمر آئیں اور مجھے مسجد لے جائیں۔ ابوبکر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم اجمعین آئے اور رسول خدا ﷺ ان کے کندھوں پر دست مبارک رکھ کر مسجد میں تشریف لائے، امامت کرنی چاہی مگر نہ کر سکے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر آگے کھڑا کیا۔ یہ حالت دیکھ کر اصحاب نعرہ مارنے لگے قریب تھا کہ اصحاب شدت غم سے نڈھال ہو جاتے۔ الغرض رسول خدا ﷺ واپس حجرے میں تشریف لائے اور سیاہ گودڑی لے کر لیٹ گئے۔

بارگاہ رسالت میں ملک الموت کی حاضری:

اتنے میں ایک اعرابی نے دروازے پر دستک دی جس سے در و دیوار کانپ اٹھے۔ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا باہر نکلیں اور فرمایا کہ اس وقت موقع نہیں۔ ہر چند معذرت کی لیکن اس نے ایک نہ سنی، یہ بات آنحضرت ﷺ نے بھی سنی۔

فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فرمایا۔ اے جان پدر! یہ اعرابی نہیں بلکہ یہ وہ ہے کہ اگر دروازہ بند بھی کردو گی تو یہ دیوار کی راہ سے اندر آجائے گا۔ اگر دیوار بند کردو گی تو یہ سوراخ کے راہ سے آجائے گا، یہ بچوں کو یتیم کرتا ہے۔ یہ تو تیرے والد ہی کی عزت ہے کہ اندر آنے کی اجازت طلب کر رہا ہے، اسے کہو اندر آجائے۔ وہ حاضر خدمت ہوا آداب بجا لایا۔ بیٹھنے کا حکم ہوا وہ بیٹھ گیا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ کہو "ملک الموت" کہاں سے آنا ہوا، عرض کی آپ کی زیارت کا حکم ہے۔ نیز یہ فرمائیں کہ جان قبض کرلوں یا واپس چلا جاؤں۔ فرمایا ذرا صبر کرو جبرائیل کو آلینے دو۔ اسی وقت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر پوچھا۔ آپ کی کیا حالت ہے اور ساتھ ہی عرض کیا۔ (یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم) آسمانوں کے فرشتے نور کے تھال ہاتھوں میں لیے جناب کے استقبال کے منتظر ہیں اور بہشت اور آسمان کے دروازے کھول دیے گئے ہیں اور تمام انبیاء کی ارواح منتظر ہیں۔ بہشتی

حوریں دیدار کی طالب ہیں رضوان نے بہشت کو آراستہ کیا ہوا ہے تاکہ آپ تشریف لائیں۔ فرمایا یہ نہیں پوچھا کہ میرے انتقال کے بعد میری امت کا کیا حال ہوگا۔ جرائیل نے عرض کی کہ آپ اپنی امت کو خدا تعالیٰ کے سپرد کریں۔ فرمایا میرا مقصد بھی یہی تھا۔

خواجہ بایزید بسطامی کے مجاہدہ کا بیان

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ کی مجلس میں یاران وعزیزان اہل سلوک حاضر تھے اور مجاہدہ کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی کہ جب خواجہ بایزید رحمۃ اللہ سے مجاہدہ کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ میں بیس سال تک عالم تفکر میں آسمان کی طرف دیکھتا رہا، مجھے یاد نہیں کہ کب سویا اور کب بیٹھا، دو سال عالم صحو میں رہا۔ اس دو سال میں نفس کو پیٹ بھر کر پانی نہ دیا، ہاں ہفتے یا مہینے میں چند گھونٹ پانی دیتا۔ بعدازاں جب اپنا کام کمال کو پہنچا تو دس سال تک پھر پیٹ بھر کر پانی اپنے نفس کو نہ دیا۔ بعدازاں نفس کو میٹھے انار کی خواہش ہوئی تو اسے وعدہ کر کے ٹالتا رہا۔ چنانچہ دس سال تک نفس یہی خواہش کرتا رہا اور فریاد کرتا رہا کہ مجھے کب تک مارے گا، میں نے کہا آخری دم تک۔ اگر میں اپنا مجاہدہ بیان کروں تو تم سن نہ سکو گے جو معاملات میں نے اپنے نفس کے ساتھ کیے ہیں۔ وہ صرف کہنے سے بیان نہ ہوں گے۔ غرض یہ کہ ستر سال تک اسی طریق پر گزارے تو پھر حجاب درمیان سے اٹھ گیا۔ آواز آئی کہ اندر آ جاؤ، تو نے ہمارے کام میں کوتاہی نہیں کی اور نہ کمی کی ہے۔ اب ہم پر واجب ہے کہ تجھ پر تجلی کریں۔ بعدازاں شیخ العالم رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ خواجہ بایزید بسطامیؒ نے فرمایا جو مجاہدہ کرتا ہے وہ مشاہدہ بھی کرتا ہے۔

مجاہدہ کیا ہے:

فرمایا کہ ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ مجاہدہ کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ نفس کو بری طرح ترسا ترسا کر مارنا۔ یعنی جو اس کی خواہش ہو وہ نہ کرنا اور جس طاعت کے لیے نفس راضی نہ ہو وہ کرنا۔ بعدازاں فرمایا۔ خواجہ ابو یوسف چشتی قدس اللہ سرہ العزیز اپنے نفس کو کہا کرتے تھے کہ اے نفس۔ اگر آج تو میری بات مانے تو دو رکعت میں قرآن شریف

ختم کرلوں۔ ایک روز نفس نے کہانہ مانا، دوسرے روز مناجات کی اور عہد کرلیا۔ بیس سال تک نفس کو پیٹ بھر کر پانی نہ دیا۔

فرمایا کہ شاہ شجاع کرمانی چالیس سال تک نہ سوئے۔ بعد ازاں ایک رات سوئے تو حضرت ذوالجلال کو خواب میں دیکھا۔ بعد ازاں جہاں بھی جاتے خواب والے کپڑے ساتھ لے جاتے اور سو جاتے کہ وہ دولت پھر نصیب ہو۔ غیب سے آواز آئی۔ اے شاہ شجاع وہ چالیس سال کی بیداری کا ثمر تھا۔

شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ کا مجاہدہ

شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ جب خواجہ شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ کا وقت قریب آیا تو جس روز آپ کا وصال ہونے والا تھا اس روز ہزار رکعت نماز ادا کی اور مصلے پر سو گئے اور حضرت ذوالجلال کو دوبارہ دیکھا کہ شاہ شجاع رحمۃ اللہ ابھی آنا چاہتا ہے یا کچھ دن ٹھہرنا چاہتا ہے۔ عرض کی اے رب قدوس! اب رہنے کو جگہ نہیں۔ میں آنا چاہتا ہوں۔ اس اثناء میں آنکھ کھلی تو وضو کر کے دوگانہ ادا کیا، عشاء کا وقت تھا سر سجدے میں رکھ کر جاں بحق تسلیم ہوئے۔ شیخ العالم نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئے۔

پھر شیخ العالم نے فرمایا۔ ایک دفعہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ سے پوچھا گیا کہ اپنے مجاہدہ کے متعلق کچھ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا! اگر میں اپنے مجاہدہ کے بارے میں سب کچھ سناؤں تو سن نہ سکو گے البتہ جو معاملہ نفس سے کیا ہے اس پر صرف ایک بات بتاتا ہوں وہ یہ کہ ایک رات میں نے نفس کو عبادت کے لیے کہا تو اس نے سستی دکھائی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس روز میں نے عادت سے بڑھ کر کھجوریں کھائیں۔ مختصر یہ کہ نفس آمادہ نہ ہوتا تھا، جو دن ہوا تو میں نے عہد کرلیا کہ کچھ مدت کھجوریں نہیں کھاؤں گا۔ چنانچہ پندرہ سال تک نفس کو کھجوریں نہ دیں اور یہ آرزو میں رہا۔ بعد ازاں نفس نے کہا تو جو کچھ کہے گا میں بجا لاؤں گا۔ اس وقت میں نے اسے ایک کھجور دی تو فرمانبردار ہو گیا۔ جو کچھ اسے کہتا بجا لاتا بلکہ اس سے بھی زیادہ کرتا۔

حضرت خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا عالم جاودانی کی طرف سفر:

پھر فرمایا! خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ ایک روز اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اولیا اللہ کی موت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی، اتنے میں ایک خوبصورت جوان سبز پوش سیب لیکر آیا اور آداب بجالا کر بیٹھ گیا۔ خواجہ صاحب بار بار فرماتے "خوش آمدی و نیکو آمدی وصفا آوری" پھر کچھ دیر بعد اس سبز پوش نے سیب خواجہ صاحب کو دیا، خواجہ صاحب نے دونوں ہاتھوں سے سیب لیا اور مسکرا کر فرمایا کہ تم چلے جاؤ۔ جب وہ چلا گیا تو لوگوں کو بھی رخصت کیا کچھ دیر قبلہ رو ہو کر قرآن مجید پڑھنا شروع کیا جونہی قرآن کریم ختم کیا اس سیب کو سونگھا اور جان بحق تسلیم ہوئے۔

بعد ازاں آپ کا جنازہ مسجد کے پاس لایا گیا تا کہ نماز جنازہ ادا ہو۔ اس وقت اذان ہو رہی تھی۔ جب مؤذن اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر پہنچا تو خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے کفن سے ہاتھ باہر نکال انگشت شہادت اٹھا کر فرمایا، اَشْهَدُ ان محمد رسول الله انگشت مبارک کھڑی رہی لوگوں نے بہت زور لگایا کہ کسی طرح نیچے ہو جائے لیکن نہ ہو سکی۔ آواز آئی جس انگلی کو ذوالنون نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کھڑا کیا ہے جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک نہ پکڑے گی نیچے نہ ہوگی۔ بعد ازاں شیخ العالم نے یہ شعر پڑھا۔

در کوئے تو عاشقاں چناں جان بدہند
کانجا ملک الموت بگنجد ہرگز

بعد الموت فیض رسانی:

شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جانثاروں کا گروہ حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ جب خواجہ سہیل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ نے وصال فرمایا تو جنازہ باہر لایا گیا۔ یہودیوں کے گروہ کا ایک سردار جو نہایت متکبر اور منکر تھا، ننگے پاؤں جنازے کے قریب آیا اور اس نے کہا کہ میں ابھی مسلمان ہوتا ہوں۔ اس کے ساتھ بہت سے یہودی اور بھی تھے۔ اس نے خواجہ صاحب کے جنازے کے پاس کھڑے ہو کر کہا مجھے کلمہ تلقین فرمائیں تا کہ میں مسلمان ہو جاؤں۔ یہ سن کر خواجہ نے کفن سے ہاتھ باہر نکالا اور آنکھ کھول کر فرمایا۔

اَشْهَدُاَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ کہو۔ یہ کہہ کرخواجہ نے ہاتھ پھر کفن میں کرلیا اور آنکھ بند کرلی۔ وہ یہودی سردار اور اس کے ساتھی جو بڑی تعداد میں تھے مسلمان ہوئے۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ تو بڑا مسلمانوں کا دشمن تھا اور بڑی مخالفت کرتا تھا آخر تجھے کیا خیال آیا۔ تب اس نے بتایا کہ جب خواجہ کا جنازہ لے جارہے تھے میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو سخت آواز سنی۔ میں نے گھبرا کر کہا کہ یہ کیسی آواز ہے۔ جب دوسری طرف آسمان کی جانب دیکھا تو معلوم ہوا کہ آسمان کے سارے فرشتے نوری طبق ہاتھوں میں لیے گروہ در گروہ نیچے آرہے ہیں اور خواجہ سہیل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ کے جنازے پر نثار کررہے ہیں یہ دیکھ کر میں مسلمان ہوا ہوں کیونکہ مجھے اب پتہ چلا کہ دین محمدی ﷺ میں ایسے لوگ بھی ہیں۔

حضرت شیخ علی رحمۃ اللہ کے خواب کی تعبیر:

اسی موقع کے مناسب شیخ العالم رحمۃ اللہ نے فرمایا "کہ ایک مرتبہ شیخ علی رحمۃ اللہ نے خواب دیکھا کہ میں عرش سر اٹھائے جارہا ہوں۔ جب دن ہوا تو سوچا کہ یہ خواب کس کے آگے بیان کروں۔ پھر خیال آیا کہ خواجہ بایزید رحمۃ اللہ کے سوا اور کون ہے۔ کہ جس سے اس کی تعبیر پوچھوں۔ جب ان کی ملاقات کے لیے گیا تو محلے میں کہرام برپا تھا۔ حیران ہوکر پوچھا کہ کیا ماجرا ہے، معلوم ہوا خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ کا انتقال ہوگیا ہے۔ جنازے کے پیچھے شیخ علی رحمۃ اللہ بھی چل دیئے۔ ہجوم بہت تھا جب جنازے کے قریب آئے تو جنازہ شہر سے باہر نکل چکا تھا۔ خلقت بہت تھی آپ بھیڑ کو چیرتے ہوئے جنازے کو کندھا دینے لگے اور عرض کی یا خواجہ بایزید رحمۃ اللہ میں تو آپ سے خواب کی تعبیر پوچھنے آیا تھا مگر...... اتنے میں خواجہ بایزید رحمۃ اللہ نے فرمایا۔ اے علی! جو خواب تو نے دیکھا تھا اس کی تعبیر یہی تو ہے۔ بایزید کا جنازہ عرش خدا ہے جو تو سر پر اٹھائے جارہا ہے۔ بعدازاں شیخ فرید الحق و الشرع والدین نے فرمایا کہ میں تیس سال عالم مجاہدہ میں رہا۔ مجھے دن رات کی کوئی تمیز نہ تھی البتہ نماز کے وقت نماز ادا کرلیا کرتا تھا اور پھر اسی عالم میں مشغول ہوجاتا۔

حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال:

پھر فرمایا کہ جس روز خواجہ قطب الدین مودوُد چشتی قدس اللہ سرہ العزیز نے وصال فرمایا اس روز آپ کا جسم مبارک لاغر ہو گیا تھا۔ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اتنے میں ایک شخص ریشمی کاغذ ہاتھ میں لیے حاضر خدمت ہوا اور سلام کر کے کاغذ دکھایا۔ جونہی خواجہ صاحب کی نظر کاغذ پر پڑی تو لکھا تھا بِسۡمِ اللہ ۔ دیکھا تو فی الفور انتقال فرمایا۔ ہر طرف شور برپا ہوا کہ خواجہ قطب الدین مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ رحلت فرما گئے ہیں۔ الغرض غسل دے کر جنازہ تیار کیا، کسی کو طاقت نہ تھی کہ جنازہ اٹھائے۔ سب حیران کھڑے تھے۔ دیر بعد آواز آئی تو خلقت نے نماز جنازہ ادا کی۔ جب خلقت نے چاہا کہ جنازہ اٹھائیں تو جنازہ ہوا میں چل رہا تھا اور خلقت پیچھے چل رہی تھی۔ یہ دیکھ کر ہزاروں بے دین اسلام میں داخل ہوئے۔ ان سے سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ کیا تم لوگوں نے نہیں دیکھا کہ خواجہ کا جنازہ فرشتے اٹھائے جا رہے تھے۔ جب شیخ العالمؒ نے یہ حکایت ختم کی تو نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جرات اور بہادری

قطب زماں حریق المحبت خواجہ فرید الحق والشرع والدین نے فرمایا کہ جب رسالت پناہ ﷺ نے رحلت فرمائی تو کئی ہزار مسلمان مرتد ہو گئے اور انہوں نے امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرضی بھیجی کہ زکوٰۃ معاف کر دی جائے ورنہ ہم اسلام پر قائم نہیں رہیں گے۔ آپ نے یاروں سے مشورہ کیا تو بعض نے کہا اگر آپ نرمی کریں اور زکوٰۃ معاف کر دیں تو بہتر ہو گا۔ آپ نے تلوار سونت لی اور فرمایا اگر حق تعالیٰ کے حق سے عقال (وہ رسی جس سے اونٹ کا گھٹنا باندھتے ہیں) بھر بھی کم دیں گے تو میں اس تلوار سے ان کے ساتھ جنگ کروں گا۔ جب یہ خبر حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنی تو فرمایا کہ بہت اچھا فیصلہ کیا ہے۔ آج اگر زکوٰۃ معاف کر دی تو اس طرح ایک ایک کر کے سارے احکام شرعی اٹھ جائیں گے۔

پھر شیخ العالم رحمۃ اللہ نے خواجہ نظام الدین بدایونی رحمۃ اللہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میرے پاس بہت سے درویش آ کر مرید ہوئے ہیں لیکن جب چلے گئے تو ان کی محبت ویسی نہ رہی۔ مگر نظام الدین جب سے میرے مرید بنے ہیں ان کے مزاج اور نیت میں کوئی تغیر نہیں آیا۔ ان کی محبت انشاء اللہ ذرہ بھر کم نہ ہو گی حضرت محبوب الٰہی اٹھ کر آداب بجا لائے۔ اس روز آپ کو خرقہ اور سیاہ گلیم عنائت ہوئی۔ اور فرمایا میرے مریدوں میں نظام الدین عالمگیر ہیں اور ان کے مرید آخر دنیا تک رہیں گے اور تمام جہان میں پھیل جائیں گے۔

یہ فوائد ختم ہوئے تو شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ اٹھ کر حجرۂ عریف میں تشریف لے گئے اور لوگ بھی اٹھ کر چلے گئے اور خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ جماعت خانہ ہی میں رہے۔

خواجہ بشر حافی رحمۃ اللہ کا خوف:

حضرت شیخ العالم کی بارگاہ میں یاران طریقت حاضر تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ جب خواجہ بشر حافی رحمۃ اللہ نے توبہ کی اور اپنے پیر سے گودڑی اور صوف حاصل کرنے کے بعد چالیس سال تک بالکل نہیں ہنسے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا، جس روز سے پیر و مرشد نے مجھے گودڑی اور صوف عنائت فرمائی ہے میں حیرت میں ہوں اور مجھے اپنے آپ کی بھی خبر نہیں۔

اس واسطے کہ پیر نے اپنا کام کر دیا۔ اب مجھے چاہیے کہ میں اس گودڑی اور صوف کا حق ادا کروں۔ بزرگوں نے گودڑی اور صوف پہن کر جو کچھ کیا ہے اگر میں نہ کروں گا تو روز محشر گودڑی اور صوف سانپ بن کر میرے گلے لپٹیں گے۔

جو صوف اور گودڑی پہنے وہ کیونکر ہنسے:

پھر فرمایا کہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ عالم شوق میں اکیلا دوست کی بارگاہ میں گیا اور عالم ملکوت کے اردگرد پھر رہا تھا۔ فرمان ہوا، اے بایزید ہماری بارگاہ میں کیا تحفہ لائے ہو۔ میں نے عرض کی۔ محبت اور رضا لایا ہوں کہ ان دونوں کے بادشاہ آپ ہی ہیں۔ پھر آواز آئی، اے بایزید! بڑی چیز ہماری بارگاہ میں لائے ہو یہی چیزیں ہماری بارگاہ کے لائق ہیں۔

خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ کے بارے میں

شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ نے فرمایا۔ ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ کی آنکھوں سے عالم شوق واشتیاق میں خون جاری ہوا جب اس حالت سے افاقہ ہوا تو فرمایا دوست تجھ میں رہتا ہے۔ عرش کو للکارا۔ الرحمٰن علی العرش استویٰ یعنی اے عرش! کہتے ہیں کہ دوست تجھ پر رہتا ہے۔ عرش نے کہا اے بایزید رحمۃ اللہ اس بات کا کونسا موقعہ ہے۔ مجھے بھی کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ تیرے دل میں رہتا ہے۔ اے بایزید بہت سارے اہل آسمان ایسے ہیں جو اہل زمین سے حق تعالیٰ کا پتہ پوچھتے ہیں اور بہت سے اہل زمین ایسے ہیں جو اہل آسمان سے حق تعالیٰ کا پتہ پوچھتے ہیں۔

بعدازاں فرمایا۔ اس سے اصل مقصود یہ ہے کہ تم لوگوں کو درویشی کا مرتبہ معلوم ہو جائے۔ درویش ایسے مرتبے پر پہنچ جاتا ہے کہ ایک ہی قدم میں عرش کے نیچے اور اوپر پہنچ جاتا ہے۔

صُورتش بر خاک و جاں بر لامکاں
لا مکانے فوق وہم سالکاں

اولیائے کاملین اگرچہ صورۃ زمین پر نظر آتے ہیں مگر ان کی روحیں لامکانی ہوتی ہیں اور یہ لامکاں کیا ہے یہ ہمارے وہم وتصور سے بالاتر ہے۔

خواجہ جمال الدین ہانسوی کی نعمت کا سلب ہونا پھر عطا ہونا

سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز نے شیخ العالم حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ سے کہا کہ کچھ عرصہ کے لیے خواجہ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ کو مجھے عنائیت کریں۔ آپ نے فرمایا۔ اے بھائی بہاؤ الدین رحمۃ اللہ بھلا اپنا جمال بھی کوئی کسی کو دیتا ہے۔ یہ سن کر حضرت بہاؤ الدین رحمۃ اللہ خاموش ہو گئے۔ کیونکہ خواجہ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ سے حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ کا خاص لگاؤ

تھا اور انہیں کے پاس ہانسی میں بارہ سال سے زیادہ قیام فرمارہے۔ اب حضرت بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ نے باطنی توجہ کے ذریعے خواجہ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ کے قلب کو اپنی طرف کشش کیا۔ حتیٰ کہ جمال الدین نے حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ کی خدمت میں عرض گزاری کہ اگر اجازت ہو تو کچھ عرصہ شیخ بہاؤالدین کی خدمت میں بسر کروں، لیکن آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد عرض کی مگر کوئی جواب نہ ملا۔

کچھ عرصہ بعد پھر خواجہ جمال الدین رحمۃ اللہ نے اجازت چاہی تو حضرت بابا گنج شکر رحمۃ اللہ نے ناراضگی کا اظہار کیا اور پھر غضبناک ہو کر فرمایا کہ تجھے اختیار ہے۔ جانا ہے تو جاؤ۔

پس یہ فرمانا تھا۔ خواجہ جمال الدین رحمۃ اللہ کی تمام نعمت سلب ہو گئی اور پھر وہ دشت و بیاباں کی طرف نکل گئے۔ حیران و پریشان پھرنے لگے، کسی بھی جگہ قرار نہ آتا تھا، چہرہ کا رنگ سیاہ ہو گیا۔

حتیٰ کہ کوئی پہچانتا نہ تھا۔ ننگے پاؤں اور پھٹے پرانے لباس میں پھرتے کوئی ہوش نہ رہا۔ پاؤں میں زخم اور سارے جسم سے خون اور گندگی جاری ہو گئی۔ حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ نے اپنے تمام اصحاب سے فرمایا کہ میرے سامنے اس کا نام نہ لینا۔ اس وجہ سے کسی کو ہمت نہ تھی کہ ان کے لیے معافی طلب کرے۔ آخر مدت مدید کے بعد حضرت کا ایک مرید جو سوداگر عالم نامی تھا وہاں سے گذرا تو اس نے خواجہ جمال کی حالت دیکھ کر پہچان نہ سکا۔ پھر پہچاننے کے بعد حیران ہو کر دریافت کیا کہ یہ کیا حالت بنا رکھی ہے۔

خواجہ جمال الدین رحمۃ اللہ پر گریہ طاری ہوئی اور سارا حال سنایا۔ یہ سن کر عالم سوداگر کو رحم آیا اور وعدہ کیا کہ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمہارے لیے معافی طلب کروں گا۔ جب وہ حاضر خدمت ہوا، قدم بوسی کے بعد عرض کیا کہ حضور خواجہ جمال الدین رحمۃ اللہ نے اپنے کیے کی سزا پالی ہے۔

کرم فرمائیں اور انہیں معافی عنایت فرمائیں اور ان کو واپس بلالیں۔ یہ سن کر حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ کو رحم آیا اور ایک رباعی لکھوا کر کسی درویش کے ذریعہ ان تک پہنچائی۔

رو گرد بہ گرد و پا آبلہ کن
گر ہمچو منے یابی مارا یلہ کن
یک صبح با اخلاص بیا بر در ما
گرکار تو بر نیاید آنگہ گلہ کن

جاؤ سارے جہان میں پھیرو اور پاؤں زخمی کرو۔ اگر مجھ جیسا کوئی تجھے مل جائے تو مجھ کو ترک کردو۔ ایک دن اخلاص کے ساتھ میرے دروازہ پر آ کر دیکھو، اگر تمہارا کام نہ بن جائے تو مجھ سے گلہ کرنا۔ یہ رباعی پہنچتے ہی خواجہ جمال الدین پر حالت طاری ہوئی اور فوراً اپنے پیر دستگیر کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سر زمین نیاز پر رکھا، دیر تک روتے رہے۔ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی تو پہلے سے بھی زیادہ نعمت عطا فرمائی۔ پھر آپ نے فرمایا۔ ہمارا جمال قطب عالم ہے۔ یہ کہنا تھا کہ خواجہ جمال الدین رحمۃ اللہ اپنی اصل حالت پر آ گئے اور اسی روز سے خواجہ قطب جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ کے نام سے شہرہ آفاق ہوئے۔ اپنے خویش واقرب کے ہاں بڑے معزز اور مکرم ہوئے۔

اہل اللہ کی صحبت میں دل کو خطرات سے محفوظ رکھنا:

اسرار السالکین میں لکھا ہے۔ شیخ شیوخ العالم فرید الملت واشرع والدین کی خدمت میں حسن قوال نے عرض کیا۔ حضور مخدوم بہاؤ الدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز سے شیخ کا بڑا دوستانہ ہے اور وہ بڑے فضائل رکھتے ہیں۔ حکم ہو تو ان کی زیارت کروں۔ فرمایا جاؤ اجازت ہے مگر دھیان رہے وہاں کوئی بے ادبی نہ ہو۔ جب حسن قوال ملتان میں مخدوم بہاؤ الدین رحمۃ اللہ کے در دولت پر حاضر ہوا تو خادم نے اندر جا کر عرض کیا۔ حضور حضرت فرید گنج شکر رحمۃ اللہ کا قوال زیارت کے لیے حاضر ہے۔ حضرت مخدوم نے اسے طلب فرمایا۔ وہ محل کے اندر آیا تو دیکھتا ہے کہ مخدوم ایک مرصع پلنگ پر تشریف فرما ہیں۔ جس پر بیش قیمت گاؤ تکیے اور چادریں بچھی ہیں اور زریں مسہریوں سے محل سجا ہوا ہے۔ غرض کہ ہر طرف مرصع نگاری کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ یہ دیکھ کر حسن قوال حیران ہوا اور یہ خیال گزرا کہ درویشی تو شیخ العالم حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ کے گھر میں ہے۔ جہاں پرانے بوریا اور مٹی گارے کے سوا کچھ

نہیں، لیکن مخدوم کیسے درویش ہیں کہ ہر طرف اطلس وریشم کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ حضرت مخدوم پاک نے روشن ضمیری سے جان لیا اور فرمایا میرے بھائی فرید الدین رحمۃ اللہ نے تجھے منع فرمایا تھا کہ ادب میں رہنا۔ اس نے عرض کی جی ہاں منع فرمایا تھا مگر میں بھول گیا۔ یہ سنکر مخدوم غضبناک ہوئے اور اپنا ہاتھ حسن کی طرف بڑھایا تا کہ شیخ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت بھولنے پر سزا دیں۔ حسن قوال پیچھے ہٹ گیا اس وقت حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ کا ہاتھ درمیان میں نمودار ہوا، مخدوم پاک کا غصہ کافور ہو گیا اور آپ نے فرمایا اس ہاتھ کو پہچانتے ہو وہ جو نمودار ہوا ہے۔ حسن قوال نے عرض کیا حضور اس ہاتھ کے قربان جاؤں اگر یہ ہاتھ نمودار نہ ہوتا تو خدا خبر میرا کیا انجام ہوتا۔

حضرت خواجہ فرید الملت والدین کا اپنے پیر کے لیے ایثار:

جواہر فریدی میں ہے کہ ایک بار خواجۂ جہان قطب الدین بختیار چشتی رحمۃ اللہ کو غسل کی حاجت ہوئی، رات کا بے وقت تھا، حجرۂ عریف سے باہر تشریف لائے سردی کا موسم تھا۔ مرید باکمال حضرت خواجہ فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ حاضر خدمت تھے۔ فرمایا اے فرید پانی گرم کر، یہ کہہ کر اندر چلے گئے۔ فرید الملت نے لکڑیاں اکٹھی کیں لیکن آگ جلانے کے لیے کچھ بھی میسر نہ تھا۔ آگ کی تلاش میں باہر نکلے چلتے گئے کچھ دور ایک روشنی پر نظر پڑی۔ ایک گھر پر دستک دی ایک عورت چرخہ چلاتی ہے باہر آئی عورت حسین وجمیل تھی اس نے خواجہ کی طرف دیکھا حضرت نے فرمایا بی بی تھوڑی آگ دے دو، عورت نے خواجہ کا جمال دیکھا تو بدنیت ہوئی۔ جب اس عورت نے بھانپ لیا کہ خواجہ کسی صورت بھٹکنے والے نہیں جل بھن کر کہنے لگی میرے پاس اتنی آگ نہیں کہ تجھے دوں، خواجہ نے کہا کیا چاہتی ہے آپ کی آنکھیں سرگیں تھیں بولی ایک آنکھ دے دو اور آگ لے جاؤ۔ خواجہ نے آنکھ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھی وہ بڑی پشیمان ہوئی آگ لا کر دے دی۔ اندر اس کا شوہر سویا ہوا تھا اس کو جگایا اور واقعہ سنا دیا، وہ مرد آنکھ لے کر خواجہ کے پیچھے آیا دیکھا کہ آپ خانقاہ کے اندر چلے گئے وہ بھی عقب سے آیا۔ خواجہ نے آگ جلائی اور پانی گرم کیا اتنے میں قطب العالم باہر تشریف لائے پانی آپ کے آگے رکھا آپ نے غسل فرمایا جب نگاہ فرید

الملت کی طرف ڈالی خون دیکھا تو پوچھا اے فرید یہ خون کیسا ہے عرض کی آنکھ میں کچھ کیڑا وغیرہ لگا ہے۔ قطب العالم حجرہ میں جانے لگے تو وہ مرد آگے ہوا اور بتایا اے خواجہ یہ آنکھ کے بدلے آگ لایا ہے آپ نے فرمایا اے فرید یہ آنکھ کیوں نکالی ہے عرض کی یہ تو ایک آنکھ ہے ہزار آنکھیں بھی آپ کے کام پر قربان ہیں۔ خواجہ قطب العالم نے جب یہ کمال صدق دیکھا تو جو نعمت اپنے پیر سے پائی تھی تمام عطا فرمائی اور آنکھ اپنے دست کرم سے درست فرمادی اور وہ آنکھ پہلے سے زیادہ بنیائی رکھتی تھی جو مرشد کریم کی محبت میں نکالی تھی۔

اللہ والوں کی ناراضگی:

شیخ العالم نے فرمایا میں خواجہ قطب الدین بختیار چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ارشاد فرمایا کہ خدا نہ کرے پیر یا شیخ کسی کو بددعا کرے اور وہ دونوں جہاں سے راندۂ درگاہ ہو جائے۔ پھر خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ نے فرمایا، میں بیس سال تک اپنے پیر و مرشد سلطان جہان امام واصلان خواجہ معین الدین حسن سنجری رحمۃ اللہ کی خدمت اقدس میں رہا، خلوت اور جلوت کی مجلسیں بھی نصیب ہوئیں۔ میں نے ان جیسا کریم کوئی نہ دیکھا سوائے ایک دن کے جبکہ ان کو غصہ کی حالت ہوئی، ہم ایک محلے سے گذر رہے تھے کہ ان کے ایک مرید شیخ علی کو ایک شخص نے پکڑ رکھا تھا اور تقاضا کرتا تھا کہ میرا ادھار واپس لوٹاؤ۔ خواجہ بندہ نواز نے ہر چند اس شخص کو منع فرمایا۔ لیکن اس شخص کے رویہ میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ آپ نے پھر اس کو منع فرمایا مگر وہ باز نہ آیا، برابر سختی سے آپ کے مرید کے ساتھ پیش آ رہا تھا۔

بس خواجہ کو پہلی بار میں نے غصے کی حالت میں دیکھا آپ کے کندھے پر جو چادر تھی اسے زمین پر دے مارا، اٹھائی تو خالص سونے کے دیناروں سے بھری ہوئی تھی۔

فرمایا اے شخص! جتنا تیرا حق ہے اٹھا لے۔ اس شخص نے اپنے حق سے زیادہ اٹھانا چاہا تو اس کے دونوں ہاتھ سوکھ گئے اور وہ چلانے لگا کہ اے خواجہ میں توبہ کرتا ہوں رحم کریں۔ فرمایا کیوں کہ میرے خواجہ بڑے کریم تھے اس پر کرم کی نگاہ ڈالی تو اس کے دونوں ہاتھ درست ہو گئے۔

پھر قطب العالم خواجہ بختیار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ہم تمام دوست سلطان الہند کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ ایک شخص مرید ہونے آیا اور حضرت کے سامنے زمین پر بیٹھ گیا۔ یہ شخص دراصل حضرت کو شہید کرنے کی نیت سے آیا تھا بس مناسب وقت کے انتظار میں تھا۔ مرید ہونے کا فقط بہانہ تھا۔ حضرت خواجہ نے جب نظر اٹھا کر اس کو دیکھا تو فرمایا درویشوں کے پاس دو طرح کے لوگ ہی آتے ہیں، یا اچھے ارادے سے یا بری نیت سے، تو جس نیت سے آیا ہے پہلے وہ اختیار کر۔

یہ سن کر وہ شخص کانپ گیا لرزتے ہوئے اٹھا اور وہ چھری جو قتل کرنے کی نیت سے لایا تھا نکال کر باہر پھینک دی اور سر خواجہ کے قدموں میں ڈال دیا۔ حلقہ غلامی میں شامل ہو گیا پھر اس قدر راسخ ہوا کہ حضرت خواجہ ہر مشکل امور پر اسی کو مقرر فرماتے اور وہ ہر مشکل ترین امور کو بحسن و خوبی سرانجام دیتا حتی کہ اس نے پینتالیس حج کیے اور آخر کار حرم پاک میں ہی وصال پایا اور مجاوروں اور خدام کعبۃ اللہ کے ساتھ دفن ہوا۔

بعد ازاں شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اے عزیز! جس کے لیے سعادت ازلی مقسوم ہے اس کا حال ایسا ہی ہوتا ہے۔ وہ شخص سلطان الہند کی خدمت میں حسن نیت لے کر نہ آیا تھا بلکہ انتہائی برے ارادہ سے حاضر ہوا تھا، اس کے مقدر نے یاوری کی کہ سلطان الہند اس دن حسن صفا کے مظہر تھے، نظر ڈالی تو اس کے قلب کی صفائی کر دی اور کثافتوں کو دھو ڈالا اور پھر اسے حلقہ بگوش بنایا اور اس شخص کو بیعت سے مشرف فرما کر درجہ کمال تک پہنچایا۔

خرقہ معراج:

حضرت سید محمد گیسو دراز بندہ نواز جوامع الکلم جو کہ آپ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے، میں فرماتے ہیں۔ سرور کائنات خلاصۂ موجودات علیہ السلام نے شب معراج میں بہشت کے اندر ایک حجرہ ملاحظہ فرمایا۔ جس کا دروازہ سونے کا تھا اور قفل زمرد کا۔ آپ نے چاہا کہ اندر جائیں چنانچہ آپ نے جرائیل علیہ السلام سے کہا کہ حجرہ کا دروازہ کھولیں تا کہ اندر جا کر دیکھوں۔ جرائیل علیہ السلام نے کہا اگر حق تعالیٰ اجازت دیں تو ضرور کھولوں گا۔ آنحضرت علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی، اجازت عطا ہوئی جب دروازہ کھولا گیا تو اس کے اندر ایک سنہری صندوق تھا جس پر سونے کا تالہ لگا ہوا تھا۔ آنحضرت علیہ السلام نے

جبرائیل علیہ السلام سے کہا اس کو بھی کھولو۔ اس صندوق کے اندر اور ایک صندوق تھی اس پر بھی سونے کا قفل تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اس کو بھی کھولو۔ اس کے اندر سے ایک اور صندوق برآمد ہوا جس پر سونے کا قفل تھا۔ جب اجازت کے بعد اسے کھولا گیا تو اس کے اندر خرقہ مشائخ دیکھا۔ آنحضرت ﷺ کو آرزو ہوئی اور فرمایا۔ بھائی جبرائیل میں چاہتا ہوں کہ یہ خرقہ مجھے ملے۔ فرمان ہوا، کئی ہزار پیغمبر ہوگذرے ہیں یہ مبارک خرقہ کسی کو نہیں ملا لیکن یہ آپ ہی کے لیے تھا۔ بعد ازاں آنحضرت ﷺ کو وہ خرقہ پہننے کا حکم ہوا۔ آپ ﷺ نے خرقہ زیب تن فرما کر عرض کیا۔ کہ اے خداوندا، یہ خرقہ صرف میرے لیے مخصوص ہے یا میری امت میں سے بھی کسی کو مل سکتا ہے، فرمان ہوا کہ مل سکتا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو ایک خاص بات سے آگاہ فرمایا کہ آپ ﷺ کے چاروں اصحاب میں سے جو شخص یہ جواب دے یہ خرقہ خلافت اس کو عطا کر دیا جائے۔ جب آپ ﷺ معراج سے واپس آئے تو اصحاب کو طلب فرمایا۔

تو وہ خاص بات سب سے دریافت فرمائی تو سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اور کوئی نہ بتا سکا، وہ خرقہ حضرت علی کو عطا کیا گیا اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حق تعالیٰ سے یہ ارشاد ہوا تھا کہ تمہارے اصحاب میں سے جو یہ جواب دے گا بس اسی کو یہ خرقہ عطا کرنا۔ خرقہ مشائخ یہی ہے لیکن میری نظروں سے یہ حدیث نہیں گزری حالانکہ صحاح ستہ کی حدیث ہے۔

مراۃ الاسرار میں پوری روایت اس طرح ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حکم فرمایا کہ اپنے اصحاب میں سے ہر ایک سے پوچھو اگر تم کو خرقہ عنائت کروں تو کیا اختیار کرو گے۔

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں اسلام کی اشاعت میں کوئی کسر نہ چھوڑوں گا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے عرض کیا میں عدل و انصاف کا بول بالا کروں گا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے عرض کیا کہ میں لوگوں کے ساتھ معاملات میں شرم وحیاء کا برتاؤ کروں گا۔

جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے عرض کیا میں خلق خدا کی عیب پوشی کروں گا اور حق تعالیٰ نے بھی یہی فرمایا تھا کہ جو شخص یہ جواب دے خرقہ اسی کو عطا کر دینا۔ اس طرح یہ خرقہ خلافت مشائخ عظام کو عطا ہوتا رہا۔

حدیث الصلوٰۃ معراج المومنین کی تصدیق حالی:

حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ ہمارے احباب میں سے ایک دوست تھا۔ جس کا نام محمد تھا اور حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ کے بعض اسرار میں محرم راز تھا۔ ایک دفعہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں خواجہ گنج شکر رحمۃ اللہ کے پیچھے بیٹھا تھا اور کچھ دیر کے بعد بے ہوش ہو گیا۔ بعد ہوش آنے پر حضرت نے دریافت کیا کہ معلوم ہے یہ حال تم پر کیوں طاری ہوا، پھر فرمایا، اس وقت نماز میں مجھے معراج حاصل تھا، تجھے بھی اس میں سے حصہ مل گیا۔ چنانچہ حدیث نبوی ہے کہ الصلوٰۃ معراج المومنین (نماز مومن کی معراج ہے) یہ بات سن کر شہر اجودھن کا قاضی حضرت کے ساتھ سختی سے پیش آیا۔ حضرت گنج شکر کی جو باتیں اس کی سمجھ سے بالاتر تھیں ان کا اس نے محاسبہ شروع کر دیا۔ لیکن چند روز کے اندر جان و مال سمیت ہلاک ہو گیا اور اس کے گھر کا کوئی فرد سلامت نہ رہا۔

حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ کے مرض الموت کا بیان

حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر ادام اللہ تقواہ کو خلنہ کا مرض لاحق ہوا۔ یعنی پہلو اور جوڑوں کا درد یا ہذیان، اسی مرض میں آپ کا وصال ہوا۔

جب سلطان المشائخ رحمۃ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ شیخ العالم رحمۃ اللہ کے انتقال کے وقت موجود تھے۔ یہ سن کر آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ فرمایا کہ مجھے شیخ العالم رحمۃ اللہ نے شوال کے مہینے دہلی روانگی کا حکم فرمایا تھا اور آپ کا انتقال پانچ محرم کو ہوا۔ اس وقت آپ نے مجھے بار بار یاد فرمایا۔ اس موقعہ پر شیخ العالم رحمۃ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ میں

بھی اپنے شیخ خواجہ قطب العالم رحمۃ اللہ کے انتقال کے وقت موجود نہ تھا اور ہانسی میں تھا۔

حضرت سلطان المشائخ یہ واقعہ بیان کرتے جاتے اور زار و قطار روتے جاتے۔ اور تمام حاضرین مجلس بھی رو پڑے۔ پھر فرمایا، پانچ محرم کو مرض کی شدت بڑھ گئی۔ نماز عشاء با جماعت ادا کی پھر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا، کیا میں نے عشاء کی نماز پڑھ لی ہے۔ غلاموں نے عرض کی جی ہاں ادا کر لی ہے۔ آپ نے فرمایا میں پھر ادا کرنا چاہتا ہوں۔ دوسری مرتبہ نماز ادا کی پھر بے ہوشی کا دورہ پڑا۔ کافی دیر بعد ہوش میں آئے تو پھر فرمایا۔ کیا میں نے نماز عشاء ادا کی۔ جواب ملا جی ہاں آپ دو بار نماز عشاء ادا کر چکے ہیں۔ فرمایا میں پھر پڑھنا چاہتا ہوں پھر خدا جانے کیا ہو۔ اسطرح تین مرتبہ نماز ادا فرمائی اور ۵ محرم الحرام ۶۶۴ھ کو تقریباً نصف شب کے قریب رحمت حق سے جا ملے بوقت وصال مبارک آپ کی زبان اقدس پر یاحی یاقیوم کا ورد جاری تھا۔

حضور گنج شکر رحمۃ اللہ لاکھوں دلوں کو سوگوار کر کے اپنے محبوب حقیقی کے حضور حاضر ہوئے۔ وصل الی الحبیب

بجھ گئی کل جو سر بزم وہی شمع نہ تھی
شمع تو آج بھی سینے میں ہے پروانوں کے

اس حقیقت کا پورا ادراک کرنے کے لیے حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ کے مزار معلیٰ کی زیارت ضروری ہے۔ جہاں پروانے دن رات شمع فرید کے گرد طواف کرنے میں مشغول رہتے ہیں اور آپ کا دربار گوہر بار رشک خلد آشیانی ہر کس و ناکس کے لیے وجہ سکون قلب ہے۔ جہاں ہر وقت انوار و تجلیات کا نزول جاری رہتا ہے۔

اگر گیتی سرا سر باد گیرد
چراغ چشتیاں ہرگز نمیرد

اگر ساری دنیا تیز آندھی کی زد میں آ جائے۔ تب بھی چشتیوں کا چراغ گل نہیں ہوتا۔

مولانا روم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

جسم شان راہم زنور سرشتہ اند

تاز روح واز ملک بگرشتہ اند

ان کا جسم عام جسم نہیں، سراسر نور ہے۔ مادی کثافتوں سے پاک ارواح اور ملائکہ سے زیادہ لطیف ہے۔

تیرا آستاں ہے میرا حرم تیرا کوچہ قبلہ مقام ہے

تیری یاد میری نماز ہے تیرا شوق میرا امام ہے

میں مقیم کوچۂ یار ہوں جو ہے دیر و کعبہ تو کیا کروں

در یار سے ہے غرض مجھے در یار سے مجھے کام ہے

وہ ماثورہ دعائیں جو حضرت شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین قدس سرہٗ سے منقول ہیں

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی دعا:

حضرت خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر ادام اللہ برکاتہ نے فرمایا کہ رقت کے وقت دعا کو غنیمت جانو کہ وہ قبولیت سے ملی ہوئی ہوتی ہے۔ روایت ہے کہ ابراہم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے ذات باری تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اور یہ دعا تعلیم حق سے سیکھی۔ حضرت رب العزت نے ان سے پوچھا کہ تم کب تک لغو حاجات کے لیے دعا مانگتے رہو گے جو تمہیں غنی نہیں بناتیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ پھر اے رب میں کس طرح اپنی حاجتوں کو آپ سے طلب کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کہو۔ الٰهی اَرضنی بقضائکَ، صَبر علٰی بلائکَ و اورغنی شُکر نِعمائکَ االسئلکَ تَمام نعمتِکَ و دوَام عافِیتکَ اِللهم جنبی فِی قلُوبُ المُومِنِینَ۔

(الٰہی! مجھے اپنی قضا پر راضی رکھ اور اپنی آزمائشوں میں مجھے صبر عطا کر اور اپنی نعمتوں کے شکر کی توفیق عطا فرما۔ میں تجھ سے تیری پوری نعمت مانگتا ہوں اور دائمی عافیت چاہتا ہوں۔ الٰہی! مومنوں کے قلب میں میری محبت ڈال۔)

مہم کے لیے وظیفہ:

شیخ العالم نے فرمایا جس کو کوئی مشکل کام یا مہم پیش آئے تو اسے چاہیے کہ وہ چاند کی پندرھویں رات کو قبلہ رو بیٹھ کر نوے ہزار مرتبہ واللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ پڑھے۔ جب ایک ہزار مرتبہ پڑھ لے تو سر سجدے میں رکھ کر تین مرتبہ آمین۔ آمین۔ آمین کہے۔ پھر حق تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کرے، حق تعالیٰ اس کی حاجت کو پورا کرے گا۔

شیخ العالم کی دعائیں:

خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ میرے شیخ خواجہ فرید الحق والدین۔ نے مجھے یہ دعا پڑھنے کی وصیت فرمائی۔

الحمد للہ علی الاسلام الحمدللہ علی السنة و الجماعة الحمدللہ الذی علمنا علمًا نافعا ولم یترکنا عیان القلوب الحمدللہ علی الصحة والسلامة، الحمدللہ الذی اذھب عنا الغضب والحسد والحزن ولم یجعلنا من المغفوبین علیھم . الحمدللہ بکل نعمة ، الحمدللہ علی اخبائه فی السر والعلانیة. الحمدللہ رب العالمین، الحمدللہ الذی اذھب عنا الحزن ان ربنا لغفور شکور الحمدللہ الذی اجلنا دار المقامة من فضله

نیز مجھے شیخ شیوخ العالمؒ نے اس دعا کی وصیت فرمائی:

اللھم ادخل فی قلبی السرور و اذھب عنا الھم و الحزن

(اے اللہ میرے قلب میں مسرتوں کو داخل کر اور رنج وغم کو ہم سے لے جا)

سلطان المشائخ خواجہ نظام الحق والدین فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ العالم رحمۃ اللہ سے سنا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ انسانی قلوب بھی زنگ آلود ہوتے ہیں جیسے آئینہ زنگ آلود ہوتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ قلوب کس طرح سے جلا پاتے ہیں۔ فرمایا، موت کو یاد کرنے اور تلاوت قرآن مجید ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے شرماتا ہے جب بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتا

ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس سے شرم آتی ہے کہ اس بندے کو اپنے در سے ناکام واپس کرے۔

سلطان المشائخ نے یہ بھی فرمایا کہ شیخ العالم نے مجھے یہ دعا سکھائی۔

رَبنَا آمنَا بما اَنزلتَ واتبعنا الرسُول فاکتبنا معَ الشَاهدِین. اَللهم اجْعَل مِنِ بَین اِیدیَنا نُورًا وَمن خلقَنا نورًا واجُعلْه قائدًا وضیاءً و دلیلاً اِلیٰ جناتک الینعم٥

(اے ہمارے رب ہم اس پر ایمان لاتے ہیں جو تو نے نازل کیا اور ہم تیرے رسول کا اتباع کرتے ہیں۔ بس ہم کو اپنے گواہوں میں سے لکھ لے۔ اے اللہ ہمارے آگے بھی نور کر اور ہمارے پیچھے بھی نور کر اور اس کو ہمارے لیے رہبر اور روشی بنا۔ اپنی نعمتوں کی جنتوں اور تیرے گھر کی طرف جو دار السلام ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ جن پر تو نے انعام کیا ہے۔ نبیوں، صدیقوں، شہدا اور صالحین میں سے اور یہ بہترین رفیق ہیں)

پھر سلطان المشائخ نے فرمایا، شیخ العالم نے مجھے اس دعا کی بھی وصیت فرمائی

بسم الله الرحمن الرحیم آتَ نفسی تَقُوبَها وَزِ کْها اَنتَ خیرُ من زکهَا ولیهَا ومَولٰهَا فاغفِرها واقبَل معذرتَها اَللّهُم انت لی کمَا احب فاجعلنِی لکَ کما تُحب اَللهمُ اجَعل سِیرنی طاهره وخیرُ آمَن اعلانیتی طاهره وصَالحة، اَللهمُ ارزقنِي حسُن الاختیار وصدق الفقار وحُجة اَلاخیّار والاَبرارَ، یاخَالق الجَنةَ والنار٥

(اے اللہ میرے نفس کو تقویٰ عطا فرما اور اس کو پاک صاف کر تو نفس کو سب سے بہتر پاک کرنے والا ہے۔ تو ہی اس کا ناصر و مددگار ہے۔ بس اس کو بخش دے اور اس کی معذرت قبول فرما۔ اے اللہ! تو میرے لیے ایسا ہی ہے جیسا میں پسند کرتا ہوں۔ مجھے ویسا کر دے جسے تو پسند کرتا ہے۔ اے اللہ! میرے باطن کو میرے ظاہر سے زیادہ پاک اور بہتر کر دے۔ اے اللہ! مجھے حسن انتخاب عطا فرما اور تیری طرف سے سچی احتیاج عطا فرما اور نیکوں اور بزرگوں کی صحبت عطا فرما۔ اے دوزخ و جنت کے پیدا کرنے والے)۔

مناجات:

سلطان المشائخ نے فرمایا یہ وہ مناجات ہیں۔ جو مجھ کو شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے سکھلائیں۔

اِلٰہی ضَاقتُ المَذاھبَ الاالیِک وَخَابَتُ الاٰمَال الالدَیک وَانقَطع الرجاء الاغنک وبطل التوکل اِلاعلَیک، ربِ لاتذُرنِی فردًا وانتَ خیُرالوَارثَین بحَقِ انزلناء وبحُقِ نَزل وبحق کھٰیعص وحٰم عسق وصلی اللہ علی محمَد وآلہ واجمعینo

(اے میرے خدا تیری راہ کے علاوہ سارے راستے بند ہیں اور تیری آرزو کے علاوہ ساری آرزوئیں ناکام ہیں۔ اور تیرے سوا سب امیدیں منقطع ہیں۔ اور تیرے سوا دوسروں پر بھروسہ غلط ہے۔ اے اللہ! تو مجھے تنہا نہ چھوڑ تو ہی وارثوں میں سب سے اچھا ہے)

کن چیزوں کی دعا مانگنا چاہیے:

پھر سلطان المشائخ نے فرمایا کہ میں نے شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین سے سنا ہے کہ مناجات کے وقت بارگاہ رب العزت سے یہ چیزیں مانگنی چاہیں۔

اَللھم ان دَخل الشک فی ایمانی یَک وَلم اَعلم بہٖ تَبتِ عنہ، واقول لَاالہ الااللہ محمد رسول اللہ اللھم ان دخل الکفر فی اسلامی ولم اعلم بہ تبت عنہُ واقُول لَا اِلہ اِلّااللہ مُحمدٌ رسُولُ اللہ اللُھم دخل الشِرک فِی توحیدی بک لم اعلم بہ تبت عنہ واقول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اللھم ان دخل الشُبہۃ فی معَرفتِی ایاکَ ولَم اعَلم بِہٖ تَبت واقُولَ لااَلہ اِلا اللہُ محمدٌ رسُولُ اللہ اللھم ان دخل النفاق فيِ قَلبی ولم اعلم بہ تبت عنہ واقُولo لَاالہ اَلا اللہ مُحمدٌ رسُولَ اللہ لاحَول ولَاقُوۃَ اِلا بِاللہ العَلِی العَظِیم وَصلی اللہ علیٰ خیر خَلقہٖ مُحمد وآلہ اجمعینo

(اے اللہ! اگر نادانستہ طور پر تیرے متعلق شک میرے ایمان میں داخل ہوگیا ہے جسے میں نہیں جانتا تو میں اس سے توبہ کرتا ہوں اور میں لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتا ہوں۔

اے اللہ! اگر کفر میرے اسلام میں داخل ہو گیا ہے جسے میں نہیں جانتا تو میں اس سے توبہ کرتا ہوں اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتا ہوں۔

اے اللہ! اگر شرک نادانستہ طور پر میری توحید میں داخل ہو گیا ہے تو میں اس سے توبہ کرتا ہوں اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتا ہوں۔

اے اللہ! اگر نادانستہ طور پر شبہ تیری معرفت میں داخل ہو گیا ہے تو میں توبہ کرتا ہوں اور میں کہتا ہوں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اے اللہ! اگر نفاق دانستہ طور پر میرے قلب میں داخل ہو گیا ہے جسے میں نہیں جانتا تو میں توبہ کرتا ہوں اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کہتا ہوں اور صلوٰۃ وسلام ہو خلق میں سب سے بہتر محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کی تمام آل پر)

دعا مانگنے کا طریقہ:

سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ دعا مانگنے کے وقت اپنے گناہ کو جو اس نے کیا ہے خیال میں نہ لانا چاہیے۔ اسی طرح نہ اپنی نیکیوں کو دھیان میں لانا چاہیے کیونکہ ایسا کرنا تکبر ہے اور متکبر کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ اگر گناہوں کا خیال کرے گا تو یقین میں کمی ہو گی۔ اس لیے دعا کے وقت انسان کی نظر رحمت حق پر ہونی چاہیے اور قبولیت دعا پر یقین رکھنا چاہیے تو ایسی دعا قبول ہو گی۔

دعا کے وقت دونوں ہاتھ ایک دوسرے سے ملے ہوئے رکھنے چاہیں اور ان ہاتھوں کو اتنا زیادہ بلند رکھنا چاہیے اور اس صورت میں رکھنا چاہیے کہ گویا اسی وقت کوئی چیز اس کے ہاتھوں میں ڈال دی جائے گی۔ اور اس موقع پر سلطان المشائخ نے یہ بھی فرمایا کہ دعا دل کی تسکین ہے ورنہ خدائے عز و جل زیادہ جانتا ہے کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ نیز فرمایا کہ دعا بلاؤں کے نازل ہونے سے پہلے مانگنی چاہیے کیونکہ بلائیں اوپر سے نازل ہوتی ہیں اور دعا نیچے سے اوپر جاتی ہے۔ جب فضا میں یہ ایک دوسرے کے مقابل ہوتی ہیں تو ان دونوں میں کشمکش ہوتی ہے۔ اگر دعا قوی ہوتی ہے تو بلا کو لوٹا دیتی ہے ورنہ دعا نیچے آ جاتی ہے۔

پھر اس ضمن میں یہ حکائت بیان فرمائی کہ جب مغلوں کی بلا (یعنی تا تاری حملے) کی اطلاع نیشا پور پہنچی تو وہاں کے حاکم نے شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ کے پاس آدمی بھیجے کہ آپ دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا دعا کا وقت گزر چکا ہے اب بلا کا وقت ہے۔ اس واقعہ کے بیان کرنے کے بعد سلطان المشائخ نے فرمایا کہ نزول بلا کے بعد بھی دعا کرنی چاہیے اگرچہ اس سے بلا دور نہیں ہوتی لیکن بلا کی شدت کم ہو جاتی ہے۔

پھر فرمایا کہ جب بلا نازل ہو جائے تو اس بلا کو برا نہیں سمجھنا چاہیے اور فرمایا کہ متکلمین اس بات کے منکر ہیں کہ کسی کو تکلیف پہنچے اور وہ اسے ناگوار نہ ہو۔ فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ راستہ چلتے ہوئے آدمی کے پاؤں میں کانٹا چبھ جاتا ہے اور خون جاری ہو جاتا ہے لیکن وہ اس قدر جلدی میں ہوتا ہے اور اپنے خیال میں اس قدر مگن ہوتا ہے کہ اسے اس تکلیف کا احساس تک نہیں ہوتا اسی طرح اگر کوئی آدمی جنگ میں مشغول ہوتا ہے اور اسے زخم کی تکلیف ذرہ بھر بھی محسوس نہیں ہوتی جب وہ اپنے ٹھکانے پر پہنچتا ہے تو اس وقت اسے زخم کی شدت کا احساس ہوتا ہے۔ پھر سلطان المشائخ نے فرمایا کہ میں نے سلطان التارکین خواجہ حمید الدین ناگوری قدس سرہ العزیز کے ہاتھوں کا لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ایک آدمی کو کسی جرم میں گرفتار کیا گیا اور اس کو ہزار بید لگائے گئے لیکن اس نے اُف تک نہ کی اور ذرا بھی تکلیف محسوس نہ کی۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ تم نے اس قدر مار کھائی مگر ذرا بھی تکلیف محسوس نہ کی تو اس آدمی نے جواب دیا کہ جس وقت مجھے مار رہے تھے تو میری آنکھوں کے سامنے میرا محبوب جلوہ گر تھا۔ اس کے جلووں کے سامنے مجھے ذرا بھی درد محسوس نہ ہوا۔ پھر فرمایا جب اس استغراق سے یہ کیفیت ہوتی ہے کہ انسان کو اپنے درد کی خبر نہیں ہوتی تو شغل الٰہی سے اگر نزول بلا کی تکلیف محسوس نہ ہو تو یہ بدرجۂ اولیٰ ممکن ہے اور یہ بات حقیقت سے قریب تر ہے۔ نیز سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر ادام اللہ تقواہ کو دیکھا کہ آپ مجھ سے فرما رہے ہیں کہ اے نظام الدین رحمۃ اللہ تمہیں چاہیے کہ ہر روز اس دعا کو ایک سو مرتبہ پڑھو۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ o

(نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے۔ وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، راج اسی کا ہے، اسی کے لیے ساری تعریفیں ہیں، وہ ہر شے پر قادر ہے)

میں خواب سے بیدار ہوا اور میں نے اس دعا کو پابندی سے پڑھنا شروع کیا۔ میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ آپ کے حکم میں ضرور کوئی مقصد ہوگا۔ بعد میں، مَیں نے مشائخ کی کتابوں میں دیکھا کہ جو شخص ہر روز سو مرتبہ اس دعا کو پڑھتا ہے وہ بغیر اسباب کے عمدہ زندگی بسر کرتا ہے۔ اس وقت میں سمجھا کہ شیخ العالم کا مقصود اس دعا کی تلقین کرنے سے یہی تھا۔

پھر فرمایا، جب میں حضور شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ کی خدمت میں دہلی سے اجودھن جایا کرتا تھا تو میں یہ تین نام راستے میں پڑھتا جاتا تھا۔ میں یہ تین نام راستے میں حق تعالیٰ سے مدد چاہنے کے لیے لیتا تھا۔ یا حافظ۔ یا ناصر۔ یا معین

فراخی رزق کے لیے عمل:

فرمایا کہ رزق کی تنگی کو دور کرنے کے لیے ہر جمعہ کی شب سورۃ جمعہ پڑھنی چاہیے۔ شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ ہر جمعہ کی شب میں سورۃ جمعہ پڑھنے کا حکم دیتے تھے مگر میں کہتا ہوں کہ ہر رات میں پڑھنی چاہیے مگر میں نے کبھی اپنے لیے نہیں پڑھی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح اللہ کو منظور ہے رکھے۔

اسم اعظم:

نیز فرمایا کہ اسم اعظم عربی زبان میں یا حی یا قیوم ہے اور سریانی زبان میں اہیاً اشر اہیاً اور فارسی زبان میں امید امید واراں ہے۔

پھر فرمایا کہ حضرت خواجہ ابراہیم بن ادہمؒ سے سوال کیا گیا کہ اگر آپ کو اسم اعظم یاد ہو تو بتلائیں۔ فرمایا، اپنے معدے کو لقمہ حرام سے پاک رکھو اور دل سے دنیا کی محبت دور کرو، اس کے بعد جس نام سے بھی اللہ کو یاد کرو گے وہی اسم اعظم ہوگا۔

اس کے بعد فرمایا کہ خواجہ قطب جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ خلیفہ اکبر شیخ العالم

خواجہ فریدالدین مسعود قدس اللہ سرہ العزیز تھے۔ آپ کا بیٹا مجذوب ہوگیا تھا کبھی کبھی ہوش میں آتا تو دانش مندوں کی سی باتیں کرتا، یہ لڑکا اہل اور دانا تھا۔ چند روز ہانسی میں قیام کے زمانے میں، مَیں اس کے ساتھ رہا۔ ایک دن جب وہ ہوش میں آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ کب سے تمہاری یہ حالت ہوئی ہے۔ کہا اس وقت سے جب سے میرے والد گرامی شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ علیہ فریدالحق والدین سے سورۃ یوسف ایک ہزار مرتبہ پڑھنے کی اجازت لے کر آئے ہیں۔ میں نے اس سے کہا کہ تم نے سورۃ یوسف پورے ایک ہزار مرتبہ پڑھی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ کیا تم اس کا اثر نہیں دیکھتے۔ پھر سلطان المشائخ نے فرمایا کہ میرے شیخ خواجہ فریدالحق والدین نے میرے لیے لکھا کہ بادھ کے دن ظہر اور عصر کے درمیانی وقت کو غنیمت جانو۔

حضرت شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اور سکھوں کی مذہبی کتاب گرنتھ صاحب

سکھ مذہب جس کے بانی گرونانک جی مہاراج ہیں۔ ان کی مقدس کتاب گرنتھ صاحب میں ۱۱۲ شلوک اور چار شبد حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ کئی اور کتابوں اور تذکروں میں بھی حضرت اقدس کا پنجابی کلام درج ہے۔ یہ تو تسلیم ہے کہ حضرت اقدس عربی اور فارسی کے علاوہ پنجابی زبان پر بھی قدرت رکھتے تھے۔

گرونانک جی کا زمانہ حضرت بابا صاحب کے زمانہ سے تقریباً ڈھائی سو سال بعد کا زمانہ ہے۔ حضرت گنج شکرؒ کے بارھویں سجادہ نشین حضرت شیخ ابراہیم فرید ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور گرونانک جی مہاراج کا زمانہ ایک ہے۔ یہ آپس میں ملے اور کلام پر مبادلہ بھی ہوا۔ اور وہ جگہ پاکپتن میں جانب جنوب تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ریلوے لائن کے قریب آج بھی موجود ہے جس جگہ گرونانک جی نے بسرام کیا تھا اور اس طرح ان دو درویش ہستیوں نے آپس میں عارفانہ گفتگو بھی فرمائی جو گرنتھ صاحب کی زینت بنی، ممکن ہے کہ وہ کلام حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا ہی ہو جو شیخ ابراہیم فرید ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے گرو جی مہاراج تک پہنچا۔ شیخ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کا لقب فرید ثانی تھا کیونکہ آپ زہد و تقویٰ میں اور سخاوت و

فیاضی میں اپنا اعلیٰ مقام رکھتے تھے اور پنجابی کے قادر الکلام شاعر بھی تھے اور ہو سکتا ہے کہ ان کا اپنا کلام ہو یا حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ کے فرمودات کو انہوں نے پنجابی نظم کا جامہ پہنایا ہو۔ کیونکہ فرید ثانی لقب شیخ ابراہیم سجادہ نشین کا سارے عالم میں مشہور تھا۔ کامل ولی اللہ تھے اور ممکن ہے کہ ان کے کلام کو حضرت شیخ فرید الدین کا کلام سمجھ لیا گیا ہو۔ مسٹر میکس آرتھر میکاف نے اپنی کتاب سکھ مذہب اور مسٹر جے ایس مون نے پنجابی صوفی شعرا میں یہ کلام شیخ بہرام کا ہی تصدیق کیا ہے۔ حضرت ابراہیم فرید ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک لقب شیخ بہرام بھی تھا۔ بہر حال جو کلام گرو گرنتھ صاحب میں حضرت بابا صاحب سے منسوب ہے انتہائی درجے کا عارفانہ کلام ہے اور اس سے اللہ کریم کی وحدانیت کی تعلیم دی گئی ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر عصمت اللہ زاہد (پی ایچ ڈی) چیئر مین شعبہ پنجابی، پنجاب یونیورسٹی کی تحقیق کے مطابق گرو گرنتھ صاحب میں جو شلوک اور شبد بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ سے منسوب ہیں وہ آپ ہی کا کلام ہے نہ کہ دیوان ابراہیم فرید ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ حضرت بابا فرید الدین کے کلام میں موجود عصری حقیقتوں کے اشارے اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ دہلی میں بارگاہ مرشد میں قیام کے دوران پیش آنے والے مافوق الفطرت واقعات ہانسی اور اجودھن میں قیام کے دوران رونما ہونے والی حقیقتیں اس امر کا بین ثبوت ہیں کہ یہ کلام حضرت بابا صاحب سے منسوب نہیں کیا گیا بلکہ آپ ہی کی تخلیق ہے۔ خاص طور پر چلہ معکوس اور آپ کی والدہ ماجدہ کے جسد اطہر کا سرسہ کے جنگل میں پیش آنے والے واقعات جن کا ذکر آپ کے کلام عالی شان میں ملتا ہے جبکہ شیخ ابراہیم فرید ثانیؒ کی زندگی سے متعلق ان میں سے کوئی ایک واقعہ بھی نہیں ملتا اور نہ ہی ابراہیم فرید ثانی کے کلام کی تصدیق ہو سکی ہے۔ میکاف اور مسٹر جے ایس مون نے عدم تحقیق کی بنیاد پر اس کلام کو فرید ثانی کا کلام قرار دیا ہے جو کہ سراسر غلط ہے۔ اور جدید تحقیق بھی اس کا رد کر چکی ہے۔ مثلاً ان اشعار میں ان واقعات کی صداقت موجود ہے جو حضرت بابا صاحب کو پیش آئے۔

روٹی میری کاٹھ دی لاون میری بھکھ
جناں کھادی چوپڑی گھنے سہن گے دکھ

اس شعر میں حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ نے اپنی سخت ریاضت اور

مجاہدے کا اظہار فرمایا ہے۔ جب آپ جنگلوں اور بیابانوں میں سخت مجاہدات میں مشغول تھے اور آپ نے کھانا بالکل ترک کر دیا تھا اور ایک لکڑی کی روٹی بنا کر کپڑے میں لپیٹ کر رکھتے۔ اگر کوئی روٹی کھانے کے لیے کہتا تو آپ اشارہ فرماتے کہ میرے پاس روٹی ہے کیونکہ انتہائی تقویٰ کے سبب ہر کسی کا کھانا نہ کھاتے تھے۔

اور مصرعہ ثانی میں دنیا کی زیب زینت اور عیش ونشاط میں مبتلا لوگوں کو تنبیہ کرتے ہیں کہ دنیا کی رنگینیوں میں ہی نہ کھوئے رہو۔ آخر ایک دن مالک حقیقی کے حضور بھی پیش ہونا ہے۔ دنیا پرستی ایک دھوکہ ہے، ہوش میں آؤ کہ اس قادر مطلق کی گرفت سے پناہ مانگو۔ پھر چلہ معکوس کے دوران پیش آنے والے ایک واقعہ کی طرف اس شعر میں فرماتے ہیں۔

میں جانیا وڈ ہنس ہے تاں میں کیا سنگ

جے جاناں بگ پچھرا جنم نہ بھیڑاں انگ

جن دنوں آپ چلہ معکوس میں مشغول تھے ایک درویش نے بھی آپ کے ساتھ چلہ میں مشغول ہونے کی درخواست کی۔ آپ نے آمادگی ظاہر کی اور یہ خیال آیا کہ یہ کوئی بہت پہنچا ہوا شخص ہے۔ وہ درویش بھی آپ کے ساتھ کنویں میں لٹک گیا مگر تھوڑی ہی دیر بعد کنویں سے نکل کر غائب ہوگیا۔ جب آپ عالم استغراق کی کیفیت سے نکلے تو دیکھا وہ درویش غائب ہو گیا تھا کیونکہ وہ اس تکلیف کو برداشت نہ کر سکا۔

شعر کا مفہوم:

میں تو یہ سمجھا تھا کہ شائد وہ شخص مجھ سے بڑا ہنس ہے۔ ہنس ایک خوبصورت اور صابر شاکر پرندہ ہوتا ہے اس لیے اس کو اپنے ساتھ مشغول کیا۔ مصرعہ ثانی میں فرماتے ہیں۔ اگر مجھے پتہ ہوتا وہ ہنس نہیں بلکہ بگلا ہے تو میں ہرگز اسے اپنے ساتھ مشغول نہ کرتا یعنی اس جھوٹے درویش کو اپنی سنگت نہ دیتا۔ یہ اشعار خود تصدیق کرتے ہیں کہ یہ کلام حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ کا ہی ہے۔ کیونکہ ابراہیم فرید ثانی بڑے زہد وتقوی والے تھے اور اپنی فیاضی اور سخاوت میں عالمگیر شہرت رکھتے تھے۔ اگر آپ قادر الکلام شاعر تھے تو آپ کے کلام کی تصدیق آج تک کیوں نہ ہوسکی۔

لہٰذا حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ کے اشعار کو ابراہیم فرید ثانی سے منسوب کرنا انتہائی

نامناسب ہے کیونکہ ان کی زندگی کا کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا جس سے یہ ثابت ہو کہ یہ کلام ان کا ہے، یہ کلام دراصل حضرت بابا فرید کا ہی ہے۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ کی وجہ تسمیہ

حضرت ابواسحاق شامی چشتی رحمۃ اللہ علیہ:

آں بندۂ جمال رب ارنی مجرد از اوقات مادمنی لطائف اشرفی میں لکھا ہے۔ آپ حق تعالیٰ کے غیبی حکم سے ملک شام سے بغداد جا کر حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے آپ کا نام دریافت فرمایا۔ عرض کی ابواسحاق شامی رحمۃ اللہ علیہ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ آج سے تم ابواسحاق چشتی کہلاؤ گے اور چشت کی خلقت تم سے ہدایت پائے گی اور جو شخص تمہارا مرید ہوگا اسے بھی قیامت تک چشتی کہا جائے گا چنانچہ تربیت کے بعد حضرت ابواسحاق چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت اقدس نے خلافت عطا کر کے چشت کی طرف روانہ کیا۔ چشت کا علاقہ ملک خراسان میں ہے جو ہرات کے نواح میں ہے۔ خواجہ ابواسحاق چشتی یہاں تشریف لائے، اسی دن سے خواجگان چشت وجود میں آئے۔ ان کے سرحلقہ پنجتن یعنی پنجتن چشت کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

حضرت ابو اسحاق چشتی۔ خواجہ ابوابدال احمد چشتی۔ خواجہ ابو محمد چشتی۔ خواجہ ناصرالدین ابو یوسف چشتی اور خواجہ قطب الدین مودود چشتی۔ قدس اسرار ہم یہ پانچ حضرات چشت میں رہتے تھے۔

اسی طرح ان کے خلفا بھی ملک ہندوستان میں پنجتن چشت ہیں۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار چشتی۔ حضرت خواجہ فرید الدین مسعود چشتی۔ حضرت خواجہ نظام الدین چشتی۔ حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چشتی قدس اسرار ہم۔ جس کا شجرہ ان پنجتن چشت کے ذریعے سابقہ پنجتن چشت تک جا پہنچتا ہے وہ چشتی ہے

الٰہی تابود خورشید و ماہی
چراغ چشتیاں را روشنائی

معروف مذہبی وروحانی سکالر کپتان واحد بخش سیال نے کرامت شکر کو یوں بیان فرمایا

فرید الحق فرید الدین ولی اللہ شہنشا ہے
حبیب اللہ خلیل اللہ صفی اللہ نبی جا ہے
سلاطین خاک بوس و خاکروب و خاکسارائش
مشائخ خاک پاؤ خاک را ہے خاک درگا ہے
جناب قطب عالم رکن عالم غوث دورانے
فقیرے دستگیرے دیں پنا ہے مشعل را ہے
کرم کوش و کرم گستر کرم پرور سخی سرور
جہاں دارے جہاں بانے جہاں پرور شہنشا ہے
فنا فی اللہ بقا باللہ سمیع اللہ بصیر اللہ
خدا بینے خدا دانے خدائے جو خدا خوا ہے
بہ اقلیم ہدایت آفتابے فیض عالم مشعل روشن
بہ ملک حسن و خوبی شاہ خوباں بل شہنشا ہے
بہ ملک فقر و عرفاں شہسوارے کامل و اکمل
بہ ملک زہد و طاعت بے مثال و انبیاء جا ہے
طبیب قلب بیماراں حکیم راز دار کل
حبیب دِلنواز ے دل پذیرے کج کلاہ ما ہے
ہمیں واحد کمینہ سگ غلامے را فقیرے را
نوازش کن شکر گنجے شکر پارے شکر شا ہے
شکر نامے شکر لبے شکر سخنے شکر دہنے
شکر نامے شکر ریزے شکر بیزے شکر گا ہے
شکر خیزے شکر دانے شکر کانے شکر کو ہے
شکر گوئے شکر جوئے شکر خوارے شکر خوا ہے

گنج شکر کے شکر پارے

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں

حضرت خواجہ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے بعض ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء کے ہاتھ سے لکھے ہوئے ملے ہیں جن میں لکھا ہے کہ چار چیزوں کے بارے میں سات سو مشائخ عظام سے سوال کیا گیا تو سب نے ایک ہی جواب دیا۔

☆ گناہوں کو چھوڑ دینے والا ہی سب سے عقلمند ہے۔

☆ دانا اور حکیم آدمی وہ ہے جو کسی چیز پر غرور نہ کرے۔

☆ قناعت کرنے والا ہی سب سے زیادہ مالدار اور غنی ہے۔

☆ قناعت کو ترک کرنے والا ہی سب سے زیادہ محتاج اور مفلس ہے۔

☆ نیز لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اسی آدمی سے شرم آتی ہے جو بندہ اللہ کے حضور میں دست سوال دراز کرے اور وہ اسے خالی واپس لوٹا دے۔

☆ فرماتے ہیں ہونے کا غم نہیں اور نہ ہونے کا افسوس نہیں۔

☆ نامرادی اور مایوسی کا دن دراصل مردان خدا کی معراج ہے۔

☆ لوگوں کے طنزیہ رویہ کی وجہ سے اپنی سرگرمی نہیں چھوڑنی چاہے۔

☆ اچھے اور پاکیزہ جذبات وخیالات ثقلین کی عبادت سے بہتر ہیں۔

☆ فرمایا، سرکار دوعالم ﷺ کا ارشاد پاک ہے جو شخص لوگوں کی عیب جوئی سے کنارہ کش ہوا وہ نیک بخت اور بامراد ہے۔

☆ فرمایا، صوفی کسی چیز کو مکدر اور خراب نہیں کرتا بلکہ وہ ہر چیز کو مانجھ کر صاف اور منقیٰ کرتا ہے

☆ اگر عزت چاہتے ہو تو حاکموں کی طرف توجہ نہ کرو بلکہ ان سے علیحدگی اختیار کرو۔

☆ فرمایا، زیادہ غور وفکر کرنے سے آفت ہے تسلیم کر لینے میں سلامتی ہے۔

☆ فرمایا، علمائے کرام عام لوگوں میں زیادہ باعزت ہیں جبکہ درویش وفقرا باعزت لوگوں میں معزز اور سردار ہوتے ہیں۔

☆ فرمایا، ذلیل ترین ہے وہ شخص جو اپنے آپ کو کھانے پینے اور پہننے میں مشغول رکھے۔

☆ فرمایا، درویشی پردہ پوشی کا نام ہے۔

☆ جو کچھ بے سوچے سمجھے اور خلاف رضائے الٰہی خرچ ہو وہ اسراف ہے اور جو رضائے الٰہی کے موافق ہو وہ اسراف نہیں۔

☆ دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے جس نے دنیا کی لذات کو چھوڑ دیا وہ سلامت رہا اور جو دوست کی مرضی کے خلاف چلا جلا دیا گیا۔

☆ دنیا میں زیادہ مشغولی سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔ جب تعلق دنیا دل سے جاتا رہتا ہے تو ذکر و شغل سے دل زندہ ہو جاتا ہے۔

☆ فرمایا، صلاحیت قلب اس وقت پیدا ہوتی ہے جب انسان غل و غش، حسد و کبر، حرص اور بخل چھوڑ دیتا ہے۔

☆ جو درویش دنیا میں مصروف رہتا ہے اور جاہ و رفعت کا طلبگار ہو وہ درویش نہیں طریقت کا مرتد ہے۔

☆ طریقت یہ ہے کہ درویش کے دل میں دنیا اور اہل دنیا کی محبت ذرہ بھر نہ ہو۔

☆ فرمایا، اصل چیز اس راہ میں حضوریٔ قلب ہے اور یہ حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ لقمہ حرام اور اہل دنیا سے اجتناب نہ کیا جائے۔

☆ جو شخص خدا کا کام کرتا ہے خدا اس کے کام بنا دیتا ہے۔

☆ جو خدمت حق تعالیٰ میں کمی نہیں کرتا اور جس کے تمام افعال رضائے دوست کے موافق ہوتے ہیں اور اپنے نفس کے لیے ہر وقت غازی بنا رہتا ہے۔ خدا بھی اس کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرتا۔

☆ اس کو گلیم مت پہناؤ جو دنیا سے پرہیز نہ کرے کیونکہ یہ انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کا لباس رہا ہے۔

☆ درویش کو صاحب علم اور صاحب قوت ہونا چاہیے۔

☆ کسی کا ہو جانا بڑی بات ہے۔

☆ مشائخ کا ہاتھ رسول خدا کا ہاتھ ہے۔ جو مشائخ کا ہاتھ پکڑتا ہے وہ رسول خدا کا ہاتھ پکڑتا ہے۔

☆ جھگڑوں کو اس طرح طے کرو کہ گردن کی رگ نہ ابھرے اور غصے کا اثر تک بھی ظاہر نہ ہو

☆ اگر آسودگی چاہتا ہے تو حسد نہ کر۔

☆ وہ کام کر جس سے مرنے کے بعد بھی زندہ رہے۔

☆ عشق کی آگ ایسی ہے جو درویش کے دل کے سوا کہیں قرار نہیں پکڑتی۔ درویش کو خاکِ عشق اور انوار و تجلی سے پیدا کیا گیا ہے۔

☆ دنیا میں لوگ جو کچھ کرتے ہیں قیامت کے دن ان کے اعضا گواہی دیں گے۔

☆ مومنوں کے دل پاکیزہ زمین کی طرح ہیں اگر محبت کا بیج اس زمین میں بویا جائے تو اس سے طرح طرح کی نعمتیں پیدا ہوں گی۔

☆ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اس میں صدقہ و خیرات اور سخاوت کرو۔

☆ سب سے بڑھ کر سعادت یہ ہے کہ انسان اپنے نفس پر حکمران ہو تا کہ نفس شہوت رانی نہ کر سکے۔

☆ جب حاکم وقت دین کے کام میں خلل ڈالے تو تمام رعایا خلل انداز ہوتی ہے۔

☆ جس آنکھ نے دوست کا جمال دیکھا ہو حیرت ہے کہ پھر کسی اور کو دیکھے۔

☆ جس نے بھی نعمت پائی خدمت ہی سے پائی کیونکہ دین و دنیا کی نعمتیں مشائخ عظام اور پیروں کی خدمت کرنے سے حاصل ہوتی ہیں۔

☆ قرآن شریف کی تلاوت افضل ترین عبادت ہے۔

☆ علمائے کرام انبیاء کے وارث ہیں اور مشائخ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ہیں۔

☆ بارش کی قلت لوگوں کے شامت اعمال کی وجہ سے ہوتی ہے۔

☆ اہل تصوف اس دل کو زندہ سمجھتے ہیں جو یاد حق میں مستغرق ہو۔

☆ مہمان کے ہاتھ میزبان کو خود دھلانے چاہیں۔

☆ مرشد کا فرمان رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔ پس جو اپنے پیر کا فرمان بجالاتا ہے گویا وہ رسول کریم کا فرمان بجالاتا ہے۔

☆ روزے کی جزا دیدار الٰہی ہے۔

☆ عقل کے درخت کو فکر کا پانی دیا کرو تا کہ وہ خشک نہ ہو جائے۔

☆ توبہ کا درخت ندامت کے پانی سے پرورش پاتا ہے۔

☆ غفلت کے درخت کو جہل کا پانی مناسب ہے اس. سے اس کی جڑ بندھتی ہے۔

☆ جب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ کسی بندے کو اپنا دوست بنائے تو ذکر کا دروازہ اس پر کھول دیتا ہے۔

☆ علم ایک ابر ہے جو رحمت کے سوا کچھ نہیں برساتا۔

☆ سماع دلوں کے لیے راحت ہے اہل محبت اس سے فرحت حاصل کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ کا

شجرہ نسب

(۱) امیر المومنین حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲) حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳) شیخ ناصر رحمۃ اللہ علیہ

(۴) شیخ منصور رحمۃ اللہ علیہ

(۵) شیخ سلیمان اول رحمۃ اللہ علیہ

(۶) خواجہ ادھم بلخی رحمۃ اللہ علیہ

(۷) خواجہ ابراہیم شاہ بلخ رحمۃ اللہ علیہ

(۸) شیخ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ

(۹) شیخ ابوالفتح واعظ اکبر رحمۃ اللہ علیہ

(۱۰) شیخ عبد اللہ واعظ اصغر رحمۃ اللہ علیہ

(۱۱) شیخ مسعود رحمۃ اللہ علیہ

(۱۲) شیخ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ

(۱۳) شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ

(۱۴) شیخ شہاب الدین احمد فرخ شاہ کابلی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۵) شیخ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ

(۱۶) شیخ محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ

(۱۷) قاضی محمد شعیب رحمۃ اللہ علیہ

(۱۸) شیخ جمال الدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ (معز الدین)

(۱۹) حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا
شجرۂ طریقت

اسمائے گرامی	مقام ولادت	مدفن	تاریخ ولادت	وصال
آقائے دوجہاں سید المرسلین سرورکائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ	مکہ معظمہ	مدینہ منورہ	دوشنبہ ربیع الاول	دوشنبہ ربیع الاول
امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم	اندرون کعبہ	نجف اشرف	۱۳ رجب	۲۱ رمضان المبارک
ابوسعید خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ	مدینہ منورہ	بصرہ	-	۵ رجب ۱۱۰ھ
خواجہ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ	بصرہ	بصرہ	-	۲۷ صفر ۱۷۶ھ
خواجہ فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ	سمرقند	مکہ معظمہ	-	۳ ربیع الاول ۱۸۷ھ
خواجہ ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ	بلخ	بغداد یا شام	-	۲۶ جمادی الاول ۲۶۵ھ
خواجہ سدید الدین مرعشی رحمۃ اللہ علیہ	مرعش		-	۱۴ شوال ۲۷۷ھ
خواجہ امین الدین ہبیرہ بصری رحمۃ اللہ علیہ	مرعش	بصرہ	-	۱۸ شوال ۲۸۸ھ
خواجہ کریم الدین ممشاد علو دینوری رحمۃ اللہ علیہ	دینور	بصرہ	-	۱۴ محرم ۲۹۹ھ
خواجہ ابو اسحاق شامی چشتی رحمۃ اللہ علیہ		عکہ شام	-	۱۴ ربیع الثانی ۳۳۰ھ
خواجہ ابو احمد ابدال چشتی رحمۃ اللہ علیہ	چشت	چشت	۶ رمضان ۲۶۶ھ	۱۱۱ جمادی الثانی ۳۵۵ھ
خواجہ ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ	چشت	چشت	عاشورہ ۳۳۱ھ	غزہ رجب ۴۰۴ھ
خواجہ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ	چشت	چشت	-	۱۴ ربیع الاول ۴۵۹ھ
خواجہ قطب الدین مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ	چشت	چشت	۴۳۰ھ	غرہ رجب ۵۲۷ھ
خواجہ حاجی شریف زندنی چشتی رحمۃ اللہ علیہ	زندنہ	زندنہ	۴۹۲ھ	۳ رجب ۶۱۲ھ
خواجہ ابوالنور عثمان ہرونی چشتی رحمۃ اللہ علیہ	ہرون	مکہ معظمہ	۵۲۶ھ	۶ شوال ۶۱۷ھ
خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ	سنجر	اجمیر شریف	۵۳۷ھ	۶ رجب ۶۳۳ھ
خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی رحمۃ اللہ علیہ	اوش	مہرولی دہلی		۱۴ ربیع الاول ۶۳۵ھ
خواجہ فریدالدین مسعود چشتی گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ	کھوتوال	پاکپتن شریف	۵۷۱ھ ۲۹ شعبان	۵ محرم الحرام ۶۶۴ھ

حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ کے خلفائے عظام

حضرت فرید الملت والدین نے اشاعت اسلام کے لیے جو خدمات جلیلہ سر انجام دیں وہ آب زر سے بھی لکھی جائیں تو لکھنے کا حق ادا نہیں ہوتا۔ سلطان آلا فاق خواجہ معین الدین حسن چشتی رحمۃ اللہ نے فرمایا تھا کہ فرید ایسی شمع ہے جس سے خانوادہ درویشاں روشن ہوگا، ایسا ہی ہوا۔ حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ نے اصلاح خلق کے لیے ایک ایسا رفیع الشان صالحین کا گروہ تیار کیا جن کی تعداد بہت کثیر ہے۔ جن کی برکت سے برصغیر میں دین اسلام کی روشنی تاریکیوں میں پھیل گئی۔ ان ہزاروں فرزندان عشق ومحبت میں سے چند حضرات کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں

☆ حضرت خواجہ قطب جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ
☆ حضرت مخدوم سیدنا علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ
☆ حضرت سلطان المشائخ خواجہ سیدنا نظام الدین محبوب الٰہی بدایونی دہلوی رحمۃ اللہ
☆ حضرت مولانا خواجہ سیدنا بدر الدین اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ
☆ حضرت خواجہ نجیب الدین المتوکل رحمۃ اللہ
☆ حضرت خواجہ شہاب الدین گنج علم رحمۃ اللہ
☆ حضرت خواجہ بدر الدین سلیمان رحمۃ اللہ
☆ حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ
☆ حضرت خواجہ محمد یعقوب رحمۃ اللہ
☆ حضرت شیخ ذکریا سندھی رحمۃ اللہ
☆ حضرت شیخ منتخب الدین زر بخش رحمۃ اللہ
☆ حضرت امام علی الحق سیالکوٹی رحمۃ اللہ
☆ حضرت شیخ علی شکر باراں رحمۃ اللہ
☆ حضرت زین الدین (دمشقی) رحمۃ اللہ

- ☆ حضرت شیخ محمد نیشاپوری رحمۃ اللہ
- ☆ حضرت شیخ صدر دیوانہ رحمۃ اللہ
- ☆ حضرت شیخ نور جمال کابلی رحمۃ اللہ
- ☆ حضرت شیخ محمد سراج رحمۃ اللہ
- ☆ حضرت مولانا داؤد پالی رحمۃ اللہ
- ☆ حضرت مولانا تقی الدین رحمۃ اللہ

حضرت امام علی الحق رحمۃ اللہ اور دیگر خلفائے نامدار جو قطب اور ابدال کے مراتب پر فائز ہوئے۔ ان میں سے چند نامور خلفاء کے احوال اجمالاً اور تبرکاً درج کیے جاتے ہیں۔ بالخصوص ان حضرات والاشان کا ذکر خیر کیا گیا ہے جن سے سلسلہ عالیہ چشتیہ بہشتیہ عرب و عجم تک پھیلتا چلا گیا۔ ان کی خدمات جلیلہ کا احاطہ کرنا ممکن ہی نہیں۔ یہ سارا فیض کا خزانہ حضرت شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر قدس سرہ العزیز نے لٹایا اور اپنے خلفاء کو خاص تربیت سے آراستہ کیا جنہوں نے سارے عالم کو انسان دوستی اور خدمت خلق کا آفاقی پیغام دیا اور دین و دنیا میں کامیابی کے راز بتائے۔ جو ان برگزیدہ اور اللہ کے پسندیدہ لوگوں کے دامن محبت سے وابستہ ہوا وہ کامران اور کامیاب ہوا۔

حضرت خواجہ قطب جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ

آپ شیخ العالم بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ کے خلیفہ اول ہیں حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ آپ سے بڑی محبت رکھتے اور فرمایا کرتے جمال۔ جمال ماست کہ جمال میرا جمال ہے۔ آپ ہی کی محبت میں شیخ العالم نے ہانسی میں بارہ سال قیام فرمایا۔ آپ اپنے پیرومرشد کی نظر میں اتنے معزز اور معتبر تھے کہ حضور بابا صاحبؒ جب کسی بزرگ کو خلافت نامہ عطا فرماتے تو حکم دیتے کہ ہانسی میں جا کر ہمارے جمال سے مہر کروا لینا۔ چنانچہ کتب سیر میں بڑی وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ جس کسی کو بھی خلافت نامہ عطا ہوتا تو وہ خواجہ قطب جمال کی خدمت میں حاضر ہوتا۔

ملک المشائخ خواجہ نظام الدین چشتی دہلوی رحمۃ اللہ کو بھی جب خلافت نامہ عطا کیا گیا تو ارشاد ہوا، نظام دہلی جانے سے پہلے ہمارے جمال سے خلافت نامہ پر مہر لگوا

لینا، چنانچہ محبوب الٰہی فرماتے ہیں۔

میں حضور بابا صاحبؒ کے حسب الارشاد حضرت جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کا معمول تھا کہ جب کوئی آپ کے پاس جاتا تو آپ تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ اس مرتبہ خلافت نامہ لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ خلاف معمول بیٹھے رہے، مجھے بڑا تعجب ہوا۔ آپ نے فوراً فرمایا، اے مولانا نظام الدین رحمۃ اللہ آپ کی تعظیم کے لیے نہ اٹھنے کی وجہ یہ ہے کہ میرے اور آپ کے درمیان الفت اور محبت ہے، جہاں محبت ہوتی ہے وہاں تکلف کیونکر ہو۔

غرضیکہ کافی دنوں تک مجھے اپنے پاس رکھا۔ جب میں نے خلافت نامہ پیش کیا تو بہت مسرور ہوئے اور اپنی دعاؤں کے ساتھ دستخط کر کے مہر لگا دی اور یہ شعر پڑھا

خدائے جہاں را ہزاراں سپاس
کہ گوہر سپردہ بہ گوہر شناس

حضرت جمال الدین ہانسویؒ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔ علم و فضل میں یگانۂ زمانہ اور خطابت و بیان میں شعلہ نوا تھے۔ حضور بابا صاحبؒ کے قیام ہانسی کے دوران ربقہ غلامی زیب گلو کیا اور خلافت کی دولت سے سرفراز ہوئے۔ آپ نے زندگی میں سات دفعہ اجودھن کا سفر اختیار کیا۔ ایک دفعہ بوجہ علالت و ضعف کے حاضر نہ ہو سکے تو اپنی خادمہ جو کہ بوڑھی عورت تھی بڑی زاہدہ عابدہ تھیں کو حضور گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا۔ حضور بابا صاحبؒ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں تو حضرت نے فرمایا ہمارے جمال کا کیا حال ہے۔ اس نے عرض کی جس دن سے آپ کے مرید ہوئے ہیں اسباب دنیا اور شغل خطابت ترک کر دیا ہے۔ ان کو بھوک اور بلاؤں نے گھیر لیا ہے سخت مجاہدات میں مشغول رہتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ بڑے خوش ہوئے اور فرمایا الحمد للہ۔ اچھی زندگی گذار رہا ہے۔ آپ کی دو تصانیف ہیں، ایک آپ کا فارسی کلام میں دیوان ہے دوسرا عربی زبان میں ملہمات کے نام سے ایک مقالہ آپ کے علم و فضل کی یادگار ہے۔

حضرت قطب جمال کا وصال ۱۱ شعبان المعظم ۶۵۸ھ کو حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ کی حیات طیبہ میں ہی ہو گیا۔ جس پر حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ بڑے افسردہ رہتے تھے۔ ہانسی

میں ہی آپ کا مزار پرانوار مرجع خلائق ہے۔ وصال مبارک کے تھوڑے عرصہ بعد گنبد تعمیر کرنے کے لیے دیواریں کھودی گئیں تو ایک طرف لحد مبارک کا منہ کھل گیا۔ جس سے ہر طرف خوشبو پھیل گئی، گویا جمال فرید رحمۃ اللہ کی قبر مبارک جنت کی کیاریوں میں سے کیاری ہے۔

آپ کے بڑے صاجزادے حالت مجذوبی میں تھے۔ چھوٹے صاجزادے حضرت مولانا برہان الدین صوفی آپ کی خادمہ کے ہمراہ حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو حضرت نے صغیر سنی میں ہی آپ کو دولت خلافت سے سرفراز فرمایا اور حکم دیا کہ دہلی جا کر نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہ کر تکمیل سلوک کرو۔ اس خادمہ نے عرض کی کہ حضور آپ کم سنی میں اتنی گرانبار ذمہ داری خلافت سونپ رہے ہیں ابھی تو کھا جا برہان الدین بالا ہے یعنی برہان الدین بچہ ہے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ نے فرمایا۔ پونوں کا چاند بالا ہی ہوتا ہے یعنی چودھویں کا چاند پہلی رات کو چھوٹا ہی ہوتا ہے، بتدریج کمال کو پہنچتا ہے۔

حضرت برہان الدین صوفی بحکم حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ کے مطابق سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تکمیل علوم باطنی کیا۔ اور اس دوران سلطان المشائخ کا احترام اور تعظیم کا اہتمام اس طرح کرتے کہ جتنی مرتبہ محبوب الٰہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو تازہ غسل فرماتے، نئے کپڑے زیب تن کرتے اور عطر لگاتے پھر سلطان المشائخ کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوتے۔ کوئی مرید ہونے کے لیے آتا تو فرماتے کہ سلطان المشائخ کے ہوتے ہوئے میری کیا مجال ہے کہ کسی کو بیعت کروں۔ جب یہ خبر سلطان المشائخ تک پہنچی تو فرمایا۔ اے برہان الدین! جس طرح اس ضعیف کو حضرت شیخ العالم سے اجازت بیعت ہے اسی طرح آپ کو بھی ہے، آپ مرید کیا کریں تا کہ چراغ سے چراغ روشن رہے۔

سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ

آپ کا نام نامی اسم گرامی محمد بن احمد بن علی بخاری ہے۔ ماں باپ دونوں کی طرف سے حسینی سید ہیں۔ آپ کو خلق خدا مختلف القابات سے یاد کرتی ہے اور تا قیامت کرتی

رہے گی۔ محبوب الٰہی، سلطان الاولیاء، سلطان المشائخ، صاحب جی، سلطان جی۔

آپ کے جد اعلیٰ خواجہ علی بخاریؒ اور نانا خواجہ عرب بخاریؒ یہ دونوں حضرات حوادث زمانہ سے تنگ آ کر بخارا سے لاہور تشریف لائے اور پھر بدایوں مستقل سکونت اختیار فرمائی۔

ولادت:

آپ کی ولادت باسعادت ۲۷ صفر المظفر چہار شنبہ کے روز ۶۳۴ھ کو شہر بدایوں میں ہوئی۔ اسی سال حضرت قطب عالم خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ اللہ العزیز اور سلطان شمس الدین التمش انار اللہ برہانہ نے وصال فرمایا۔

تعلیم وتربیت:

سلطان المشائخ بچپن میں ہی اپنے والد گرامی کے سایۂ عاطفت سے محروم ہوئے پانچ سال کی عمر میں قرآن پاک اور ابتدائی کتب پڑھنی شروع کیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے تعلیم وتربیت کا خاص اہتمام کیا۔ یہاں تک کہ آپ ظاہری علوم میں درجہ کمال کو پہنچے۔ جب آپ حضرت مولانا شمس الدین خوارزمیؒ کے مدرسہ میں تھے تو آپ کے تجر علمی سے متاثر ہو کر آپ کے ساتھی طلبا نے آپ کا نام نظام الدین بحاث رکھ دیا۔ بحث مباحثہ کے دوران آپ ایسے علمی نکات بیان فرماتے، فضلاء حیران رہ جاتے۔ آپ کی تعلیم میں مولانا کمال الدین جیسے پاکیزہ سیرت اور زاہد و متقی شخصیت کا ہاتھ ہے جنہوں نے سلطان غیاث الدین بلبن کی اس خواہش کو ٹھکرا دیا کہ آپ ان کے پیش امام بن جائیں۔ جب ایسے اساتذہ کے دامن تربیت سے وابستگی ہو تو کیوں نہ اعلیٰ تربیت کا فیض حاصل ہو۔

خواجہ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضری:

جب خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ نے تمام علوم میں مہارت حاصل کر لی تو خواجہ متوکل رحمۃ اللہ جو کہ آپ کے پڑوس میں رہتے تھے کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضرت ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص پڑھ کر میرے حق میں دعا فرمائیں کہ کہیں قاضی مقرر ہو جاؤں۔ خواجہ متوکل رحمۃ اللہ خاموش رہے، آپ نے سمجھا شائد آپ کے کانوں تک میری

آواز نہیں گئی۔ کچھ توقف کے بعد آپ نے پھر عرض کی تو خواجہ متوکل رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے اور فرمایا کہ نظام الدین قاضی نہ بنو کچھ اور بنو۔ خواجہ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کی چشم کرم نے سعادت کے آثار ملاحظہ فرمالیے تھے۔

حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ اکثر آپ کی صحبت میں رہتے پھر ایک دن ابوبکر نامی قوال حاضر خدمت ہوا، اس نے خواجہ متوکل رحمۃ اللہ کو اپنے سفر کا احوال سنایا جسے خواجہ نظام الدین بڑے غور سے سن رہے تھے۔

ملتان اور اوچ شریف کے بزرگوں کے بارے میں بتانے کے بعد جب حضرت زہد الانبیاء خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ کے بارے میں بیان کیا تو حضرت گنج شکر کا ذکر خیر کیا سنا کہ جیسے منزل کا تعین ہو گیا، دن رات حضرت گنج شکر کے خیالوں میں کھوئے رہتے غائبانہ محبت اس طرح غالب آئی کہ آپ نے یا فرید کا ذکر اپنے دل میں کرنا شروع کر دیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد اس محبت ازلی نے ایسا غلبہ کیا کہ ایک رات بغیر زادراہ کے اجودھن کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ سفر کیا تھا اہل عشق جانتے ہیں۔ اس سفر میں مولانا نظام الدین رحمۃ اللہ کی دلی کیفیت کا حال کیا تھا۔ پاؤں میں آبلے پڑتے ہیں، ذرا آرام آتا ہے تو پھر دیوانہ وار چل پڑتے ہیں۔ شوق ایسا ہے کہ پر لگ جائیں تو اڑ کر پہنچ جائیں۔ جوں جوں منزل قریب آرہی ہے بے چینی اور بے قراری بس میں نہیں آرہی۔ جب خانقاہ فریدی پر نظر پڑی تو دل سوختہ کو قرار محسوس ہوا جیسے کونین کی دولت مل گئی ہو۔

بندگی حضرت شیخ فرید الحق والدین کی بارگاہ میں حاضری:

ادھر حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ بھی بے قراری میں آنے والے مہمان کا انتظار فرما رہے تھے کتب سیر میں لکھا ہے کہ حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اپنے حجرہ سے باہر آ کر راستہ کی طرف نظر جمائے ہوئے تھے۔

جب مولانا نظام الدین رحمۃ اللہ حاضر خدمت ہوئے اور دولت پابوسی سے سرفراز ہوئے تو شیخ العالم حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ کی زبان اقدس سے یہ شعر ادا ہوا

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ
سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

اے آنے والے تیری جدائی میں دل جل کر کباب ہوئے اور تیرے دیکھنے کو شوق سیلاب نے کتنی جانوں کو خراب کیا۔

حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پابوسی کے بعد میں نے چاہا کہ اپنی دلی کیفیت کے بارے میں عرض کروں مگر سلطان العشق حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی ہیبت کا اسطرح غلبہ ہوا کہ کچھ بھی عرض نہ کر سکا۔

بندگی حضرت شیخ نے میری حالت دیکھ کر فرمایا لِکُلِّ دَاخِلٍ دهشة ہر آنے والے پر یہ کیفیت ہوتی ہے۔

پھر اسی وقت بیعت سے نوازا اور اسی روز کلاہ چہارتر کی جو خاص فرق مبارک پر تھی مع خرقہ و نعلین چوبیں عطا فرمائیں اور ارشاد فرمایا کہ اے نظام الدین رحمۃ اللہ، میں چاہتا تھا کہ دہلی کی ولائیت کسی اور کو دوں مگر تم راستہ میں تھے کہ مجھ کو غیب سے ندا آئی کہ اے فرید ٹھہرے رہو نظام الدین بدایونی آتے ہیں اور وہی اس ولائیت دہلی کے لائق ہیں اور پھر مولانا بدر الدین اسحاق رحمۃ اللہ کو فرمایا۔ اے بدر الدین، نظام الدین رحمۃ اللہ کو سلوک کے اسرار سے آگاہ کرو، سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ پھر حضرت بدر الدین اسحاق رحمۃ اللہ سے میری قرابت داری بہت ہوئی۔

حضور گنج شکر رحمۃ اللہ کی خدمت میں بدر الدین اسحاق رحمۃ اللہ کی راہنمائی سے مجھے بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ حضور نے اپنے فیض کرم سے مالا مال کر دیا۔ بعد اجازت کے دہلی روانہ ہوا تو حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ نے ایک وصیت فرمائی۔ اے نظام الدین دشمنوں کو بھی خوش رکھنا اور قرض نہ اٹھانا، واپس دہلی آ کر اشارہ غیبی سے غیاث پور میں اقامت اختیار کی اور بعد وصال یہیں مدفون ہوئے، آپ کا روضہ زیارت گاہ ہر خاص و عام ہے۔

غیاث پور میں قیام کے اولین زمانہ میں حضرت سلطان المشائخ نے بڑی تنگی اور عسرت کا دور دیکھا، تین تین دن مسلسل فاقہ کشی میں گذر جاتے تھے۔

آپ اپنے بچپن کا واقعہ سناتے کہ جب والد کی وفات کے بعد حالات نے تنگدستی دکھائی ہیں اور گھر میں اگر کبھی کھانے کو کچھ نہ ہوتا تو میری والدہ کہا کرتیں کہ آج ہم اللہ کے مہمان ہیں۔ یہ الفاظ سن کر میں بڑا محظوظ ہوتا اور والدہ کے اس جملہ سے بڑی لذت حاصل ہوتی۔

غیاث پور میں ابتدائی دور کی تنگدستی کا حال جب سلطان جلال الدین خلجی کو ہوا تو اس نے کچھ تحائف بھیجے جو آپ نے واپس کر دیئے اور بادشاہ کو جواب بھیجا کہ مجھے اور میرے خدام کو ان کی ضرورت نہیں، میرا اور ان کا کارساز خدائے بزرگ و برتر ہے۔

اس زمانے میں شیخ برہان الدین غریب اور شیخ کمال الدین یعقوب رحمۃ اللہ آپ کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کئی روز سے فاقہ تھا۔ پڑوس میں ایک پارسا خاتون نے کچھ آٹا بھیج دیا۔ شیخ کمال الدین رحمۃ اللہ نے اس کو مٹی کے برتن میں ڈال کر آگ پر رکھ دیا۔ اسی وقت ایک مجذوب فقیر آیا کچھ کھانے کو مانگا۔ سلطان المشائخ نے وہ ہنڈیا اٹھا کر اس کے سامنے رکھ دی۔ اس نے گرم گرم نوالہ منہ میں ڈالا اور ہنڈیا کو زمین پر ٹپک دیا اور یہ کہتا ہوا چلا گیا۔ کہ اے شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ حضرت بابا فرید گنج شکر نے آپ کو نعمت باطن سے نوازا، میں نے تنگدستی کی ہنڈیا کو توڑ ڈالا۔ اب آپ ظاہر و باطن کی نعمتوں کے سلطان ہو گئے ہو۔ اس کے بعد فتوح اور نذرانوں کی آمد کا یہ حال ہوا کہ دولت کا دریا دروازے کے آگے بہتا تھا۔ کوئی وقت فتوحات سے خالی نہ ہوتا، آپ کی خانقاہ کے گرد ہر وقت ایک ہجوم رہتا، امیر و غریب سبھی اس چشمۂ فیض سے سیراب ہوتے۔ آپ کی محبوبیت اور ہر دلعزیزی اپنے کمال کو تھی آپ کی شہرت برصغیر کے کونے کونے میں پھیل گئی۔ ہزاروں لوگ آپ کی خانقاہ کے لنگر سے فیض یاب ہوتے۔ مختلف کتب میں لکھا ہے کہ جب خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ کی خدمت میں تھے تو ایک مرتبہ ادھار نمک لے کر کریر کے پھل یعنی ڈیلوں میں ڈالا۔ حضرت گنج شکر کو ناگوار گزرا اور دعا فرمائی، اے نظام تیرے لنگر میں نو من نمک روزانہ استعمال ہوگا پھر ایسا ہی ہوا۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اس زمانے میں ایک من دس سیر کا ہوتا تھا۔

صبح و شام لنگر تقسیم ہوتا تھا اور خانقاہ معلیٰ میں رات ہونے سے پہلے کوئی بھی چیز بچا کر نہ رکھی جاتی جو کچھ بھی ہوتا تقسیم کر دیا جاتا۔ حضرت سلطان المشائخ کا معمول تھا کہ بادشاہوں اور شہزادوں کی نذر قبول نہ فرماتے بلکہ آنکھوں میں آنسو بھر لاتے اور فرماتے کہ مجھے دنیا کے مال و دولت سے سخت نفرت ہے۔

پھر فرمایا کہ میرے پیر دستگیر حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ نے ایک دن مجھ سے فرمایا تھا کہ اے نظام میں نے تیرے لیے دنیا کی کافی مقدار خدا تعالیٰ سے طلب کی ہے۔ یہ بات سن کر میں کانپ اٹھا اور دل میں خوف طاری ہوا کہ بہت سے بزرگ اسی مال دنیا کے فتنہ میں پڑ گئے افسوس کہ میرا کیا ہوگا۔ حضور گنج شکر رحمۃ اللہ نے میرے دل میں یہ خیال گذرتے ہی فرمایا، نظام الدین رحمۃ اللہ اطمینان رکھو، دنیا تمہارے لیے فتنہ نہ ہوگی یہ بات سن کر میں بہت خوش ہوا اور سجدہ شکر بجالایا۔

حضرت سلطان المشائخ نے ہمیشہ بادشاہوں کی صحبت سے علیحدگی اختیار کی سلطان جلال الدین خلجی بادشاہ ہندوستان کو حضرت کی بارگاہ میں قدم بوسی کی بڑی تمنا تھی۔ اجازت مانگی مگر حضرت نے انکار فرمادیا۔

امیر خسرو کو بارگاہ نظامیہ میں بڑا اثر و رسوخ حاصل تھا بادشاہ نے آپ سے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ امیر خسرو نے وعدہ فرمالیا کہ حضرت کی اجازت کے بغیر وہ سلطان دنیا کو سلطان دین کی بارگاہ میں لے چلیں گے۔ امیر خسرو نے وعدہ تو کرلیا لیکن بعد میں یہ سوچ کر لرز گئے کہ اس طرح تو میرے پیر و مرشد ناراض ہو جائیں گے۔ اس خوف سے فوراً حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بادشاہ کے آنے سے پہلے ہی سلطان المشائخ کو اطلاع کردی اور انہوں نے اجودھن کا سفر اختیار کیا اور اپنے شیخ کی حاضری کے لیے روانہ ہوئے۔

سلطان علاوالدین کو خبر ملی تو اس نے امیر خسرو سے باز پرس کی، حضرت امیر نے بڑی جرات سے جواب دیا اور کہا کہ اے بادشاہ! تیری ناراضگی سے صرف جان کا خطرہ تھا مگر سلطان دین پناہ کی ناراضگی سے ایمان ہی جاتا رہتا۔ بادشاہ بڑا فہم والا تھا، حضرت امیر خسرو کی اس بات پر خوش ہوا۔

سلطان المشائخ نے دہلی میں رہ کر پورے برصغیر میں دین اسلام کو منور فرمایا اور آپ کے فیوض و برکات سے ایک انقلاب عظیم برپا ہوگیا۔ ہر خاص و عام آپ کے انفاس متبرکہ سے زندہ ہوگئے۔ گناہگار توبہ کرتے، غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوتے، بے نمازی ہمیشہ کے لیے سجدہ ریز ہوگئے۔

اٹھ گئی نظر جس طرف بھی تن سوختہ میں جان آ گئی
یہ فیض کریمانہ عطا ہے حضرت گنج شکر کی

حضرت سلطان المشائخ کے اخلاق جمیلہ و اوصاف حمیدہ کے دیکھنے سے لوگوں میں دنیا کی محبت اور حرص و ہوس کم ہوگئی تھی۔ معاملات میں سچائی آ گئی اور اصلاح معاشرہ کا کام جو واعظوں کی خوش بیانیوں سے مکمل نہ ہو سکا ایک مرد درویش کے چہرے پر نور یقین دیکھ کر لوگوں کے دلوں میں خود بخود سنور نے سدھرنے کا جذبہ پیدا ہو جاتا چنانچہ آپ کے وجود مسعود کی برکت سے بقول مفتی ولی حسن ٹونکی ہر خاص و عام بادشاہ، فقیر، عالم و جاہل شریف و رزیل، شہری و دیہاتی سب کو توفیق توبہ نصیب ہوئی۔ لوگ عبادت کی طرف راغب ہو گئے، فرائض کے علاوہ نوافل ادا کرنے کے لیے مساجد میں ہجوم رہتا۔ عام لوگ ایام بیض اور عشرہ ذوالحجہ کے روزے رکھتے تھے۔ ہر گلی محلہ میں صلحا کا اجتماع ہوتا تھا، شراب و شباب فسق و فجور، اور فحاشی وغیرہ کا نام تک لوگوں کی زبان پر نہ آتا تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ کی صحبت اور تربیت دلنوازی نے سلطان المشائخ کو مثل جنید بغدادی رحمۃ اللہ اور بایزید بسطامی رحمۃ اللہ بنا دیا تھا۔

حضرت سلطان المشائخ نے شادی نہیں کی اس لیے اولاد نرینہ نہ چھوڑی بلکہ روحانی اولاد اور خلفاء بڑی کثرت سے ہوئے۔ جنہوں نے برصغیر کے کونے کونے میں جا کر چین تک اپنی خانقاہیں قائم کر کے تبلیغ دین کا کام بڑے احسن طریقہ پر انجام دیا۔

بالآخر ۱۸ ربیع الآخر ۷۲۵ھ کو حضور گنج شکر کے یہ محبوب ترین خلیفہ اور چشتیوں کے نیرّ تاباں اور سلسلہ عالیہ چشتیہ بہشتیہ نظامیہ کے تاجدار حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ اس جہان فانی سے عالم جاودانی کی طرف تشریف لے گئے۔ گو ان کی عظمت اور محبوبیت یہ تقاضا کرتی ہے کہ ان کی حیات طیبہ پر ایک سیر حاصل اور جامع تحریر پیش کی جائے مگر زیر نظر کتاب کے تقاضوں کے پیش نظر اس اجمالی ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کی بارگاہ کی زیارت کے لیے جب علامہ محمد اقبالؒ حاضر ہوئے تو بے اختیار یہ اشعار آپ کی زبان سے ادا ہوئے۔

فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا
بڑی جناب ہے تیری فیض عام ہے تیرا
ستارے عشق کے تیری کشش سے ہیں قائم
نظام مہر کی صورت نظام ہے تیرا
نہاں ہے تیری محبت میں رنگ محبوبی
بڑی ہے شان بڑا احترام ہے تیرا
تیری لحد کی زیارت زندگی ہے دل کی
مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا
اگر سیاہ دلم داغ لالہ زار تو ام
وگر کشادہ جنبیم گل بہار تو ام

حضرت شاہ رکن عالم کو آپ سے بڑی محبت تھی اور سلطان المشائخ بھی آپ کی آمد پر استقبال کے لیے خانقاہ سے باہر تشریف لاتے۔ حضرت سلطان المشائخ کی نماز جنازہ حضرت شاہ رکن عالم ملتانی رحمۃ اللہ نے پڑھائی اور فرمایا کہ مجھے آج معلوم ہوا کہ میں پچھلے چھ ماہ سے دہلی میں کیوں مقیم رہا۔

پناہ عالم و عالم پناہی
نظام الدین محبوب الٰہی

طوطیٔ ہند حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ

ملک الشعرا امیر خسرو رحمۃ اللہ کو سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ سے وہی نسبت تھی جو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کو شاہ شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ سے یا مولانا فخر الدین عراقی کو خواجہ بہاؤ الدین زکریا سے تھی۔ وہ مرشد کامل کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ مکمل وحدت خیال کامل یک رنگی وہم آہنگی تھی۔ اک جذب کامل اور مرتبہ فنافی الشیخ کے حامل تھے۔ حضرت امیر خسرو قرب و بُعد کے سب فاصلے مٹا کر دوری میں بھی حضوری کا سماں رکھتے تھے۔ دہلی سے دور کسی دوسرے شہر میں ہوتے تو خانقاہ محبوب الٰہی

سے آنے والے کو بوئے پیراہن یوسف ہی سے پہچان لیتے۔ تذکرہ امیر خسروؒ میں قدسی نظامی لکھتے ہیں، ایک دفعہ سلطان المشائخ کی بارگاہ میں ایک حاجت مند دور دراز سے حاضر ہوا۔ اتفاق سے اس وقت کوئی چیز موجود نہ تھی۔ سب کچھ ضرورت مندوں میں تقسیم ہو چکا تھا۔ سلطان المشائخ نے فرمایا صبح جو کچھ آئے گا وہ تمہارا ہے۔ اتفاق سے اس روز کچھ فتوح نہ آئی دوسرا دن بھی گذر گیا۔ فرمایا اچھا کل جو خدا بھیجے گا وہ تمہارا ہی ہوگا۔ حیرت انگیز طور پر اس دن بھی کچھ نہ آیا۔ سلطان المشائخ نے اس حاجت مند کو اپنی نعلین اٹھا کر دے دیں۔ وہ شخص بڑا آزردہ ہوا کہ سلطان المشائخ کی سخاوت کے چرچے پورے ہندوستان میں ہیں مگر میرے لیے فقط جوتیاں ہیں، وہ پریشان حال واپس اپنے شہر کی طرف روانہ ہوا۔ دور دراز ایک مقام پر کسی سرائے میں شب باش ہوا۔ امیر خسرو بھی اسی سرائے میں آ ٹھہرے، یہ بادشاہ کا قصیدہ لے کر گئے تھے جس کے عوض بادشاہ نے ایک کثیر رقم اور قیمتی پوشاک اور جواہر انعام دیا۔ جب امیر خسرو سرائے میں ٹھہرے تو بے چین ہو گئے۔

مرا از تو بوی پیر روشن ضمیر خود می آید
شائد کہ از شیخ نشانی نزد خود داری

اور فرمانے لگے یہاں میرے پیر کی خوشبو آ رہی ہے اور پکار اٹھے کہ اس سرائے میں کون ایسا شخص ہے جو دہلی سے میرے شیخ کی خانقاہ سے آیا ہے۔ وہ شخص اٹھا اور کہا کہ میں ایک پریشان حال ہوں۔ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا مگر حضرت نے اور کچھ نہ دیا اپنی جوتیاں اٹھا کر دے دیں۔ میں تو اتنا طویل سفر کر کے گیا تھا۔ امیر خسرو نے یہ سنتے ہی فرمایا۔ میرے پاس بڑا سامان اور کثیر رقم ہے۔ اس کے بدلے یہ نعلین مجھے دے دو۔ اس شخص نے کہا بابا کیوں مذاق کرتے ہو۔ امیر خسرو نے اپنا مال اسباب اور زر کثیر اس کے آگے ڈھیر کر دیا اور اس شخص سے شاہ دیں پناہ کی نعلین مبارک لے کر اپنی پگڑی میں باندھ کر سر پر رکھ لیں اور اسی وقت رات کے اندھیرے میں دیوانہ وار دہلی کی طرف پا پیادہ چل پڑے۔ جس سواری پر سوار تھے وہ بھی اس شخص کو عطا کر دی مسافت طے کر کے جب مرشدی خانقاہ میں حاضر ہوئے تو حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ نے فرمایا، خسرو پگڑی میں جو چیز باندھ رکھی ہے بڑی سستی خرید لائے ہو۔

امیر خسرو نے سر زمین نیاز پر رکھا اور ہاتھ باندھ کر عرض کی۔ حضور اگر یہ چیز میری جان کے عوض بھی مجھ کو مل جاتی تو میں اسے سستا ہی سمجھتا۔

ہست در سینہ ما جلوہ جانا نہ ما

بت پرستیم دل ماست صنم خانہ ما

میرے سینے میں میرے محبوب کا جلوہ موجود ہے۔ ہم محبوب کے قدردان ہیں اور ہمارے دل میں محبوب کا آستانہ ہے۔ سلطان المشائخ نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن خدائے ذوالجلال جب مجھ سے پوچھے گا کہ نظام الدین ہمارے واسطے دنیا سے کیا لائے ہو تو عرض کروں گا۔ ''خسرو کے دل کا سوز''۔ پھر حضرت امیر خسرو کی طرف اشارہ کر کے فرمایا

الٰہی بسوز سینۂ ایں ترک مرا بہ بخشش

سلطان المشائخ نے وصال مبارک سے پہلے وصیت فرمائی کیونکہ خسرو آپ کے وصال کے وقت موجود نہ تھے۔

فرمایا، خسرو کو میرے پہلو میں دفن کرنا وہ میرا محرم اسرار ہے۔ افسوس کہ شرع اجازت نہیں دیتی، اگر ایک قبر میں دو کو دفن کرنے کی اجازت ہوتی تو میں ضرور کہہ جاتا کہ میری لحد اتنی کشادہ رکھنا کہ خسرو بھی وہیں میرے ساتھ دفن ہو سکے۔

پناہ عالم و عالم پناہی

نظام الدین محبوب الٰہی

حضرت مخدوم العالم

سیدنا علاؤالدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ

آپ کے والد بزرگوار حضرت غوث اعظم پیر دستگیر شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز کے پوتے تھے۔ حضرت مخدوم علاوالدین علی احمد صابرؒ سلسلہ عالیہ چشتیہ بہشتیہ صابریہ کے مورث اعلیٰ حضرت خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ کے بھانجے اور خلیفہ

خاص میں سے ہیں، بڑے صبر وقناعت والے بزرگ تھے۔ شیخ جمال الدین سلیمان رحمۃ اللہ کی صاحبزادی اور حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ کی ہمشیرہ بی بی جمیلہ خاتون کا نکاح سید عبداللہ ہراتی رحمۃ اللہ سے ہوا۔ (جو کہ پوتے حضرت غوث اعظم ہیں) حضرت مخدوم پاک کی ولادت ماہ ربیع الاول ۵۹۲ھ کو ہوئی۔ بچپن سے ہی ذہانت اور حافظہ کا یہ حال تھا دوسرے بچے جو تعلیم مہینوں میں حاصل کرتے آپ چند دنوں میں حاصل فرما لیتے تھے۔

حضرت گنج شکرؒ کی خدمت میں حاضری:

آٹھ سال تک علوم ظاہری حاصل کرنے کے بعد طبیعت کا میلان علوم باطنی کی طرف زیادہ ہو گیا۔ یہ دیکھ کر آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو لے کر اجودھن (پاکپتن شریف) تشریف لائیں اور اپنے حقیقی بھائی حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا کہ بھائی میری جمع پونجی علی احمد ہی ہے اسے اپنی فرزندی میں قبول فرمایئے اور اس کی تعلیم وتربیت فرمایئے۔ حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ نے اس ہونہار اور صاحب عزیمت بھانجے کو دیکھ کر اظہار مسرت فرمایا اور بہن کا شکریہ ادا کیا کہ آپ نے ایسا سعادت مند فرزند لا کر مجھے دے دیا ہے جو سارے جہاں کو روشنی دینے والا ہے۔

تربیت آغوش گنج شکر رحمۃ اللہ میں:

حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ کے فیضان نظر نے حضرت مخدوم علی احمد رحمۃ اللہ کے دل کو نور عرفان سے لبریز کر دیا۔ والدہ ماجدہ حضرت مخدوم بہ اطمینان تمام اپنے جگر گوشہ کو حضرت کے سپرد کر کے عازم ہرات ہو گئیں۔ لیکن جاتے جاتے دوبارہ عرض کی۔ دیکھنا بھائی میرے بیٹے کو کوئی تکلیف یا تنگی نہ ہو۔ حضور گنج شکر رحمۃ اللہ نے اپنی ہمشیرہ کے اطمینان کے لیے حضرت مخدوم پاک کو بلایا اور لنگر فریدی کا منتظم بنا دیا۔ مخدوم نے لنگر کا انتظام سنبھال لیا اور بحسن وخوبی اس فرض کو جو حضرت پیر ومرشد نے سونپا تھا ادا کرتے رہے۔ آپ کا معمول تھا نماز اشراق ادا کرنے کے بعد حجرہ مبارک سے نکلتے۔ غربا ومساکین کو لنگر تقسیم کرتے اور پھر حجرے میں چلے جاتے اور عبادت وریاضت میں مصروف ہو جاتے۔ بعد نماز مغرب پھر حجرہ مبارک سے باہر تشریف لاتے اور لنگر تقسیم کرتے۔ اس دوران آپ

نے کھانا پینا بالکل ترک کر دیا اور عالم جذب کا شدت سے غلبہ رہتا۔ طبیعت مبارکہ میں جلال پیدا ہو گیا تھا یہاں تک کہ آپ کے حجرہ کے قریب کوئی نہ جاتا تھا۔

کچھ مدت کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ ہرات سے تشریف لائیں اور حضرت مخدوم کو اس حال میں دیکھا کہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئے تھے، یہ دیکھ کر دل میں ملال آیا کہ بھائی نے میرے بیٹے کا کیا حال بنا دیا ہے۔ حضرت گنج شکر کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور شکائیت کی تو حضور بابا صاحبؒ نے فرمایا۔ اے بہن آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے علی احمد کو لنگر کا منتظم بنایا تھا۔ جب مخدوم پاک کو طلب کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھ کو لنگر تقسیم کرنے کے لیے کہا تھا نہ کہ کھانے کے لیے۔ یہ سن کر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ نے فرمایا، میرا علاؤالدین "صابر" ہے، خداوند عالم نے اسے کھانے کے لیے پیدا ہی نہیں کیا۔

حضرت مخدوم صابر کلیری کی شادی کا واقعہ:

مفتی ولی حسن ٹونکی لکھتے ہیں آپ کی والدہ ماجدہ جب ہرات سے تشریف لائیں تو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ کی خدمت میں عرض کی کہ میں اپنے نور نظر علی احمد کی شادی آپ کی صاحبزادی سے کرنا چاہتی ہوں۔ یہ سن کر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ نے فرمایا۔ اے بہن علی احمد شادی کے قابل نہیں وہ ہر وقت جذب وجلال کی کیفیت میں رہتا ہے۔ بہن نے اس جواب کو سن کر سمجھا کہ شاید میں بیوہ ہوں اور میرا بیٹا یتیم اور مفلس ہے اس لیے بھائی اپنی بیٹی دینے سے انکار کر رہے ہیں۔

یہ طعنہ سن کر حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ نے مخدوم صابر پاک کی شادی اپنی صاحبزادی سے کر دی۔ رات کو حجلۂ عروسی میں جب بی بی صاحبہ داخل ہوئیں تو حضرت مخدوم عبادت الٰہی میں مشغول تھے، اس لیے وہ خاموش ہو کر بیٹھ گئیں۔ جب مخدوم فارغ ہو کر اٹھے تو پوچھا کہ تو کون ہے۔ انہوں نے دست بستہ عرض کی میں آپ کی بیوی ہوں۔

حضرت مخدوم پاک نے غضبناک ہو کر فرمایا۔ خدا تو فرد ہے۔ بیوی سے اسے کیا واسطہ۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ زمین سے آگ پیدا ہوئی جس نے دلہن کو جلا کر خاکستر بنا دیا۔ آپ کی والدہ اسی صدمہ میں مرض تپ دق میں مبتلا ہو کر رحلت فرما گئیں۔

کلیر شریف میں تشریف آوری:

بعد تکمیل سلوک اور سخت ریاضت و مجاہدہ کے حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کو خلعت خلافت سے سرفراز فرما کر کلیر شریف کی ولائیت سونپی اور حضرت مخدوم عازم کلیر شریف ہوئے۔ کیونکہ جذب و مستی سے سرشار رہتے، کلیر کے لوگ آپ کے مرتبے سے ناآشنا تھے علمائے شہر نے بھی آپ کی مخالفت شروع کر دی۔

آپ کو اور آپ کے متعلقین کو طرح طرح کی ایذا دینے لگے۔ آپ نے انتہائی صبر و ضبط سے کام لیا لیکن جب لوگوں کی ایذا رسانی انتہا کو پہنچ گئی تو ایک دن حضرت مخدوم پاک نماز جمعہ کے لیے پہلے ہی مسجد تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ آپ کے چند مرید بھی تھے آپ اور آپ کے مرید پہلی صف میں بیٹھ گئے۔ علما کی جماعت آئی انہوں نے آپ کو پہلی صف میں بیٹھے دیکھا تو حضرت مخدوم سے کہا کہ یہ جگہ تمہارے لائق نہیں ہے اور تم یہاں سے اٹھ جاؤ۔ مریدوں نے اٹھنے سے انکار کر دیا۔ جب علما نے اپنے ظرف کے مطابق سنگدلی اور سختی شروع کی تو آپ مراقبہ میں چلے گئے۔ جب مراقبہ سے سر اٹھایا تو فرمایا، اس شہر کا صاحب ولائیت پہلی صف میں بیٹھنے کے لائق ہے۔ انہوں نے پوچھا تمہاری ولائیت کا کیا ثبوت ہے۔ حضرت مخدوم پاک نے فرمایا ہماری ولائیت کی دلیل یہ ہے کہ ابھی تم سب لوگ مر جاؤ گے اور یہ شہر بھی تباہ ہوگا۔ یہ فرما کر آپ اور آپ کے مرید مسجد سے باہر آ گئے، مسجد سے نکلتے ہی مسجد گر کر ڈھیر ہو گئی اور وہ تمام علما اور لوگ ملبے تلے دب کر مر گئے اور شہر میں ایسی وباء پھیل گئی کہ شہر اجڑ کر رہ گیا۔ کلیر کی تباہی کے بعد حضرت مخدوم گولر کے درخت کی ایک شاخ پکڑ کر ایک مدت تک کھڑے رہے۔

حضور گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کے حال کی خبر ہوئی تو انہوں نے خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کو بھیجا۔ وہ حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی پشت کی طرف بیٹھ کر اشعار پڑھنا شروع کیے۔

حضرت مخدوم پاک کو اشعار سن کر فرحت محسوس ہوئی اور بیٹھ گئے۔ حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نگاہ کرم کی۔ پھر خواجہ صاحب نے اپنی زندگی آپ کی خدمت کے لیے وقف کر دی اور سلسلہ صابریہ کا اجرا و توسیع کا ذریعہ بننے کی سعادت پائی۔ حضرت مخدوم نے چوبیس سال بعد حضرت ترک پانی پتی کو فوج میں بھرتی ہونے کا حکم فرمایا۔

حضرت مخدوم پاک نے خواجہ ترک کو جاتے ہوئے فرمایا، اے ترک! ملازمت کے دوران جب تم سے کوئی کرامت ظاہر ہوگی تو اسی روز ہمارا یوم وصال ہوگا۔

یہ وہ زمانہ تھا جب سلطان علاوالدین خلجی چتوڑ کے قلعے کا محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ حضرت ترک پانی پتی دن کو جنگ میں حصہ لیتے اور رات کو ذکر وفکر میں مشغول ہو جاتے۔ جب سلطان طویل محاصرہ سے تنگ آ گیا اور اسے فتح میں ناکامی کا احساس ہوا تو وہ مشائخ وفقرا کی تلاش میں لگ گیا کہ مردان خدا کی دعا و برکت سے فتح نصیب ہو۔ سلطان اس جستجو میں تھا کہ ایک رات اسے کسی بزرگ نے بشارت دی کہ اے بادشاہ تو جس صاحب نظر کی تلاش میں سرگرداں ہے وہ تمہارے لشکر میں موجود ہے۔ اس کو پا لینے کا راہ یہ ہے کہ آج رات تیز آندھی آئے گی جب تمام خیموں کی روشنیاں گل ہو جائیں گی۔ ایک خیمے میں چراغ جلتا رہے گا کیونکہ مردان خدا کے چراغ بجھا نہیں کرتے ہمیشہ جلتے رہتے ہیں۔

سلطان علاوالدین نے بے قراری کے ساتھ دن گذارا اور رات کو بے چینی سے انتظار کرنے لگا۔ جب رات کو سخت آندھی اور طوفان آیا تمام لشکریوں کے چراغ گل ہو گئے صرف ایک چراغ خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی رحمۃ اللہ کے خیمے میں جلتا رہا۔ بادشاہ خیمہ میں پہنچا تو خواجہ تلاوت قرآن پاک میں مصروف تھے۔ بادشاہ دست بستہ ایک کونے میں کھڑا ہو گیا۔ خواجہ تلاوت سے فارغ ہوئے تو بادشاہ پر نظر پڑی، ہندوستان کا سلطان آپ کے قدموں میں گر پڑا اور معذرت کی کہ مجھے علم نہ تھا آپ کی قدر و منزلت نہ کر سکا مجھے معاف فرما دیں۔ آپ نے فرمایا میں یہاں سے تین کوس دور جا کر دعا کروں گا۔ انشاء اللہ قلعہ فتح ہوگا چنانچہ اسی روز قلعہ فتح ہو گیا۔

وصال مبارک:

حضرت ترک پانی پتی کو اپنے مخدوم پیر و مرشد کی بات یاد آ گئی بے قراری میں دوڑتے بھاگتے کلیر شریف پہنچے تو حضرت مخدوم پاک واصل الی الحق ہو چکے تھے۔ تجہیز و تکفین کا سامان کیا۔ اس روز ۱۳ ربیع الاول ۶۹۰ھ ہجری کا سال تھا۔ کلیر شریف میں ہی خلد آشیانی بنا جو صدیوں سے مرکز مہر و وفا ہے خلق خدا کے لیے مرجع انعام ہے۔

صد کتاب و صد ورق در نار کن
جان و دل را جانب دلدار کن

حیات بعد از وصال:

آپ کے وصال مبارک کے وقت کوئی فرد بشر موجود نہ تھا۔ جب آپ کے مرید اور خلیفہ خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی آپ کی تجہیز و تکفین کے لیے حاضر ہوئے تو اولیاء اللہ، صوفیا اور مردان غیب کا ایک ہجوم موجود ہو گیا۔ اتنے میں ایک شاہسوار آتا دکھائی دیا سب اس طرف متوجہ ہوئے۔ وہ سوار جب قریب آیا تو سب نے استقبال کیا وہ سوار گھوڑے سے اترا اور نماز جنازہ پڑھا کر واپس ہونے لگا تو خواجہ شمس الدین ترک کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ نقاب چہرے پر ڈالے آخر کون ہے جس نے حضرت مخدوم پاک کا نماز جنازہ پڑھا اور اب بغیر تعارف کے واپس جاتا ہے۔ خواجہ ترک آگے بڑھے اور اس سوار کے گھوڑے کی باگ تھام لی اور عرض کیا کہ حضرت اپنا تعارف تو کراتے جائیے تاکہ مجھے بھی معلوم ہو کہ میرے پیر و مرشد کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی ہے۔ اس نقاب پوش نے خواجہ ترک سے فرمایا کہ اے ترک تو نے کافی عرصہ پہلے اپنے مخدوم سے مسئلہ فنا و بقا پوچھا تھا تو مخدوم نے پھر کسی وقت بتانے کا وعدہ کیا تھا، آج اس مسئلہ فنا و بقا کا وعدہ پورا کرتا ہوں۔

یہ جو تیرے سامنے جسدِ خاکی پڑا ہے جس کی نماز جنازہ پڑھی گئی ہے یہ فنا ہے اور نقاب الٹتے ہوئے فرمایا یہ بقا ہے، کہہ کر جس طرف سے آئے تھے اسی طرف روانہ ہو گئے۔ خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی یہ دیکھ کر کہ گھوڑ سوار نقاب پوش مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر ہی ہیں خواجہ ترک بے ہوش ہو گئے۔ بعد ہوش آنے کے مرشد کی تدفین فرمائی۔ یہ واحد خلیفہ تھے جن سے سلسلہ صابریہ اطراف عالم میں پھیل گیا۔ مخدوم صابر پاک کے غلام برصغیر کے علاوہ مصر شام عراق اور حجاز میں موجود ہیں۔

حضرت مولانا سید بدرالدین اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ

آپ حضور زہد الانبیاء خواجہ فرید الملت والشرع والدین کے خاص خادم و خلیفہ اور داماد تھے۔ خشیت الٰہی کا ایسا غلبہ رہتا کہ رات اور دن میں کم ہی ایسا وقت ہوتا جب آپ کی چشم پرنم نہ ہوتی۔

آپ شہر دہلی کے رہنے والے تھے اور تمام علوم ظاہری و باطنی پر دسترس رکھتے تھے۔ چند اشکال کے پیدا ہونے پر وقت کے جید علماء اور فضلاء سے استفادہ حاصل کرنے کے لیے دور و نزدیک حاضر ہوئے مگر کہیں تشفی نہ ہوئی۔ ایک دن انہی اشکال کے حل کے لیے عازم بخارا ہوئے۔ اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ کتابوں کا پلندا لے کر چل پڑے۔

جب اجودھن پہنچے جو کہ گذرگاہ ملتان اور بخارا تھی تو رفیق سفر نے کہا کہ یہاں تو حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر قدس اللہ سرہ العزیز بھی قیام فرما ہیں۔ کیوں نہ ان مسائل کے بارے میں ان سے مذاکرہ کرلیا جائے۔ سنا ہے کہ وہ شرح صدر اور تجر علمی کے حامل ہیں اور دار دین کے دل کے عقدے حل کرنے میں بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ پہلے تو مولانا بدر الدین رحمۃ اللہ علیہ آمادہ نہ ہوئے مگر ساتھی کے اسرار پر حضرت شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں جا پہنچے۔ آپ جماعت خانہ میں اس وقت جو گفتگو فرما رہے تھے وہ انہی مسائل کا جواب تھا جن کے لیے مولانا بخارا جا رہے تھے۔ حضرت نے اپنی تقریر دل پذیر سے مولانا کے تمام اشکال حل فرما دیے اور مولانا مجسمہ حیرت بنے ہوئے تھے۔ پھر خیال آیا کہ حضرت شیخ کے پاس نہ کوئی کتاب ہے اور نہ ہی کوئی کاغذ۔ بس ایک چادر اوڑھے ہوئے بوریہ پر تشریف فرما ہیں اور علم لدنی کی خبریں دے رہے ہیں۔ یہ اکتسابی علم نہیں جس کے لیے میں بخارا جا رہا ہوں۔ بس مجھے منزل مل گئی والہانہ انداز میں اٹھے اور سر خاک نیاز پر رکھا اور تمام عمر اس بوریہ نشین کے قدموں میں گزارنے کا فیصلہ کرلیا۔ اب نہ بخارا جانے کا قصد تھا اور نہ واپس دہلی آنے کا ارادہ۔ پھر عرض کی حضور بندہ کمترین بیعت سے مشرف ہونا چاہتا ہے۔ حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مجلس میں آپ کو بیعت سے سرفراز فرمایا

من کہ در ہیچ مقامے نزدم خیمۂ عشق

پیش تو رخت بیفگندم و سر بنہادم

میں نے کسی مقام پر خیمۂ عشق نہ ڈالا تیرے سامنے سامان زندگی رکھ دیا اور سر جھکا لیا۔

گویا اردو زبان میں یوں ہوا

وہ کون تھا جہاں میں جو ہم کو خریدتا

ہم بک گئے خلوص خریدار دیکھ کر

چنانچہ حضرت مولانا نے حضور گنج شکر رحمۃ اللہ کی خدمت اس طرح کی کہ آپ کے خلوص کا انعام حضرت نے آپ کو خلافت عطا کرنے کے ساتھ شرف دامادی بھی عطا فرمایا، آپ کی صاحبزادی بی بی فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا حضرت مولانا کے حبالہ عقد میں آئیں۔ جماعت خانہ فریدیہ کا نظم ونسق بھی آپ کے حوالے کردیا گیا۔ تعویذ لکھنے کا کام بھی آپ کے سپرد ہوا اور کاملین درگاہ فریدی کے لیے خلافت نامہ بھی آپ ہی تحریر فرماتے۔ ان کارہائے جلیلہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ کی بارگاہ میں حضرت مولانا کا کیا مقام ومرتبہ تھا اور خاص حضوری حاصل تھی۔ حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ کا فرمان ہے کہ مولانا بدرالدین رحمۃ اللہ دس آدمیوں کے برابر میری خدمت کرتے ہیں۔

اخبار الاخیار میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ ایک دن حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ یہ شعر پڑھ رہے تھے

پیش صلابت غمش روح نطق نمی زند

اے ز ہزار صعوہ کم ترس تو نواچہ بی زنی

اس کے غم عشق کی شدت روح تک آواز نہیں نکالتی۔ اے انسان تیری ہستی مولے کے ہزارویں حصے سے بھی کم ہے پھر بتا کہ تو کیوں نالہ وزاری کرتا ہے۔ اس شعر کا ذوق سارا دن رہا۔ عالم تحیر میں تمام دن بسر ہوا تھا۔ نماز مغرب کے لیے حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ نے آپ کو امامت کے مقرر کیا آپ نے نماز شروع کی تو قرات کے بجائے یہی شعر زبان سے ادا ہوا پھر بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ جب ہوش آیا تو مرشد کریم نے آپ ہی سے امامت نماز کے فرائض انجام دلائے۔

حضرت مولانا کو ایک اعزاز یہ بھی حاصل ہے کہ آپ نے حضور گنج شکر رحمۃ اللہ کے ملفوظات طیبات کو اپنی تصنیف حنیف اسرار الاولیا میں بیان فرمایا ہے جن میں بائیس مجالس کا حال پیش کیا ہے نہایت معتبر سمجھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک کتاب بصورت نظم علم صرف میں لکھی ہے۔ جس میں تجر علمی وفصاحت کا خوب اظہار کیا ہے۔ حضرت مولانا بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ کو حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ کی بارگاہ میں جو اثر ورسوخ اور قرب حاصل تھا اس کا اندازہ حضرت سلطان المشائخ کے اس بیان سے لگایا جاسکتا ہے۔

من در حالت تنگیہا اول شیخ شیوخ العالم را یاد میکنم
پس ازاں شمارا بحضرت عزت شفیع می آدم

حضرت محبوب الٰہی فرماتے ہیں مجھے جب کبھی کوئی مشکل پیش آتی ہے تو پہلے حضرت شیخ العالم کو وسیلہ بناتا ہوں پھر حضرت مولانا کو اپنا شفیع بناتا ہوں۔

حضرت سلطان المشائخ نے یہ بھی فرمایا کہ میں مولانا بدرالدین رحمۃ اللہ کو اپنا استاد مانتا ہوں۔ بعد بیعت حضور گنج شکر رحمۃ اللہ نے فرمایا، اے بدرالدینؒ، نظام الدین رحمۃ اللہ کی تربیت کرو کہ اسے پیر کے آداب سکھاؤ۔ حضرت نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ آپ کا بے حد احترام کرتے کہ جب تک مولانا بدرالدین رحمۃ اللہ حیات رہے تو سلطان المشائخ نے کسی کو اپنا مرید نہ بنایا۔

حضرت مولانا کے وصال کے بعد سلطان المشائخ نے آپ کے دونوں صاحبزادوں اور مرشد زادی کو دہلی بلوالیا۔ تھوڑے عرصے کے بعد زوجہ حضرت مولانا کا وصال ہو گیا۔ دونوں صاحبزادوں سید محمد امام اور سید محمد موسیٰ کی تربیت حضرت سلطان المشائخ نے خاص طرح پر فرمائی۔ دونوں نے قرآن پاک حفظ کیا اور دوسرے تمام علوم میں دسترس حاصل کی۔ سید محمد امام کو سلطان المشائخ مجالس میں اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا کرتے تھے اور لوگوں کو اپنی موجودگی میں انکا مرید کرواتے کیونکہ دونوں صاحبزادوں کو آپ نے دولت خلافت سے سرفراز فرمایا تھا۔

یہ طریقہ حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ کا بھی تھا کہ اپنی موجودگی میں لوگوں کو حضرت مولانا بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ سے بیعت کرواتے۔ حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ کے وصال کے کچھ عرصہ بعد آپ پاکپتن کی قدیم جامع مسجد میں تشریف لے آئے تھے۔ آپ کا معمول تھا نماز فجر کے بعد چاشت تک اپنے اورادو وظائف میں مصروف رہتے۔ پھر طویل سجدہ فرماتے اور دیر تک گریہ وزاری کرتے کہ سجدہ کی جگہ آنسوؤں سے تربتر ہو جاتی۔ اس گریہ زاری سے آپ کی آنکھوں میں زخم ہو گئے۔ ایک دن امیر خورد کرمانی کی دادی صاحبہؒ نے حضرت مولانا سے کہا اگر آپ تھوڑی دیر کے لیے اپنے آنسو روک سکیں تو میں دوائی لگا دوں جس سے آنکھوں کے زخم ٹھیک ہو جائیں۔ حضرت مولانا نے یہ سن کر ایک آہ بھری اور فرمایا۔ بہن کیا کروں یہ آنسو میرے اختیار میں نہیں۔

حضرت مولانا کا وصال ۷ جمادی الآخر ۶۶۷ھ کو ہوا۔ آپ نے شدت مرض کے باوجود اپنے اودار و وظائف پورے کیے، نماز باجماعت ادا کی یہاں تک کہ اشراق کا وقت ہو گیا، ادا کی پھر چاشت تک مشغول رہے۔ چاشت ادا کرنے کے بعد حسب معمول طویل سجدہ کیا، گریہ زاری کے بعد ایک مرتبہ بلند آواز میں اللہ کہا اور حالت سجدہ میں رحمت حق سے جا ملے۔ آپ کا مزار مبارک قدیم جامع مسجد پاکپتن شریف کے صحن میں مرجع خلائق ہے اور آپ کے مزار پاک میں بوقت حاضری عجیب کیف اور سرور میسر آتا ہے۔ فضا پرانوار ہے۔

نماز زاہداں سجدہ سجود است
نماز عاشقاں ترک وجود است

حضرت خواجہ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضور زہد الانبیاء گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی تھے اور دولت خلافت سے سرفراز تھے۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے لیے دہلی تشریف لے گئے اور پھر وہیں کے ہو رہے۔ عسرت و تنگدستی کی زندگی گذاری لیکن توکل و قناعت کا دامن ہرگز نہ چھوڑا۔ آپ کے لقب متوکل کی وجہ تسمیہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں بیان فرمائی ہے۔

ایک دفعہ عید کے دن چند درویش آپ کے گھر جمع ہو گئے۔ اتفاقاً اس دن آپ کے گھر میں کچھ نہ تھا۔ آپ گھر کی چھت پر چڑھ گئے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کی، کیا آج عید کا دن ایسے ہی گذر جائے گا اور مہمان یونہی لوٹ جائیں گے اور کیا آج عید کے دن میرے بچے بھی غذا سے محروم رہیں گے۔ اتنے میں دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص چھت پر آیا اور یہ شعر پڑھا

بادل گفتم دلا خضر را بینی
دل گفت اگر مرا نماید بینم

یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے انہوں نے کھانے کا خوان بھرا ہوا پیش کیا اور کہا اے نجیب الدین رحمۃ اللہ علیہ۔ عرش پر ملأ اعلیٰ کے فرشتے آپ کے توکل کا نقارہ بجا رہے ہیں اور

آپ اس غرض کی جانب متوجہ ہیں۔ اس پر خواجہ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ نے جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں اپنی طرف سے خود اس جانب مائل نہیں ہوا بلکہ دوستوں کی ضرورت نے مجھے اس طرف متوجہ کیا اور یہ پیر مرد خضر علیہ السلام ہی تھے۔ آپ کی عظمت کے بیان کے لیے ایک واقعہ اور پیش ہے کہ جب حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ ظاہری علوم سے فارغ ہوئے تو آپ دہلی میں سب سے پہلے حضرت خواجہ نجیب الدین متوکل کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ خواجہ میرے لیے ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص اس نیت سے پڑھئے کہ میں کہیں قاضی مقرر ہو جاؤں۔ حضرت خواجہ یہ سنکر خاموش رہے۔ حضرت نظام الدین نے سمجھا کہ شائد آپ نے میری عرض نہیں سنی۔ پھر یہ بات دہرائی تو خواجہ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ مسکرائے اور فرمایا نظام الدین قاضی نہ بنو کچھ اور بنو۔ سلطان المشائخ اکثر خواجہ نجیب الدین متوکل کی خدمت میں حاضر رہتے تھے یہیں سے حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ سے غائبانہ عشق ہوا۔

ہوا یوں کہ ایک دن ابوبکر قوال حاضر خدمت ہوا، اس نے حضرت نجیب الدین متوکل کی خدمت میں اپنے سفر کا حال سنایا کہ ملتان اوچ شریف اور اجودھن سے ہو کر آیا ہوں۔ ملتان میں حضرت غوث بہاؤالحق زکریاؒ کی خدمت میں رہا۔ آپ کی شان بیان کی پھر اوچ شریف کے درویشوں کا حال بیان کیا۔ جب حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ کے بارے میں بیان کرنے لگا تو اس انداز سے آپ کی شوکت و رفعت بیان کی کہ حضرت نظام الدین دہلوی رحمۃ اللہ حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ کا ذکر خیر سن کر تڑپ گئے اور دل ایسا مائل ہوا کہ روز بروز اس غائبانہ محبت میں اضافہ ہوتا چلا گیا حتیٰ کہ یہ عشق دیوانگی میں بدل گیا۔ حضرت نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ کی مجالس میں ہی محبت ازلی نے اپنا راستہ تلاش کر لیا تھا اور خواجہ متوکل رحمۃ اللہ کا فرمانا کہ نظام الدین قاضی نہ بنو کچھ اور بنو والا فرمان اپنی حقیقت کے لباس میں ظاہر ہوا، اور سفر محبوبیت کا آغاز انہی مجالس سے ہوا۔

حضرت نجیب الدین متوکل حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ کے خلیفۂ خاص تھے اور حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ کی خدمت میں انیس بار دہلی سے پاکپتن اجودھن تشریف لائے۔

انیسویں بار جب آپ حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رخصت کے وقت حضرت بابا صاحبؒ نے حسب معمول دعا نہ فرمائی کہ اللہ میرے بھائی کو دوبارہ جلدی ملانا۔ پھر ایسا ہی ہوا خواجہ نجیب الدین متوکلؒ اپنے برادر مکرم سے دوبارہ نہ مل سکے اور حضور بابا صاحبؒ کے وصال مبارک سے کچھ عرصہ پہلے واصل بحق ہوئے۔ آپ کا مزار مبارک قطب العالم خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ اللہ العزیز کے روضہ مطہرہ کے راستے میں سلطان عادل شاہ بادشاہ کی مشہور عمارت جے منڈل کے سامنے ہے۔ حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ کی نظر میں حضرت خواجہ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کا کیا مقام تھا اس بارے میں شیخ محقق کا بیان ہے۔

ایک دن حضرت نجیب الدین متوکلؒ حضرت بابا فرید الدین مسعودؒ کی خدمت میں حاضر تھے۔ عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ مناجات میں یا رب کہتے ہیں جس کا جواب یہ سنتے ہیں (لبیک عبدی) اے میرے بندے میں تیری مدد کو حاضر ہوں) یہ سننے کے بعد حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ نے فرمایا (الدرجاف مقدمۃ الکون) افواہیں واقعات کا پیش خیمہ ہوتی ہیں۔

اس کے بعد خواجہ متوکل رحمۃ اللہ نے کہا لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام آپ کے پاس آتے رہتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ابدال بھی آپ کی خدمت میں حاضری دیتے ہیں۔ یہ سننے کے بعد حضرت گنج شکرؒ نے صرف اتنا ہی فرمایا۔ اے نجیب الدین تم بھی تو ابدال ہو۔

شیخ العالم رحمۃ اللہ کی والدہ ماجدہ کا ذکر خیر

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ حضرت شیخ العالم گنج شکر رحمۃ اللہ کی والدہ محترمہ رابعہ عصر تھیں بڑی عفت مآب اور عبادت و تقویٰ میں مقام کمال حاصل تھا۔ ایک رات عبادت میں مشغول تھیں گھر کے تمام افراد سوئے ہوئے تھے ایک چور گھر میں داخل ہوا اور اسی وقت اندھا ہو گیا۔ اس چور نے خوفزدہ ہو کر آواز دی اگر اس گھر میں کوئی مرد ہے تو وہ میرا باپ اور بھائی ہے اگر عورت ہے تو میری ماں اور بہن ہے۔ اس گھر میں جو بھی کوئی ہے

میں اس کی ہیبت سے اندھا ہو گیا ہوں بس اسے چاہیے کہ میرے لیے دعا کرے اور میں بینا ہو جاؤں اور اس پیشہ سے توبہ کرلوں۔ حضرت کی والدہ محترمہ نے اس چور کے لیے دعا کی اور وہ بینا ہو کر چلا گیا۔

حضرت کی والدہ ماجدہ نے گھر میں کسی سے ذکر نہ کیا۔ علی الصبح وہ چور دہی کا مٹکا سر پر رکھے اپنے اہل و عیال کے ساتھ حاضر ہوا۔ گھر والوں نے پوچھا تو کون ہے۔ اس نے رات والا واقعہ بیان کر دیا کہ میں عادی چور تھا اور چوری کی نیت سے اس گھر میں داخل ہوا تو اندھا ہو گیا پھر توبہ کا ارادہ کیا تو بینا ہو گیا۔

اب جو مجھے دوبارہ آنکھیں ملی ہیں اس کے بعد میں نے عہد کر لیا کہ اب چوری نہ کروں گا۔ وہ غیر مسلم تھا اور اپنے اہل و عیال سمیت مسلمان ہوا۔

چنانچہ شیخ العالم رحمۃ اللہ کی والدہ محترمہ کی برکت سے یہ خاندان گمراہی اور کافری سے تائب ہو کر دین اسلام میں داخل ہوا۔

حضرت شیخ العالم کی والدہ محترمہ سے اور بھی کئی کرامات کا ظہور ہوا آپ کاملہ ولیہ تھیں۔ یہ آپ کی تربیت کا ہی سارا کمال تھا حضرت لڑکپن سے ہی پاکیزہ خصائل رکھتے تھے اور والدہ محترمہ بی بی قرسم خاتون رحمۃ اللہ علیہا کی تربیت نے آپ کو جوہر قابل بنا دیا تھا۔ حضرت لڑکپن سے ہی بڑے حلیم طبع اور غور و فکر میں رہتے تھے، عبادات میں بڑے مستعد اور غیر شرعی امور سے دور رہتے تھے۔

ازواج مطہرات

حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ کی ازواج کے بارے میں تذکرہ نگاروں میں اختلاف ہے لیکن عام طور پر یہی روایت مقبول ہے کہ آپ کے تین حرم تھے۔ جن کے اسماء درج ذیل ہیں:

(۱) بی بی نجیب النساء: یہ ہمشیرہ تھیں شیخ زکریا سندھی کی۔

(۲) بی بی ام کلثوم: یہ بیوہ تھیں اور اولاد غوث پاک سے تھیں۔

(۳) بی بی ہزیرہ خاتون: یہ دختر فرخندہ اختر سلطان غیاث الدین بلبن تھیں۔

بی بی ہزیرہ خاتون دختر سلطان غیاث الدین بلبن کا نکاح اس وقت حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ سے ہوا جب بلبن سلطان ناصر الدین محمود انار اللہ برھانہ کا وزیر اعظم اور الغ خان

کے نام سے مشہور تھا جو کہ حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ کا مرید بھی تھا۔

بلبن نے جو قیمتی جہیز میں سامان دیا تھا حضرت نے اپنی زوجہ کی رضامندی سے غربا اور مساکین میں تقسیم کر دیا اور فرمایا کہ فقرا ایسے تعیش سے بے نیاز ہوتے ہیں۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں کار کشا و کار ساز

اولاد امجاد

صاحبزادگان:

حضرت شیخ العالم کے پانچ صاحبزادے تھے

(۱) شیخ نصیر الدین نصر اللہ رحمۃ اللہ (۲) شیخ شہاب الدین گنج علم رحمۃ اللہ (۳) شیخ بدر الدین سلیمان رحمۃ اللہ (۴) شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ (۵) شیخ محمد یعقوب رحمۃ اللہ۔

تین صاحبزادیاں تھیں

(۱) بی بی مستورہؒ (۲) بی بی شریفہؒ (۳) بی بی فاطمہؒ۔

شیخ نصیر الدین نصر اللہ رحمۃ اللہ:

آپ حضور شیخ العالم رحمۃ اللہ کے بڑے صاحبزادے تھے آپ بڑے زاہد و عابد متقی بزرگ تھے۔ حضرت شیخ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ کی طرح زراعت کا پیشہ اختیار کیا خود اپنے ہاتھ سے کام کرتے اور بڑی درویشانہ روش رکھتے تھے۔ آپ کے ایک صاحبزادے جن کا نام بایزید تھا وہ بھی بڑے زہد و تقویٰ میں عالی مقام تھے۔

شیخ شہاب الدین گنج علم رحمۃ اللہ:

آپ حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ عوارف المعارف کے مصنف اور مشہور سہروردی بزرگ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ کی نسبت سے آپ کو اس اسم گرامی سے موسوم کیا گیا تھا۔ آپ علم و فضل میں یکتائے زمانہ تھے۔ مجلس میں گفتگو کا آغاز بھی آپ ہی سے ہوتا تھا۔ آپ کی مبارک زندگی ذکر و فکر اور عبادت و ریاضت میں گزری۔ بڑے بڑے صاحبان علم آپ سے استفادہ حاصل کرتے۔

شیخ بدرالدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ:

آپ حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے تیسرے صاحبزادے تھے۔اول سجادہ نشین آپ ہی تھے۔انہیں خواجگان چشت سے براہ راست کلاہ خلافت عطا ہوئی تھی۔آپ بڑے پاکباز اور علم وعمل سے آراستہ تھے اپنے بھائیوں میں طبع کم گو تھے۔آپ زہد وتقویٰ میں اتنا بڑھے ہوئے تھے کہ تمام بھائیوں نے باہمی رضامندی سے آپ کو ۶۶۴ھ میں سجادہ نشین مقرر فرمایا۔آپ کا وصال ۶۶۸ھ میں ہوا۔آپ کا مزار شریف حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ شریف میں نوری دروازہ سے داخل ہوں تو پہلا مزار شریف آپ کا ہے۔

شیخ علاؤالدین موج دریا رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ بدرالدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے خواجہ علاؤالدین موج دریا رحمۃ اللہ علیہ چون سال تک سجادہ مشیخت پر رونق افروز رہے۔دین کی خدمت کا فریضہ بڑے احسن طریق سے انجام دیا۔ہندوستان کا بادشاہ سلطان محمد تغلق آپ کا مرید تھا۔

شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ:

آپ حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے چوتھے صاحبزادے تھے۔شیخ العالم آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔دانشمندی اور دلیری کی وجہ سے معروف تھے حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بڑی بے تکلف گفتگو کرتے تھے۔

سلطان غیاث الدین بلبن کی فوج میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھے منگولوں سے لڑائی کرتے ہوئے شہید ہوئے۔آپ کے صاحبزادے خواجہ ابراہیمؒ ان کے صاحبزادے خواجہ عزیز الدین حضرت سلطان المشائخ کے مرید تھے اور آپ کے جماعت خانہ میں قیام پذیر تھے۔بعداز وصال حضور سلطان المشائخ کے قدموں میں دفن ہوئے۔

شیخ محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ:

آپ حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔آپ کی تعلیم زیادہ تر حضرت مولانا سید بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں پایۂ تکمیل کو پہنچی آپ

بڑے زاہد وعابد بزرگ تھے۔ گوشۂ گمنامی میں زندگی بسر کی غلبہ حال کی وجہ سے فرقہ ملامتیہ کی طرف رجحان ہو گیا تھا۔ امروہہ کے قریب ایسے گم ہوئے کہ پھر کسی نے آپ کو نہ دیکھا بعض روایات کے مطابق آپ کو ابدال لے گئے تھے۔

آپ کے دونوں صاحبزادے خواجہ عزیز الدینؒ اور خواجہ قاضیؒ حضور سلطان المشائخ کے دامن تربیت کے پروردہ ہیں۔ ان میں سے شیخ عزیز الدین دیوگیر میں آباد ہو گئے تھے اور وہیں وصال فرمایا۔

بی بی مستورہ رحمۃ اللہ علیہا:

آپ بڑی عبادت گذار تھیں۔ آپ کے دو صاحبزادے خواجہ عزیز الدین صوفی اور خواجہ کبیر الدین تھے۔ ان دونوں صاحبزادوں کی تربیت بھی حضرت سلطان المشائخ کے جماعت خانہ میں ہوئی اور حضرت سلطان المشائخ بڑی محبت سے پیش آتے تھے کہ مرشد زادی کے صاحبزادے تھے۔ ان میں خواجہ عزیز الدین صوفی بہترین خطاط تھے، آپ نے حضور سلطان المشائخ کے ملفوظات طیبات ترتیب دیے جن کا نام تحفۃ الابرار فی کرامات الاخیار تھا۔ سلطان المشائخ نے ان ملفوظات پر خود نظر ثانی فرمائی۔ خواجہ عزیز الدین صوفی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے خواجہ قطب الدین حسن رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ زمانہ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت عطا فرمائی۔ شیخ کبیر الدین بھی بڑے زہد وتقویٰ والے بزرگ تھے۔ سلطان المشائخ نے آپ کی تعریف فرمائی ہے۔

بی بی شریفہ رحمۃ اللہ علیہا:

آپ جوانی میں بیوہ ہو گئی تھیں۔ دوبارہ شادی نہ کی بڑے زہد وتقویٰ کی مالک تھیں اور شب زندہ دار تھیں۔ حضور گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بارے میں فرمایا تھا اگر عورتوں کو خلافت نامہ دینا جائز ہوتا تو میں بی بی شریفہ کو دیتا۔

بی بی فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا:

آپ بڑے پاکیزہ خصائل رکھتی تھیں۔ آپ کی شادی حضرت مولانا سید بدر الدین اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ آپ کے دو صاحبزادے خواجہ محمد امام رحمۃ اللہ علیہ اور

خواجہ محمد موسیٰ رحمۃ اللہ تھے۔ بعد وصال مبارک حضرت مولانا بدرالدین اسحاق کے حضرت سلطان المشائخ نے بی بی صاحبہ اور دونوں صاحبزادوں کو دہلی بلوالیا تھا۔

جہاں کچھ ہی عرصہ بعد عفت مآب بی بی صاحبہ کا وصال ہوا اور دونوں صاحبزادوں کو سلطان المشائخ کی حضوری حاصل تھی کیونکہ ان کے ساتھ سلطان المشائخ کی تین نسبتیں تھیں۔ یہ حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ کے نواسے تھے اور مولانا سید بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ کے صاحبزادے تھے کہ جن کو سلطان المشائخ اپنا استاد جانتے تھے اور حد درجہ احترام کرتے تھے تیسری نسبت مرشدزادی کے صاحبزادے تھے۔

دونوں صاحبزادے قرآن پاک کے حافظ تھے۔ حضرت سلطان المشائخ کی خاص توجہ سے عالی مرتبے پر فائز ہوئے۔ دونوں کو حضرت نے خلافت سے سرفراز فرمایا اور دین کی خدمت میں دونوں بھائیوں کی خدمات جلیلہ انتہائی قابل تعریف ہیں کیونکہ سلطان المشائخ کی خاص تربیت اور نظر کرم کے اثر نے ان کو خواص کی صف میں شامل کر دیا تھا۔

جو تیری نظر کا اسیر ہے
وہ دین حق کا سفیر ہے

سماع

چند شرائط کے ساتھ صوفیا کے نزدیک جائز ہے۔ خواجگان چشت اسے مباح سمجھتے ہیں اور خواجگان متقدمین سنتے آئے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے بھی دف کے ساتھ سنا ہے۔ سماع ان حضرات کے لیے روحانی غذا ہے جو اسے اپنے بزرگان طریقت کے طریق پر سنیں اور جو سننے کے اہل ہوں۔ اس سے اہل محبت کے نفوس وقلوب کو تازگی ملتی ہے اور عشق زندہ ہوتا ہے۔ عشق الٰہی اور محبت مصطفیٰ ﷺ ہی حاصل زندگی اور مقام حیات ہے۔ سماع اہل عشق کی روحانی غذا ہے جو اسے تیز کرتا ہے۔ اہل اللہ کا عشق صرف ذات باری تعالیٰ اور ذات وصفات رسول سے ہوتا ہے۔ سماع درد محبت میں اضافہ کرتا ہے اور اللہ والوں کو یاد الٰہی میں لذت وسرور عطا کرتا ہے اور وہ ذکر محبوب سے فرحت حاصل کرتے ہیں۔ سماع کیا ہے: تلاوت قرآن کریم۔ درود شریف نعت شریف اور اقوال بزرگان۔

ممنوع کیا ہے۔گانے والا نابالغ نہ ہو۔امرد وعورت نہ ہو۔ ہزل وفحش نہ ہو۔چنگ ورباب نہ ہواور سننے والا اللہ کے لیے سنے اوراس کا دل یادالٰہی سے لبریز ہو، سفلی جذبات سے پاک ہو، یہ ہے فرمان حضرت خواجہ محبوب الٰہی کا۔انہی شرائط سے خواجہ قطب العالم قطب الدین بختیار کاکیؒ نے سماع سنا اور سماع کی حالت میں جان جان آفریں کے قربان کردی۔اسی سنت مرشد کی پیروی کرتے ہوئے حضور خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ اور آپ کے جانشینوں نے عمل کیا۔سماع دراصل الست بربکم کی صدائے بازگشت ہے جوکہ اپنے اندر وہی کیف وسرور لیے ہوئے ہے۔

سماع پر درباری علما اور شاہان وقت نے بھی حجت لگائی مگر اہل سماع نے نوک تلوار پر سماع سن کر جواب دیا تو پھر مخالفین کے پاس تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں:

حضرت خواجہ گنج شکر رحمۃ اللہ کی مجلس میں ایک دن شیخ بدرالدین غزنویؒ نے عرض کی کہ اہل سماع کے بے ہوش ہونے کی کیا وجہ ہے۔

حضرت نے فرمایا جس روز انہوں نے الست بربکم کی آواز سنی۔اسی روز سے بے ہوش ہیں اور وہ بے ہوشی آج تک ان میں پائی جائی ہے۔پس جب سماع سنتے ہیں تو اسی بے ہوشی کا اثر ان میں ہوتا ہے۔فرمایا، الست بربکم کی ندا سے بھی شناخت ہی مقصود تھی۔یعنی جب تک اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانے گا اطاعت میں ذوق حاصل نہیں ہوگا۔بعد ازاں محمد شاہ گانے والا جس نے شیخ اوحدالدین کرمانی رحمۃ اللہ کے روبرو سرود گایا تھا مع یاروں کے حاضر خدمت ہوا، حکم ہوا بیٹھ جاؤ۔شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ اور شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ حاضر خدمت تھے۔حکم ہوا کہ سماع شروع کرو، جب سماع شروع ہوا تو شیخ العالم حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ اپنی جگہ سے اٹھے اور رقص کرنے لگے چنانچہ سات دن رات رقص کرتے رہے۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز ادا کر کے پھر مشغول سماع ہوجاتے ساتویں روز ہوش آیا۔

پھر حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ نے فرمایا، اہل سماع وہ گروہ ہے کہ جب وہ سماع اور تحیر میں مستغرق ہوتے ہیں تو اس وقت لاکھ تلوار بھی ان کے سر پر ماری جائے تو خبر نہیں ہوتی۔

عوارف المعارف میں شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ سے منقول ہے کہ حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری رحمۃ اللہ نے حضرت رسول خدا ﷺ سے عرض کیا یہ سماع جو ہمارے مشائخ میں رائج ہے۔ حضور اس کا انکار فرماتے ہیں یا نہیں۔ فرمایا نہیں، تم ان سے کہہ دو سماع سے پہلے اور اس کے بعد قرآن شریف پڑھ لیا کرو۔

حضرت محبوب الٰہی فرماتے ہیں جب حضرت رسول خدا ﷺ پر یہ آیہ کریمہ۔ اِذَا سمَعُوا مَا انزِل اِلی الرسُول تری اَعینِھم تفیضِ مَن الدّمع نازل ہوئی تو آپ پر ایک کیف طاری ہوا، اور اسی کیف و سرور میں آپ کے کندھے مبارک پر پڑی چادر گر پڑی اور آپ وجد میں مصروف ہوئے۔ صحابہ کرام نے اس چادر کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے باہم تقسیم کر لیے اور تبرکا اپنے گھروں کو لے گئے۔ اسی سبب سے حالت وجد میں صوفی کی کوئی چیز گرے تو وہ قوال حضرات کا حق ہے اور نیز فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک شاعر کعب بن زہیر نامی تھے انہوں نے بحالت کفر حضور کی ہجو میں سات اشعار کہے جب مکہ فتح ہوا تو حضور نے حکم دیا کہ کعب کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔ کعب کو بھی یہ خبر ہوئی تو فوراً ایک سو بیس اشعار کا قصیدہ انشا کیا اور عورتوں کا لباس پہن کر خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا قصیدہ سنانا شروع کیا جب اس شعر پر پہنچے

بنت ان رسول اللہ اوعدنی
والعفوعند رسول اللہ مامول

حضور سرور کائنات ﷺ پر کیف طاری ہوا اور فرمایا اس کی تکرار کرو۔ یہیں سے صوفیوں نے شعر کی تکرار کی صحبت لی ہے۔ اور پھر حضور نے اپنی چادر مبارک جس کو اوڑھے ہوئے تھے کعب کو عنائیت فرمائی۔ اسی صحبت سے درویش اپنے کپڑے قوالوں کو دیتے ہیں۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے یہ چادر کعب بن زہیر سے خریدنا چاہی اور دس ہزار اشرفیاں اس کے ہدیہ کے لیے دیتے تھے مگر کعب نے انکار کر دیا۔ آخر کعب کے انتقال کے بعد ان کی اولاد سے وہ چادر مقدس حضرت امیر معاویہ نے بیس ہزار اشرفیوں کے عوض لے لی۔ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی عواف المعارف میں لکھتے ہیں کہ اب تک وہ چادر خلیفہ ناصر الدین کے خزانہ میں ہے۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ ضیاء الدین رومی رحمۃ اللہ سے سنا ہے۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ میرے ایک جگری یار تھے جن کو سماع کا بڑا ذوق وشوق تھا۔ حالت سماع میں بڑی وارفتگی ہوتی۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں تخت پر متمکن ہیں مگر مغموم۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی پوچھا کہ جنت میں کس سبب سے مغموم ہو کہنے لگے کہ جو لذت سماع میں حاصل ہوتی تھی وہ یہاں نہیں ہے۔

ہر لحظہ کہ در شوق جمال تو شوم غرق

جز روئے تو در پیش نظر جلوہ گرے نیست

جس وقت تیرے شوق جمال میں غرق ہوتا ہوں۔ میرے سامنے تیرے روئے اقدس کے سوا کوئی اور نہیں ہوتا۔

حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے سماع کی حلت اور حرمت پر بحث ہو رہی تھی کیونکہ علما کا اختلاف ہے۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ، ایک جل کر خاک ہو گیا اور دوسرا ابھی اختلاف میں ہے۔

فریدی لنگر:

حضور خواجہ فرید الملت والدین کا جاری کیا ہوا لنگر آج تک درگاہ عالیہ میں جاری و ساری ہے جس سے خلق خدا فیض یاب ہوتی ہے۔ خواجگان چشت اہل بہشت کے نزدیک خلق خدا کو بلا امتیاز مذہب وملت رنگ ونسل کے کھانا کھلانا بڑا عمدہ عمل ہے۔ حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کوئی بھی آ جائے تو اسے پہلے کھانا کھلاؤ اگر اسباب نہیں تو پانی ہی پلا دو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روائیت ہے۔ آقا کریم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ اسلام میں بہترین عمل کیا ہے۔ آپ کریم نے فرمایا کھانا کھلانا اور آشنا و نا آشنا کو سلام کرنا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آقا کریم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں بھی حاضرِ خدمت ہوا۔ آپ کا چہرہ اقدس دیکھتے ہی پہچان گیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے نبی کا نہیں ہو سکتا۔ اس وقت آپ نے جو پہلی بات فرمائی وہ یہ تھی۔ لوگو اسلام کو پھیلاؤ اور کھانا کھلاؤ اور راتوں کو جب لوگ سو جائیں تو عبادت کرو۔ سلامتی کے ساتھ جنت

میں داخل ہو جاؤ گے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضور نے فرمایا حج برور کا بدلہ جنت ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ میں نے عرض کی حج برور میں نیک ترین کام کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کھانا کھلانا اور پاکیزہ گفتگو۔

حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ اور دیگر اولیاء اللہ اس فرمان رسول مقبول ﷺ پر پوری طرح کار بند رہے۔ حضرت کے بعد آپ کے خلفا اور سجادگان نے بھی اسی پر عمل کیا اور کھانا کھلانے کا عمل جاری رکھا۔

سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء نے تو اپنے مرشد کے اس لنگر کی رسم پر ایسا عمل کیا کہ تمام دنیا جانتی ہے کہ محبوب الٰہی کا لنگر کس شان کا تھا۔ نو من نمک روزانہ لنگر میں استعمال ہوتا تھا ہزاروں لوگ روزانہ لنگر کھاتے تھے۔

اسمائے گرامی سجادہ نشیناں درگاہ معلیٰ فریدیہ
مع مختصر حالات زندگی

(۱) حضرت دیوان بدرالدین سلیمان بندگی رحمۃ اللہ بن حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ

سن جلوس: ۶۶۴ھ، ۱۲۶۵ء

تاریخ وصال ۴ شعبان المعظم ۶۶۸ھ، ۱۲۶۹ء

مزار شریف: درگاہ پاکپتن شریف پہلوئے حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ

آپ خلف الرشید و اول سجادہ نشین پدر بزرگوار حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ تھے۔ خانوادہ فریدیہ نے آپ کو متفقہ طور پر مقرر فرمایا۔ خواجہ غور رحمۃ اللہ و خواجہ زور رحمۃ اللہ جو کہ خلفائے چشت میں سے تھے۔ جب حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ کی زیارت کے لیے اجودھن پاکپتن تشریف لائے تو حضرت اقدس نے شیخ شہاب الدین گنج علمؒ اور شیخ بدرالدین سلیمان رحمۃ اللہ ہر دو صاحبزادوں کو تبرکاً کلاہ ارادت انہیں بزرگوں سے دلوائی تھی اور انکا مرید بھی کروایا۔

شیخ بدرالدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ بڑے زاہد و عابد تھے۔ معاملات میں بڑی فراست رکھتے تھے نیکی اور شرافت میں بہت عالی مرتبت تھے، بڑے غیور اور سخی مرد تھے۔ بعد وصال حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ آپ کی دستار بندی سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی جس میں اولیائے کاملین اور جن وانس سبھی شریک تھے۔

اس وقت جو رسومات ادا ہوئیں اور جو کلام سماع میں پڑھا گیا اور جو حال وقال کی کیفیات اہل مجلس پر طاری ہوئیں، وہی آج تک مراسم عرس جاری ہیں۔ ساڑھے سات سو سال سے زائد عرصہ گذر چکا ہے مگر ہر سال عرس پاک میں وہی وجدانی روحانی اور عرفانی کیفیات موجود ہوتی ہیں۔

(۲) حضرت دیوان علاؤالدین موج دریاؒ بن دیوان بدرالدین سلیمانؒ

سن جلوس: ۶۶۸ھ، ۱۲۶۹ء

تاریخ وصال: ۷۲۲ھ، ۱۳۲۳ء

مزار شریف گنبد کلاں پاکپتن شریف

آپ دوسرے سجادہ نشین درگاہ عالیہ فریدیہ تھے۔ آپ اول سجادہ نشین دیوان بدرالدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے فرزند ارجمند تھے۔ والد بزرگوار کے وصال کے بعد سولہ برس کی عمر میں سجادہ نشین مقرر ہوئے اور ۵۴ برس تک حق سجادگی ادا کیا۔ آپ نے رشد و ہدایت کی شمع کو روشن رکھا اور تبلیغی امور کو سب سے زیادہ فوقیت دیتے تھے۔ آپ کی برکت سے کشمیر سیوستان (سندھ) کے گوشہ گوشہ تک سلسلہ پاک بدریہ چشتیہ پہنچا ہزاروں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

آپ سید مبارک کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کے رضاعی بھائی تھے اور دونوں حضرات نے حضرت مولانا سید بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن پاک کا درس لیا۔

حضرت علاؤالدین موج دریا رحمۃ اللہ علیہ مادر زاد ولی تھے۔ پاکیزگی اور طہارت کا خاص خیال رکھتے، طبع مبارک انتہائی نفیس تھی۔ ایک دن آپ کے دادا حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ وضو کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت موج دریا رحمۃ اللہ علیہ جو اس وقت کم سن تھے حضرت

بابا صاحب رحمۃ اللہ کے سجادہ پر جا بیٹھے۔ خواجہ عیسیٰ رحمۃ اللہ جو وضو کروا رہے تھے نے یہ دیکھ کر پریشانی کے عالم میں انگلی منہ میں دبالی، توجہ ہٹ جانے سے وضو کا پانی حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ کے ہاتھ سے پرے گر رہا تھا۔ حضرت نے فرمایا عیسیٰ پانی میرے ہاتھوں پر ڈالو۔ جب حضرت کی نظر موج دریا رحمۃ اللہ پر پڑی تو مسکرا کر فرمایا۔ اسے بیٹھا رہنے دو یہ اس کا حق ہے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ کے یہ الفاظ کیمیا ثابت ہوئے اور حضرت موج دریا رحمۃ اللہ بعد وصال حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ کے سب سے زیادہ بزرگ ہوئے اور ۵۴ سال تک مسند سجادگی پر رونق افروز رہے۔

آپ کا معمول تھا شبانہ روز عبادت اور ریاضت میں گزرتے اور کسی بھی وقت جامع فریدیہ سے باہر نہ آتے تھے۔ سوائے پانچ دن کے سارا سال روزہ رکھتے یہ پانچ دن عیدین کے ہوتے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان میں ایسی تاثیر پیدا کر دی تھی کہ زبان اقدس جو نکل جاتا اللہ تعالیٰ کے کرم سے ویسا ہی ہو جاتا۔ آپ مرتبہ کاملیت میں بلند مقام پر تھے۔ لوگ آپ کے دیدار کو سعادت دارین خیال کرتے تھے۔ آپ صاحب جمال و جلال تھے بڑے بڑے حاکموں کو بھی خاطر میں نہ لاتے، بادشاہ وقت سے بھی بے نیازی اختیار فرماتے۔ حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ کے مزار اقدس پر روزانہ حاضری دیتے جب مزار سے باہر تشریف لاتے، آپ سب کی حاجت روائی کرتے کسی کو مایوس نہ لوٹاتے۔

ایک مرتبہ شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریاؒ کے پوتے حضرت شاہ رکن عالم سہروردی رحمۃ اللہ ملتان جاتے ہوئے حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ کے مزار مقدس کی زیارت کے لیے اجودھن تشریف لائے۔ حضرت موج دریا سے مصافحہ اور معانقہ فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے غسل فرمایا اور لباس تبدیل فرمایا۔ حضرت شاہ رکن عالم کے مرید نے یہ سب کچھ نوٹ کیا اور شاہ رکن عالم سے شکایت کے انداز میں کہا، حضرت شاہ رکن عالم نے فرمایا، تم لوگ شیخ علاؤالدین موج دریا رحمۃ اللہ کی قدر کیا جانو۔ ان کو زیبا ہے کہ ایسا کریں، ہم سے دنیا کی بو آتی ہے اور وہ اس سے پاک وصاف زندگی گذار رہے ہیں اور وہ انتہائی تقویٰ کے مقام پر ہیں۔

حضرت موج دریا رحمۃ اللہ مظلوموں کی پناہ گاہ تھے۔ آپ کی پناہ میں جو مظلوم

آ جاتا پھر بادشاہ وقت کی بھی مجال نہ تھی کہ کسی قسم کی تعدی اور من مانی کر سکے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ کی اولاد میں آپ نے سب سے بلند مرتبہ پایا۔ آپ کے دور سجادگی میں تبلیغ واشاعت کا کام اپنے عروج پر تھا۔ اس زمانے کے تمام علماء اور مشائخ آپ کا بے حد احترام کرتے۔

ہندوستان کا بادشاہ سلطان محمد تغلق آپ کا جان ودل سے مرید تھا۔ آپ نے ہی محمد تغلق اور فیروز شاہ تغلق کو بادشاہ ہونے کی بشارت دی۔ بعد وصال حضرت موج دریاؒ سلطان محمد تغلق نے آپ کے مزار پاک پر عالی شان گنبد تعمیر کروایا اور لکڑی کی کاشی کاری انتہائی عمدہ کروائی۔ حضور بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے آج تک آپ ہی کی اولاد سجادہ نشین چلی آ رہی ہے۔ حضرت علاؤالدین موج دریاؒ نے بڑی مفید زندگی گذاری اور طویل دور سجادگی پایا، آپ کا وصال ۷۲۲ھ میں ہوا۔

(۳) حضرت دیوان محمد معزالدین بن مخدوم علاؤالدین موج دریاؒ

سن جلوس ۷۲۲ھ، ۱۳۲۳ء

مقام مزار: پاکپتن شریف گنبد کلاں

آپ تیسرے سجادہ نشین ہیں۔ حضرت علاؤالدین موج دریا رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ چھوٹے صاحبزادے شیخ علم الدین رحمۃ اللہ تھے۔

بعد وصال حضرت علاؤالدین موج دریا رحمۃ اللہ کے آپ سجادہ نشین درگاہ فریدی مقرر ہوئے۔ نہایت پرہیزگار اور متقی تھے آپ علم وفضل میں کمال رکھتے تھے، انتہائی خوبصورت تھے، بڑی وجاہت رکھتے تھے جو شخص بھی آپ کو دیکھتا تو گمان غالب آتا کہ کسی شاہی خاندان کے شہزادہ ہیں۔ سلطان محمد تغلق نے آپ کو پایہ تخت دہلی بلا کر شیخ الاسلام بنانا چاہا، آپ کے انکار پر معزالملک کا خطاب دے کر گجرات کا صوبہ دار یعنی گورنر بنا دیا۔ آپ بڑے شجاع اور سخی مرد تھے۔ آپ ایک بغاوت کو فرو کرتے ہوئے شہید ہوئے اور وہیں مدفن بنا۔ آپ کا روضہ مبارک آج بھی دردمندوں کی حاجت روائی کے لیے چشمہ نور ہے۔

(۴) حضرت دیوان فضل الدین بن دیوان مخدوم معز الدین رحمۃ اللہ علیہ

سن جلوس۔ ۷۳۸ھ، ۱۳۳۹ء

مزار شریف گنبد کلاں پاکپتن شریف

آپ چوتھے سجادہ نشین درگاہ عالیہ تھے۔ بڑے صاحب کشف و کرامات تھے علم و حلم سے مزین تھے۔ خوش لباس اور خوش گفتار تھے، آپ کی مجلس سماع میں جو بھی آتا تارک دنیاوی خواہشات ہو جاتا۔ بڑے سخی مرد تھے حاجت مندوں کی دستگیری کے لیے ہر دم سرگرم رہتے تھے۔

(۵) حضرت دیوان منور شاہ بن دیوان فضل الدین رحمۃ اللہ علیہ

سن جلوس۔ ۷۵۵ھ، ۱۳۵۶ء

مزار شریف اندرون گنبد کلاں پاکپتن شریف

آپ پانچویں سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ بعد وصال اپنے والد بزرگوار کے مسند سجادگی پر رونق افروز ہوئے۔ آپ بڑے صاحب فضیلت و ریاضت تھے، آپ رہنمائے خلق کے طور پر مشہور تھے کشف و کرامات میں بلند مقام رکھتے تھے۔ سخاوت اور فیاضی میں کوئی آپ کا ثانی نہ تھا۔

(۶) حضرت دیوان نور الدین بن دیوان منور شاہ رحمۃ اللہ علیہ

سن جلوس۔ ۸۰۵ھ، ۱۴۰۶ء

مزار پر انوار درگاہ مبارک پاکپتن شریف

آپ چھٹے سجادہ نشین درگاہ عالیہ فریدیہ تھے۔ آپ بڑے صاحب حال و قال اور دم بقدم خواجگان چشت اہل بہشت چلتے رہے۔ معاملہ فہمی اور دانائی و حکمت میں بڑے بڑھے ہوئے تھے۔ مجبور اور بے بس لوگوں کی دستگیری کرتے آپ بڑے سخی مرد تھے۔

(۷) حضرت دیوان بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ

سن جلوس۔ ۸۲۳ھ، ۱۴۲۴ء

مزار شریف پاکپتن شریف

آپ ساتویں سجادہ نشین درگاہ عالیہ فریدیہ تھے۔ آپ اپنے بھائی دیوان نورالدین کے بجائے سجادہ نشین ہوئے۔ آپ ہر وقت یادالٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ بڑے صاحب علم وفضل تھے سماع سے بڑا شغف رکھتے تھے۔ دکھیوں مجبوروں کی حاجت روائی کرتے، بڑے فیاض طبع تھے۔

(۸) حضرت دیوان محمد یونس بن دیوان بہاؤالدین رحمۃ اللہ

سن جلوس۔ ۸۵۵ھ، ۱۴۴۶ء

مزار شریف درگاہ پاکپتن شریف

آپ آٹھویں سجادہ نسین درگاہ خلد بریں تھے۔ بڑے صاحب کرامت وعظمت تھے۔ سخاوت اور فیاضی میں مشہور تھے۔

(۹) حضرت دیوان احمد شاہ بن دیوان محمد یونس رحمۃ اللہ

سن جلوس ۸۷۹ھ، ۱۴۷۰ء

مزار شریف درگاہ پاکپتن شریف

آپ نویں سجادہ نشین درگاہ عالیہ تھے۔ رہنمائے خلق رہے۔ ایسے سخی مرد تھے کہ بوقت عشاء گھر میں جو غلہ نقد پارچات وغیرہ ضرورت سے زیادہ رہ جاتا سب راہ مولا میں صرف کر دیتے تب نماز عشاء ادا فرماتے۔ صاحب کشف وکرامت تھے اور آپ کی فیاضی اور سخاوت کا شہرہ سارے عالم میں تھا۔

(۱۰) حضرت دیوان عطاء اللہ بن دیوان احمد شاہ رحمۃ اللہ

سن جلوس ۹۰۱ھ، ۱۴۹۲ء

مزار شریف درگاہ پاکپتن شریف

آپ دسویں سجادہ نشین درگاہ معلیٰ تھے۔ زہد وریاضت اور تقویٰ میں بڑا کمال رکھتے تھے۔ غربا اور مساکین کی حاجت روائی کے لیے ہر دم تیار رہتے تھے۔

(۱۱) حضرت دیوان شیخ محمد بن عطاء اللہ رحمۃ اللہ

سن جلوس: ۹۱۸ھ، ۱۵۰۹ء

مزار شریف درگاہ پاکپتن شریف

آپ گیارہویں سجادہ نشین تھے اور ولیٔ زمانہ تھے۔ بڑے صاحب صفا تھے جو شخص آپ کے روبرو ہوتا اس کے ضمیر سے آگاہ کر دیتے۔ ایک مرتبہ ظہیرالدین بابر مع دو امیروں کے قلندرانہ لباس میں آیا۔ آپ نے بعد ملاقات طعام منگوایا اور ان کے ہمراہ کھانا شروع کیا اور فرمایا سبحان اللہ اس وقت ہندوستان کا بادشاہ درویشیوں کے ساتھ لنگر کھا رہا ہے۔ بادشاہ آداب بجالایا اور قدم بوس ہوا اور عرض کی حضور میں تو باغیوں کے ظلم سے جلا وطن ہو کر آیا ہوں، حضور دعا فرمائیں۔ حضور دیوان شیخ محمد نے فرمایا، جاؤ تم کو اور تمہاری اولاد کو ہندوستان کی بادشاہی مبارک ہو اور ایک چادر بچھا کر اس پر بابر کو بٹھایا کہ یہ تخت ہندوستان ہے، تم کو مبارک ہو۔ دنیا نے دیکھا کہ بابر سمیت اس کی کتنی نسلوں نے ہندوستان پر حکمرانی کی۔

(۱۲) حضرت دیوان محمد ابراہیم فرید ثانی بن شیخ محمد رحمۃ اللہ

سن جلوس ۹۴۰ھ، ۱۵۳۱ء

مزار شریف درگاہ پاکپتن شریف

آپ بارہویں سجادہ نشین تھے۔ جب جائے مسند ارشاد ہوئے تو آپ سے فیض مثل حضرت بابا فریدالدین مسعود رحمۃ اللہ کے جاری ہوا۔ اس لیے آپ فرید ثانی کے لقب سے ملقب ہوئے۔ بابا گرونانک جو قوم سکھان کے گرو تھے آپ کی ملاقات کو پاکپتن شریف حاضر ہوئے۔

بابا گرونانک نے اپنی پوتھی گرنتھ صاحب میں درج کی ہے دیوان ابراہیم سے بہت سی کرامات ظہور پذیر ہوئیں۔ شعر بھی کہتے تھے۔ طبیعت میں بڑی فیاضی اور دردمندی رکھتے تھے۔ بعد وصال حضرت علاوالدین موج دریا کے آپ اس خانوادہ میں بزرگ ترین ہیں۔ آپ عبادت و ریاضت میں بڑے مستعد تھے، سخاوت اور دریا دلی کے سبب سارے جہان میں چرچا تھا، کوئی بھی سوالی آپ کے در دولت سے نامراد نہ لوٹتا۔ روحانی اور دنیاوی فیض کا چشمہ جاری تھا۔ روحانیت کے متلاشی اپنی مراد کو پہنچتے، غربا اور مساکین اپنی حاجتیں لے کر آتے اور فیض یاب ہوتے۔ آپ سے ہزاروں گمراہوں نے ہدایت پائی۔

(۱۳) حضرت دیوان تاج الدین محمود بن ابراہیم فرید ثانی رحمۃ اللہ

سن جلوس ۹۸۲ھ، ۱۵۷۴ء

مزار شریف پاکپتن شریف

آپ تیرھویں سجادہ نشین درگاہ معلیٰ تھے۔اپنے والد بزرگوار دیوان ابراہیم فرید ثانیؒ کے خصوصی تربیت یافتہ تھے۔بڑے زاہد و عابد اور بڑے خلفائے نامدار میں سے تھے۔صاحب کشف وکرامات تھے بڑی بھرپور سجادگی کی۔غربا و مساکین کادم بھرتے کسی کو خالی ہاتھ نہ لوٹاتے۔ایسے سخی مرد کہ بڑے بڑے سخی آپ کی سخاوت پر رشک کرتے۔آپ سے بڑی کرامات کاظہور ہوا۔پاکپتن شریف میں آپ کا مزار مبارک حاجت مندوں کا قبلہ ہے۔آپ کا روحانی تصرف آپ اپنی مثال ہے۔

(۱۴) حضرت دیوان فیض اللہ بن دیوان تاج الدین محمود رحمۃ اللہ

سن جلوس۔۱۰۰۸ھ، ۱۵۹۹ء

مزار شریف درگاہ عالیہ پاکپتن شریف

آپ چودھویں سجادہ نشین درگاہ فریدیہ تھے۔آپ کو دیوان تاج محمود رحمۃ اللہ نے اپنی حیات میں ہی سجادہ نشین مقرر فرمایا تھالیکن صرف دو سال تک سجادہ نشین رہے اور اپنے والد بزرگوار کی حین حیات میں رحلت فرمائی۔آپ بڑے پاکباز اور رحم دل تھے،آپ کو آپ کے والد بزرگوار نے اپنی حیات میں مسند سجادگی پر بٹھادیا تھا۔

(۱۵) حضرت دیوان محمد ابراہیم اصغر بن دیوان فیض اللہ رحمۃ اللہ

سن جلوس۔۱۰۱۵ھ، ۱۶۰۱ء

مزار شریف درگاہ پاکپتن شریف

آپ پندرھویں سجادہ نشین درگاہ عالیہ تھے۔بعد وصال اپنے والد بزرگوار دیوان فیص اللہ کی مسند سجادگی کو رونق بخشی۔آپ بڑی دلکش شخصیت کے مالک تھے غائیت درجہ اولیائے کاملین میں سے تھے۔

(۱۶) حضرت دیوان شیخ محمد ثانی رحمۃ اللہ بن دیوان ابراہیم اصغرؒ

سن جلوس ۱۰۱۹ھ، ۱۶۱۰ء

آپ سولہویں سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ آپ بڑے صاحب حقائق و معارف تھے۔ صاحب علم و فضل تھے، دقیق علمی نکات پر دسترس تھی۔ شہرہ آفاق تصنیف لطیف جواہر فریدی اور مخزن چشت آپ ہی کی تالیف ہیں۔ بڑے کم گو اور دلآویز شخصیت کے مالک تھے بڑی مفید زندگی گذارنے کے بعد رحلت فرمائی۔

(۱۷) حضرت دیوان محمد اشرف بن دیوان شیخ محمد ثانی رحمۃ اللہ

سن جلوس۔ ۱۰۵۷ھ، ۱۶۵۸ء

مزار شریف پاکپتن شریف

آپ سترھویں سجادہ نشین درگاہ عالیہ فریدیہ تھے۔ آپ محمد شاہ بادشاہ سے دہلی میں ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ کیونکہ آپ اکثر سماع میں مشغول رہتے تھے بادشاہ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ بادشاہ نے حجت سماع اٹھا کر آپ کو گرفتار کر لیا اور برج گلیر پر چڑھا کر زینہ چوبی نیچے کھینچ لیا، چند روز آپ اس جگہ رہے۔ حضرت کو جب غسل یا وضو کی ضرورت ہوتی اس کی گادی پر پارچہ بدن رکھ دیتے وہ چلنے لگتا۔ بعد غسل یا وضو کے پارچہ مذکورہ اٹھا لیتے اور پھر بدستور برج پر چلے جاتے۔ ایک روز غسل کے بعد پارچہ اٹھانا بھول گئے اور برج پر جا کر تہجد اور وظائف میں مشغول ہوئے۔ صبح لوگوں نے دیکھا کہ کنواں خود بخود چل رہا ہے یہ خبر پورے دہلی میں پھیل گئی اور بادشاہ تک پہنچی۔ بادشاہ نے خود جا کر دیکھا۔ جب قبلہ دیوان اشرف رحمۃ اللہ کا لباس اٹھایا تو کنواں چلنے سے رک گیا۔ بادشاہ خوفزدہ ہو کر حضرت کے قدم بوس ہوا۔ بڑی معافی تلافی طلب کی بھاری نذرانہ اور پارچہ جات بمع سواری آپ کی نذر کیا مگر آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

ایک رئیس رائے الیاس خان جگرانوالہ جو کہ آپ کا مرید تھا اس کی نذر اور سواری قبول فرمائی اور پاکپتن شریف روانہ ہوئے۔ درگاہ معلیٰ میں حاضر ہو کر کافی دیر تک سر جھکائے کھڑے رہے اور والہانہ انداز میں تمام مقابر کے بوسے لیے۔

(۱۸) حضرت دیوان محمد سعید رحمۃ اللہ

سن جلوس ۱۰۹۰ھ، ۱۶۹۱ء
مزار شریف پاکپتن شریف

آپ اٹھارویں سجادہ نشین درگاہ عالیہ تھے۔ آپ ہمشیر زادہ اور داماد حضرت دیوان محمد اشرف تھے۔ انہوں نے اپنی حین حیات میں آپ کو سجادہ نشین مقرر کیا تھا۔

(۱۹) حضرت دیوان محمد یوسف بن دیوان محمد سعید رحمۃ اللہ

سن جلوس ۱۱۲۰ھ، ۱۷۲۱ء
مزار شریف پاکپتن شریف

آپ انیسویں سجادہ نشین درگاہ معلیٰ تھے اور اپنے والد بزرگوار دیوان محمد سعید رحمۃ اللہ کے بعد مسند سجادگی بڑی لگن سے نبھائی۔ بڑے حلیم الطبع اور بڑے درددل رکھنے والے تھے۔

(۲۰) حضرت دیوان عبدالسبحان المعروف دیوان شہید رحمۃ اللہ

سن جلوس ۱۱۳۵ھ، ۱۷۳۶ء
مزار شریف پاکپتن شریف

آپ بیسویں سجادہ نشین درگاہ عالیہ تھے۔ آپ برادر خورد دیوان محمد یوسف تھے۔ اور قبل از سجادگی اپنے برادر موصوف کے شاہان دہلی کی جانب سے اسی ہزار روپیہ کی جاگیر بنام حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علاوہ لواحقین تھے۔ باوجود اس کثیر آمدنی کے طریقہ درویشانہ رکھتے تھے اور تمام آمدنی راہ خدا میں خرچ کر دیا کرتے تھے۔ آپ کے زمانہ سجادگی میں سلطنت دہلی زوال پذیر ہوئی، طوائف الملو کی اور جا بجا خودسر پیدا ہو گئے اور ملک پر قابض ہونے لگے تو آپ نے بھی جمعیت فوج و پیادہ و سوار بندوق و توپ خانہ تیار کر کے تمام علاقہ اردگرد کا بزور شمشیر اپنے قبضہ میں کر لیا۔ چنانچہ بہاول خان کو بھی آنرری دریائے ستلج فتح کر کے اپنی طرف سے دے دیا۔ جس کا ثبوت کاغذات و دستاویزات قدیمہ سے پتہ چلتا ہے بلکہ تا زمانہ عہد دیوان شرف الدین موضع ہائے آنروے آب سے حصہ مقرر تھا۔ اس زمانہ میں یہ قوم داؤد چنداں قوت نہیں رکھتے تھے اور ملک غیر سے تھے۔ محض

رفاقت واقبال حضرت دیوان عبدالسبحان سے ریاست وحکومت اس ملک کی حاصل ہوئی۔ آپ نے بہت سے کفار کو تہہ وتیغ کیا، راجہ بیکانیر کو مار کر اس کا علاقہ فتح کرلیا۔ رات کے وقت اس کی بیوی خوردسالہ بیٹے کو لے کر حاضر ہوئی اور عرض کی کہ ہماری گذراوقات اور خورد سالہ لڑکیوں کے واسطے کچھ عنایت فرمائیں۔ حضرت دیوان عبدالسبحان نے رحم فرما کر بیکانیر پھر اس کو عطا کر دیا اور تاسن بلوغت اس خوردسالہ لڑکے کی خبر گیری آپ خود فرماتے رہے۔

شہر پناہ پاکپتن شریف آپ کے دور میں دوبارہ از سرنو تعمیر ہوا، روایت ہے کہ افغان قصوریہ وسیدان حجرہ شاہ مقیم آپ کے لشکر میں ملازم تھے۔ ان دونوں فریق میں کسی وجہ سے عداوت پیدا ہوگئی اور افغان سیدوں کو مارنے کے لیے مستعد ہوئے۔ شاہ دین و صدرالدین سیدوں نے استغاثہ کیا۔ آپ نے ان کے ہمراہ رات کے وقت پہلے سیدوں کے گھوڑوں کو آگے کیا اور پیچھے اپنا گھوڑا رکھا۔ کسی مخبر نے افغانوں کو خبر دی کہ سید پہلے ہیں اور آپ پیچھے ہیں۔ لیکن اتفاق سے گھوڑا دیوان صاحب کا آگے ہوگیا اور سیدوں کے گھوڑے پیچھے رہ گئے۔ افغانوں اور ان کے ساتھیوں اور ماہی گیروں نے بندوقیں چلائیں اور دیوان صاحب موصوف کو شہادت نصیب ہوئی۔ آپ کے اولاد نرینہ نہ تھی۔

(۲۱) حضرت دیوان غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ

سن جلوس ۱۱۹۷ھ، ۱۷۸۰ء

مزار شریف درگاہ عالیہ پاکپتن شریف

آپ اکیسویں سجادہ نشین آستانہ عالیہ فریدیہ مقرر ہوئے۔ جب دیوان عبدالسبحان بغیر اولاد نرینہ کے شہید ہوئے اور دختر دیوان محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا عقد نکاح دیوان غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا، اس وجہ سے خرقہ خلافت اور دستار دیوان غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہوا۔ دیوان غلام رسول دیوان تاج محمود کی اولاد سے ہیں اور تمام اقتدار دیوان عبدالسبحان کا آپ کو حاصل ہوا۔ آپ نہایت درجہ کے قبیلہ پرور تھے۔ روایت ہے کہ بعد شہادت دیوان عبدالسبحان کے: بعض مردان برادری اولاد دیوان فیض اللہ نے فساد کیا اور حاکمان وقت کے پاس تنازع برپا کیا۔ یہاں تک کہ کچھ عرصہ تک دیوان غلام رسول کو قلعہ روہتاس میں زیر حراست کرادیا۔ اس وقت ایک خدمتگار راد ہانامی گداگری کر کے کچھ افطار کے واسطے لاتا

اور آپ اس سے افطار فرماتے۔ بابا غلام فرید اور محمد پناہ سفارش کے لیے آئے۔ حاکم وقت نے اس دوران ایک خواب دیکھا کہ ایک لشکر جرار ہے جو یہ کہہ رہا ہے۔ اگر امان چاہتا ہے تو دیوان غلام رسول سے اپنی خطا معاف کرا۔ اس خواب سے بیدار ہو کر حاکم فوراً دیوان غلام رسولؒ کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا۔ بھاری نذرانہ ماحضر پیش کیا اور اسی وقت پالکی میں سوار کر کے فوج کے ساتھ پاکپتن روانہ کیا۔

(۲۲) حضرت دیوان محمد یارؒ بن دیوان غلام رسول رحمۃ اللہ

سن جلوس ۱۲۲۳ھ، ۱۸۲۴ء

مزار شریف درگاہ عالیہ پاکپتن شریف

آپ بائیسویں سجادہ نشین درگاہ معلیٰ ہیں۔ آپ نے خرقہ خلافت اور دستار اپنے والد بزرگوار دیوان غلام رسول رحمۃ اللہ سے حاصل کیا۔ اس زمانہ میں عملداری مہاراجہ رنجیت سنگھ کی شروع ہوئی تھی۔ دیوان محمد یار رحمۃ اللہ بڑے عالم اور صاحب زہد و تقویٰ تھے۔ ریاست سے دستبردار ہو کر ریاست کا انتظام خود رنجیت سنگھ کے حوالے کر دیا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ نے آخر کار واسطے لنگر و خرچ کے کچھ نقدی اور کچھ مواضعات مع پاکپتن شریف مقرر کر دیا جو اب تک قائم ہے اور کچھ جاگیر نواب بہاول خان کی طرف سے نقد و مواضعات اور کچھ نواب حیدر آباد کی جانب سے مقرر ہے۔ آپ نے بغیر اولاد نرینہ رحلت فرمائی۔

(۲۳) حضرت دیوان شرف الدین رحمۃ اللہ

سن جلوس ۱۲۴۳ھ، ۱۸۴۴ء

مزار شریف درگاہ پاکپتن شریف

آپ تیئسویں سجادہ نشین آستانہ عالیہ فریدیہ مقرر ہوئے۔ آپ دختر زادہ دیوان محمد یار رحمۃ اللہ تھے اور انہوں نے آپ کو سجادہ نشین مقرر فرمایا تھا۔ دیوان شرف الدین بڑے سخی مرد اور رحم دل تھے۔

(۲۴) حضرت دیوان اللہ جوایا رحمۃ اللہ

سن جلوس۔ ۱۲۶۱ھ، ۱۸۶۰ء

مزار شریف درگاہ عالیہ پاکپتن شریف

آپ چوبیسویں سجادہ نشین تھے۔ آپ کو اپنے برادر کلاں دیوان شرف الدین رحمۃ اللہ سے خرقہ خلافت اور دستار عطا ہوئی اور آپ کے دور سجادگی میں بہت سی تعمیرات از سر نو ہوئیں جن میں جامع مسجد فریدیہ، خانقاہ حضرت بابا فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ برج نظامی، اور کل حجرہ ہائے و کچہری دیوان صاحب اور خانقاہ عالیہ کی مرمت تجدید ہوئی۔ آپ بڑے سخی مرد اور دریا دل تھے۔

(۲۵) حضرت دیوان سید محمد چشتی رحمۃ اللہ

سن جلوس۔ ۱۳۰۰ھ، ۱۹۰۱ء۔ وصال مبارک۔ ۲۴ دسمبر ۱۹۳۳ء

مزار مبارک گنبد کلاں پاکپتن شریف۔

آپ پچیسویں سجادہ نشین درگاہ عالہ فریدیہ تھے۔ آپ دختر زادہ دیوان اللہ جوایا رحمۃ اللہ تھے جنہوں نے دیوان سید محمد چشتی رحمۃ اللہ کو متبنیٰ بنایا تھا۔ بعد وصال دیوان اللہ جوایا ان کے چچا سے دیوان سید محمد چشتی کی مقدمہ بازی رہی۔ آخر عدالت پریوی کونسل لندن کے فیصلے کے مطابق دیوان سید محمد چشتی کو پچیسواں سجادہ نشین مقرر کیا۔ پیر آف گولڑہ شریف قبلہ عالم پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ نے دوران مقدمہ بازی آپ کی رہنمائی فرمائی۔ حضرت دیوان غلام قطب الدین چشتی رحمۃ اللہ اور صاحبزادہ سید بختیار چشتی دونوں فرزند ارجمند تھے۔

(۲۶) حضرت دیوان غلام قطب الدین چشتی رحمۃ اللہ

سن جلوس۔ ۱۳۳۳ھ، ۱۹۳۴ء۔ وصال مبارک ۱۹۔ اگست ۱۹۸۶ء

آپ بعد وصال اپنے والد بزرگوار دیوان سید محمد چشتیؒ کے درگاہ عالیہ بے نیازی کے چھبیسویں سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک ۱۲ برس تھی اور ۵۲ سال تک مسند سجادگی پر رونق افروز رہے۔ بڑے سخی مرد تھے غریب پروری اور سخاوت میں بڑا نام تھا۔ آپ سے مسند سجادگی کا حسن اور دبدبہ تھا۔ تحریک پاکستان میں مسلم لیگ کے لیے آپ کی خدمات بے مثال ہیں۔ حضرت علاؤ الدین موج دریا رحمۃ اللہ علیہ کے بعد طویل ترین

سجادگی کا شرف حاصل ہے۔ بڑے معاملہ فہم اور دانا تھے۔ کچہری دیوان صاحب آپ کے دم قدم سے پُر رونق تھی۔ شاہان وقت کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ درگاہ عالیہ کا انتظام بڑے احسن طریقے سے چلایا بلکہ یوں کہا جائے تو بجا ہوگا کہ حق سجادگی ادا کیا۔ بڑے بڑے امراو رؤسا آپ کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوتے۔ آپ کے زمانہ سجادگی میں ایک تاریخی واقعہ بھی رونما ہوا، بہشتی دروازہ جو کہ دو راتوں کے لیے کھولا جاتا تھا یعنی شب چھ محرم اور شب سات محرم، آپ ہی کی کوشش سے یہ دروازہ پانچ راتوں کے لیے مخصوص ہوا کیونکہ ہزاروں لاکھوں زائرین اس سعادت سے محروم رہ جاتے تھے۔ اس عظیم مقصد کے لیے عمائدین اور معززین اور سجادگان نے بھی آپ کی اس تجویز پر لبیک کہا۔

ان میں بالخصوص حضرت میاں علی محمد خان صاحب رحمۃ اللہ سجادہ نشین بسی شریف آپ کے دست راست تھے جو کہ سرمایۂ خاندان چشت تھے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ کا مزار اقدس درگاہ بے نیازی کے صحن میں مرجع انام ہے۔ قبلہ دیوان غلام قطب الدین چشتی رحمۃ اللہ ہمہ گیر شخصیت تھے آپ کے در دولت سے دامے درمے سخنے فیض جاری رہا۔

(۲۷) حضرت قبلہ دیوان مودود مسعود البقا اللہ بن دیوان غلام قطب الدینؒ

سن جلوس۔ ۷۔۱۴۰۷ھ، ۱۹۸۶ء

قبلہ دیوان مودود مسعود چشتی ستائیسویں سجادہ نشین درگاہ معلیٰ مقرر ہوئے (البقا اللہ) آپ بڑے نفیس طبع اور کریم النفس ہیں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ ذہانت اور حافظہ میں کمال حاصل ہے، تخلیقی اور تحقیقی سوچ کے مالک ہیں۔ آپ کے والد بزرگوار قبلہ دیوان غلام قطب الدین چشتیؒ نے اپنی زندگی میں ہی آپ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ درگاہ عالیہ کے معاملات کو بحُسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔ بڑی پر وقار شخصیت ہیں، اپنے رفقا اور احباب کے ساتھ بڑی محبت اور شفقت فرماتے ہیں۔ کسی کی دل شکنی نہیں کرتے، بلند حوصلہ اور درگذر کرنے والے ہیں۔ سلمہ اللہ تعالیٰ

صاحبزادہ پیر احمد مسعود چشتی

آپ لخت جگر قبلہ دیوان مودود مسعود چشتی کے ہیں۔ صاحبزادہ صاحب نوجوان

ہیں درگاہ کے معاملات پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ بڑے متحرک ہیں، ذہین اور فطین ہیں۔ آپ کے والد نامدار نے آپ کو اپنا جانشین و ولیعہد نامزد فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں سلامت و با کرامت رکھے۔

نوٹ: بعد مکمل تحقیقات پریوی کونسل لندن نے دیوان سید محمد چشتی رحمۃ اللہ کے مقدمہ میں دیوان اللہ جوایا رحمۃ اللہ کو تیسویں سجادہ نشین قرار دیا ہے (بحوالہ کلکتہ جلد۲۲) دیوان محمد یونس رحمۃ اللہ کا نام بعض شجروں میں درج نہیں ہے۔

آستانہ عالیہ فریدیہ کے مزارات اور عمارات و تبرکات

قطب بحر و بر حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ کے مزار پر انوار کے علاوہ آپ کے صاحبزادوں اور صاحبزادیوں واہلیہ محترمہ اور پوتوں کے مزارات ہیں اور قرب وجوار میں کچھ عمارات ہیں، کچھ تبرکات ہیں۔

عمارات:

مسجد نظامی یا اولیاء مسجد۔ حجرہ صابری۔ جمالی برج۔ جامع مسجد فریدیہ۔

تبرکات:

حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ کا ایک جبہ مبارک۔ ایک جوڑا چرمی موزہ۔ عصا مبارک۔

تسبیح:

دو علم مبارک اور کاسہ چوبیں موجود تھے۔ ان میں سے کچھ تبرکات اب موجود نہیں ہیں۔

روضہ مبارک حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ

درگاہ عالیہ میں سب سے متبرک روضۂ اقدس حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ ہے جو اندرون و بیرون ممالک سے آنے والے زائرین زائرات کی نگاہوں کا مرکز ہے جہاں

سے لوگ اپنی مرادیں پاتے ہیں اور اس زمین نیاز کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتے ہیں۔ اس طاہر واطہر روضۂ اقدس پر ہر وقت انوار وتجلیات کا نزول رہتا ہے۔ آپ کا مزار پُر انوار منبع فیوض و برکات ہے. اس حجرہ پاک میں آپ کے مزار مقدس کے ساتھ دوسرا مزار مبارک آپ کے صاحبزادے اول سجادہ نشین دیوان بدرالدین سلیمان رحمۃ اللہ کا ہے جو زہد و تقویٰ میں عالی مرتبت تھے۔

حضرت اقدس کے روضہ کی عمارت میں ہر اینٹ پر ایک قرآن پاک کا ختم دیا گیا ہے اور یہ عمارت آپ کے محبوب ترین مرید خلیفہ و جانشین حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ کی نگرانی میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ اس کی تعمیر میں سینکڑوں حفاظ کرام شامل تھے اور باوضو معماروں نے اسے تعمیر کیا۔

روضہ مبارک حضرت علاؤالدین موج دریا رحمۃ اللہ

دوسرا بڑا گنبد جو بڑا وسیع و عریض ہے یہ روضہ مبارک حضرت موج دریاؒ فرزند ارجمند حضرت بدرالدین سلیمان بن حضرت خواجہ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ یہ حضور بابا صاحب کے پوتے ہیں۔ ان کا تفصیلی ذکر ہو چکا ہے۔ زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔ سلطان محمد تغلق اور فیروز شاہ تغلق کو بادشاہ بننے کی نوید آپ نے ہی سنائی تھی اور سلطان محمد تغلق آپ کا مرید تھا۔ حضرت کے وصال کے بعد یہ عالی شان گنبد اسی بادشاہ نے تعمیر کروایا۔ لکڑی اور اینٹوں میں آیات قرآنی اور روضہ کی تعمیر کا سن کندہ ہے۔ اسی گنبد میں جانب مشرق ایک مسقف چار دیواری ہے۔ جس میں حضور بابا صاحب کی اہلیہ محترمہ اور دو صاحبزادیوں کے مزارات ہیں۔ ان پر پردہ پڑا رہتا ہے کہ یہ عفت مآب خواتین کے مزارات ہیں۔

اسی گنبد میں پچیسویں سجادہ نشین دیوان سید محمد چشتی کا مزار مغربی دیوار کے سایہ میں ہے اور شرقی دیوار کے سائے میں چھبیسویں سجادہ نشین دیوان غلام قطب الدین چشتی کا مزار ہے جو موجودہ سجادہ نشین قبلہ دیوان مودود مسعود چشتی کے والد گرامی ہیں۔

نظامی مسجد:

حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ اور حضرت موج دریا رحمۃ اللہ کے مزارات کے درمیان نظامی مسجد ہے، سنگ مرمر کی بنی ہوئی انتہائی نفیس گویا کہ یہ چھوٹی سی مسجد ہے مگر فضیلت کے

اعتبار سے بڑی بلند پایہ ہے۔ یہ مسجد حضور سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء کا عبادت خانہ ہے اسے اولیاء مسجد بھی کہتے ہیں۔ روایت مقبول عام ہے کہ اس مسجد میں ہر روز ایک ابدال یا صاحب نعمت درویش آتا ہے اور عبادت کرتا ہے۔ نیز اس مسجد میں نوافل ادا کر کے جو دعا مانگی جائے اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔

جس جگہ یار کا نقش کف پا ہوتا ہے
بس وہیں کعبہ ارباب وفا ہوتا ہے

روضہ شیخ شہاب الدین گنج علم رحمۃ اللہ:

حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ کے روضہ شریف سے جانب مغرب حضرت گنج علم رحمۃ اللہ کا روضہ شریف ہے جو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ کے صاحبزادے تھے۔ نہایت عالم فاضل حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ کی مجلس میں جب علمی گفتگو کا آغاز ہوتا تو آپ ہی سے گفتگو کی شروعات ہوتی۔ آپ کے عرس مبارک پر جب روضہ کو غسل دیا جاتا ہے تو وہ پانی کند ذہن بچوں کے لیے اکسیر ہوتا ہے اور کئی امراض کے لیے شفا ہے۔ دوسرا مزار دیوان اللہ جوایا صاحب کا ہے جو آستانہ عالیہ کے چوبیسویں سجادہ نشین تھے۔ دیوان سید محمد رحمۃ اللہ انہی کے متبنیٰ تھے۔ روضہ اطہر خواجہ شہاب الدین گنج علم رحمۃ اللہ کی شرقی دیوار میں ایک پتھر لگا ہوا ہے یہی وہ جگہ ہے جہاں حضور گنج شکر رحمۃ اللہ کے جسد پاک کو بطور امانت رکھا گیا تھا۔

حجرہ صابری:

حضرت مخدوم علاوالدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کا عبادت خانہ ہے، لنگر تقسیم کرنے کے بعد آپ حجرہ شریف چلے جاتے اور زہد وعبادت میں مشغول رہتے۔

بر زمینے کہ نشان کف پائے تو بود
سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

اس حجرہ مبارک کی تعمیر حضرت مخدوم پاک کے روضہ مبارک کی طرز پر کی گئی ہے اور روضہ مبارک کا ہی گمان ہوتا ہے

تیرا نقش پا جو نہ مل سکا تیرے رہگزر کی زمیں سہی
ہمیں سجدہ کرنے سے کام ہے جو وہاں نہیں تو یہاں سہی

جمالی برج:

آستانہ عالیہ میں گوشہ مشرق وجنوب میں واقعہ ہے۔ یہ حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ کے خلفیہ اول مخدوم جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ صاحب جو قطب جمال رحمۃ اللہ کے نام نامی اسم گرامی سے موسوم تھے۔ جب حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو یہاں عبادت وریاضت میں مشغول ہوتے، اہل نظر جانتے ہیں اس مقام پر کتنا انوار کا نزول ہوتا ہے۔ جب حضرت خواجہ میاں علی محمد خان صاحب بسی شریف رحمۃ اللہ پاکپتن شریف میں سکونت پذیر ہوئے تو یہ آپ کا بھی عبادت خانہ تھا۔

روضہ عبداللہ نور رنگ نوری:

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ کے روضہ شریف کے جانب جنوب تقریباً دوسو گز کے فاصلہ پر یہ واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ حضور بابا صاحبؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ آپ صغیر سنی میں وصال فرما گئے۔ بابا صاحبؒ کے عرس مبارک پر اس روضہ میں بہت ہجوم ہوتا ہے۔

روضہ حضرت مولانا سید بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ:

آپ حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ کے مرید وخلیفہ داماد اور خادم خاص ہیں۔ یہ روضہ مبارک شہر کے عین وسط میں قدیم جامع مسجد کے صحن میں ہے اور آپ کے مزار پاک پر حاضری سعادت دارین ہے۔ دعاؤں کی قبولیت کا مظہر ومرکز ہے۔ آپ کا شمار حضرت اقدس کے جانثاروں میں بڑا ارفع ہے۔ حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ آپ کو اپنا استاد مانتے تھے اور آپ کا بڑا ادب کرتے تھے اور دل وجان سے آپ کا احترام کرتے۔

مسجد تغلق بادشاہ:

یہ مسجد شہر کے بازار کلاں میں واقع ہے اور اسے ہندوستان کے فرمانروا سلطان محمد تغلق نے تعمیر کروایا تھا۔ یہ حضرت گنج شکرؒ کے پوتے اور تیسرے سجادہ نشین حضرت علاؤالدین موج دریاؒ کا مرید تھا۔ اس مسجد کی خستہ حال عمارت کی جگہ اب نئی تعمیر شدہ مسجد موجود ہے۔

روضہ شیخ مودود چشتی رحمۃ اللہ:

یہ روضہ شریف شہر کے جنوبی حصہ میں کچھ فاصلے پر ہے۔ یہ جگہ گودڑی بابا صاحب رحمۃ اللہ کے نام سے مشہور ہے جہاں حضرت اقدس نے سب سے پہلے قیام فرمایا تھا اور گودڑی مبارک تیار کی تھی۔ شیخ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت کے پوتے ہیں اور یہیں آپ کا مدفن ہے۔

روضہ حضرت خواجہ عبدلعزیز مکی علمبردار صحابی رسول علیہ السلام

یہ روضہ شریف حضرت شیخ مودود چشتی رحمۃ اللہ کے مزار سے آگے جانب مغرب تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر ہے اور مرجع خلائق ہے۔ آپ حضور بابا صاحبؒ کی تشریف آوری سے بہت پہلے یہاں تشریف لائے اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ اکثر آپ کے مزار پاک پر حاضری کے لیے تشریف لے جاتے۔

حضرت خواجہ عبدالعزیز مکی علمبردار اصحاب رسول علیہ السلام میں سے ہیں اور قلندرانہ طریق رکھتے تھے۔ قلندر وہ ہوتا ہے جو اپنے حال و مقامات سے گذر گیا ہو۔ شریعت و طریقت کی منازل بغیر کسی فروگذاشت کے تکمیل کے مراحل طے کر کے خواص میں داخل ہو چکا ہو اور جو بحر وجود اور دریائے شہود میں مستغرق رہتا ہو۔ قلندری بھی نامردگی میں ملتی ہے۔ قلندر سریانی زبان میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک اسم مقدس ہے۔

سرور کائنات علیہ السلام نے حضرت عبدالعزیز مکی رحمۃ اللہ علیہ کو قلندر بنا دیا۔ آپ سلسلہ قلندریہ کے سرخیل ہیں۔ آپ حضرت صالح علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی عمر چھ سو سال ہوئی۔ آپ کو حضور اکرم علیہ السلام کا علمبردار ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ایسی کئی مثالیں موجود ہیں کہ آنحضرت علیہ السلام کے زمانہ میں کئی اصحاب کی عمریں بہت طویل ہوئی ہیں۔

حضرت عبدالعزیز مکی رحمۃ اللہ پر اکثر حالت سکر طاری رہتی تھی اور اسی حالت میں ماہ و سال گذر جاتے تھے۔ حضرت مولانا عبدالقادر ماسطی رحمۃ اللہ نے تحریر کیا ہے کہ آپ حضور اکرم علیہ السلام کے ہمراہ غزوہ میں نکلے کہ راستہ میں آپ پر حالت سکر طاری ہوئی اور تیس سال بعد اس وقت ہوش میں آئے جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگ صفین ہوئی۔

آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہاتھ پر بیعت کی اور جنگ صفین میں شریک ہوئے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جناب حسنین کریمین کے ہاتھ پر بھی بیعت کی اور ایسے ہی کئی مرتبہ حالت سکر طاری ہوا۔ کئی دفعہ دفن ہوئے اور پھر قبر سے باہر آ گئے۔ آخر چوتھی مرتبہ موجودہ سردابہ پاکپتن شریف میں یہ کہہ کر داخل ہوئے کہ اب امام مہدی کے ظہور ہونے پر باہر آؤں گا اور ان کی زیارت کروں گا۔ (واللہ علم)

حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی چلہ گاہیں

حضور شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے دور دراز علاقوں کا پاپیادہ سفر کیا۔ اکثر و بیشتر مقامات پر معتکف بھی ہوئے۔ ان میں برصغیر کے علاوہ بیت المقدس میں بھی آپ کی چلہ گاہ موجود ہے جو کہ زاویہ فرید اور فرید ہندی کے نام سے موسوم ہے۔

اس کے علاوہ اجمیر شریف۔ دہلی۔ کلر کہار۔ چاٹگام۔ فرید آباد۔ منگھو پیر۔ ریواڑی۔ ہوشیار پور۔ جالندھر۔ ہانسی۔ ریاست فرید کوٹ۔ اوچ شریف۔ سرسہ۔ ٹبہ بابا فرید، لاہور۔

ان تمام مقامات پر آپ کی چلہ گاہیں موجود ہیں اور مرجع خلائق ہیں۔ یہاں صرف لاہور کی چلہ گاہ کا تبرکاً ذکر کیا جاتا ہے۔

یہ چلہ گاہ ضلع کچہری کی مغربی جانب واقع ہے۔ انتہائی بابرکت اور پر رونق مقام ہے۔ درگاہ حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ نسبت خواجۂ اجمیرؒ کی محبت میں اعتکاف فرمایا اور ان دونوں برگزیدہ ہستیوں کے احترام میں کچھ فاصلہ پر اس ٹبہ پر قیام فرما ہوئے جو کہ سطح زمین سے تقریباً بیس فٹ بلند ہے۔ چلہ گاہ کی قدیم عمارت لکھوری اینٹ سے تعمیر ہوئی تھی۔ اس چلہ گاہ کے پرانے خدام ملک عبدالغفور مرحوم اور خواجہ عبدالحمید چشتی نظامی مرحوم جنہوں نے اپنی تمام عمر چلہ گاہ کی خدمت میں وقف کی، ان کے مدفون بھی یہیں بنے۔ غالباً پچیس برس قبل ایک خدمت گار حاجی محمد اشفاق (البقا اللہ) نے عمارت پر ایک گنبد تعمیر کروایا۔ اس کے بعد ایک اور مخلص جو کہ اس چلہ گاہ کے قرب میں رہتے ہیں حاجی محمود اصغر

(البقاالله) انہوں نے چلہ گاہ سے منسلک جامع مسجد کی تعمیر از سر نو شروع کی اس کار خیر میں ان کے عزیز و اقارب نے بھی حصہ لیا پھر چلہ گاہ کی تعمیر کا مرحلہ آیا۔ ایک مخلص میاں فضل حسین صاحب (البقاالله) نے دل کھول کر اس موقع پر کثیر رقم فراہم کی اور حضرت کے اس حجرہ مبارک پر گنبد خضرا کی طرز پر عالی شان گنبد تعمیر کیا گیا ہے۔ تمام چلہ گاہ کی تزئین اور آرائش دیدنی ہے۔ اس کی تعمیر میں حاجی محمود اصغر صاحب کی شبانہ روز کاوشوں کا بڑا دخل ہے اور اپنی گرہ سے بھی زر نقد خرچ کیا۔ اس خدمت میں جن حضرات نے دامے درمے سخنے حصہ لیا اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کیونکہ یہ کوئی معمولی کام نہ تھا اس بابرکت جگہ پر روزانہ بڑی تعداد میں زائرین حاضری کے لیے آتے ہیں اور جمعرات کو بالخصوص دور دراز سے حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ کے غلام بڑی عقیدت و احترام سے یہاں اپنی جبین نیاز خم کرتے نظر آتے ہیں۔ اس دن تل دھرنے کو جگہ نہیں ہوتی۔ محفل سماع کے اختتام پر دعا ہوتی ہے اس دعا میں بڑی تعداد میں زائرین شامل ہوتے ہیں۔ قبلہ دیوان مودود مسعود چشتی کے والد بزرگوار دیوان غلام قطب الدین رحمۃ اللہ جب بھی لاہور تشریف لاتے تو زیادہ تر یہیں قیام پذیر ہوتے۔ حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ کے سالانہ عرس مبارک پر چار محرم الحرام کو عرس کی تقریبات کا آغاز صاحبزادہ میاں چاند مسعود چشتی کی آمد پر ہوتا ہے۔ پانچ اور چھ محرم الحرام کو کم و بیش ایک لاکھ عقیدت مند جن میں مرد و زن سبھی ہوتے ہیں ایک خاص نیاز میٹھی کھچڑی کا چڑھاوا چڑھاتے ہیں۔ یہ ایک خاص رسم ہے جو کہ صدیوں سے جاری و ساری ہے۔

حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ نے جہاں بھی قیام فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس جگہ کو گل و گلزار بنا دیا۔ اس چلہ گاہ پر حضرت کے فیض کے چشمے ابل رہے ہیں، زائرین مرادیں حاصل کرتے ہیں۔ یہاں لنگر کا بھی وسیع انتظام ہے۔ زائرین چشتی لنگر سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ لنگر کا خصوصی انتظام بھی عقیدت مند کرتے ہیں۔ عرف عام میں یہ چلہ گاہ بابا فرید کے نام سے معروف ہے۔

باب الجنت

من دخل هذا الباب امن

جو داخل ہوا اس دروازہ سے اس کے لیے امان ہے۔

عرف عام میں اسے بہشتی دروازہ کہا جاتا ہے۔ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے عرس مبارک کی اہم رسم ہے۔

حضور خواجہ گنج شکر رحمۃ اللہ کے روضۂ اقدس کے دو دروازے ہیں۔ ایک جانب مشرق نوری دروازہ کہلاتا ہے جس سے عام دنوں میں زائرین داخل ہو کر حضرت کے مزار پاک پر حاضر ہوتے ہیں یہ دروازہ تقریباً گیارہ ماہ تک کھلا رہتا ہے۔ دوسرا دروازہ جانب جنوب ہے اسے بہشتی دروازہ کہتے ہیں جو صرف پانچ راتوں کے لیے کھلتا ہے یعنی پانچ محرم الحرام سے لے کر دس محرم الحرام کی صبح تک۔

بہشتی دروازہ کی تاریخی حیثیت:

بعد وصال حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ آپ کے روضۂ منور کی تعمیر آپ کے محبوب مرید وخلیفہ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ اور حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ کے صاحبزادگان کے باہمی مشورہ سے ہوئی۔ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ کے تشریف لانے سے پہلے جسد اطہر کو امانت کے طور پر حضرت شہاب الدین گنج علم رحمۃ اللہ کے روضہ پاک میں دفن کیا گیا جہاں اب بھی ایک پتھر کا نشان موجود ہے۔

حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ نے جس رات وصال فرمایا اسی رات حضرت محبوب الٰہی کو آگاہی ہوئی کہ ان کے پیر و مرشد اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف تشریف لے گئے ہیں۔ آپ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ نے فوراً دہلی سے پاکپتن شریف کا قصد فرمایا۔ پانچ یا سات دن بعد حاضر ہوئے اور یہ تجویز فرمایا کہ حضرت اقدس کی تدفین اسی حجرۂ عریف میں کی جائے جہاں آپ قیام فرماتے تھے۔ یہ حجرہ پاک وہ بابرکت جگہ ہے جو صالحین اور عارفین کی قبلہ گاہ ہے۔ جب تعمیر شروع ہوئی تو حضرت محبوب پاک نے حفاظ کرام کو اکٹھا کیا جن میں حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ کے مریدین کی کثیر تعداد تھی۔ دریائے ستلج جو قریب بہتا تھا ہر اینٹ کو اس کے

پانی سے غسل دیا جاتا اور حفاظ کرام نے ہر اینٹ پر ایک قران پاک کا ختم دیا۔اس طرح آپ کے روضۂ منور کی ہر اینٹ پر قرآن پاک پڑھا گیا ہے اور باوضو معماروں نے اس طرح تعمیر مکمل کی۔ جب حضور زہد الانبیاء حریق المحبت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ کا جسد مبارک موجودہ جگہ منتقل کیا گیا تو اس وقت امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ معی آل اطہار اور صحابۂ کبار جلوہ فرما ہوئے اور ایک کثیر تعداد جلیل القدر اولیائے عظام بھی موجود تھے۔

سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ نے یہ نظارہ کیا تو خاص کیفیت ہوئی۔ حضور سرورِ کائنات ﷺ سے فرمان جاری ہوا۔اے نظام الدینؒ! تو با آواز بلند کہہ دے کہ بشارت ہے مغفرت کی سب جن وانس کے لیے جو اس دروازہ میں داخل ہوا، اس کے لیے امان ہے یعنی من دخل هذه الباب امن ۔یہ الفاظ بہشتی دروازہ پر کندہ ہیں۔ چنانچہ حالت سنبھلنے کے بعد حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ نے با آواز بلند اعلان فرمایا اور یہ نعرہ مستانہ بھی بلند کیا اللہ محمد چار یار حاجی خواجہ قطب فرید۔ جب بہشتی دروازہ کی قفل کشائی ہوتی ہے تو اس طرح دستک (تالیاں بجاکر) یہی نعرہ بلند کر کے کھولا جاتا ہے۔اس وقت لاکھوں زائرین حق فرید یا فرید کی صدائیں بلند کرتے ہیں اور فضا فرید فرید کے نعروں سے گونج اٹھتی ہے یہ منظر بڑا دیدنی ہوتا ہے۔

روضۂ اطہر کے باہر ایک چھوٹا سا حجرہ سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے جس میں قرآن کریم اور پھول رکھے جاتے ہیں۔

روایت ہے کہ اسی جگہ سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ ﷺ تشریف فرما ہوئے۔ یہ سارا واقعہ صاحب جواہر فریدی نے لکھا ہے۔ گذشتہ سات صدیوں سے زائد عرصہ گذر چکا ہے اس دروازہ سے کاملین، واصلین، عارفین و عاشقین جو کہ صاحب باطن اور صاحب نظر ہوتے ہیں کو گزرتے ہوئے۔

انہی پاکیزہ اور برگزیدہ ہستیوں کے بقول یہ دروازہ دراصل حضرت اقدس کے سرہانے مبارک کی جانب ہے

آداب رسالت مآب ﷺ کو مدنظر رکھتے ہوئے اس دروازہ کو سنگ مرمر کی جالی

لگا کر بند کر دیا گیا ہے۔ سرور کائنات ﷺ اسی دروازہ سے داخل ہوئے اور صدر دروازہ سے تشریف لے گئے۔ کیونکہ آقا کریم ﷺ کا پائینتی دروازہ سے داخل ہونا خلاف عقل وفکر ہے۔ چونکہ مقام صد ہزار ادب ہے اسی لیے جالی لگا کر بند کر دیا گیا ہے اور مریدین اور عقیدت کیشوں کو جنوبی دروازہ سے گزرنے کی اجازت فرمائی ہے۔ کیونکہ حاجت مند ہمیشہ قدم بوس ہوتا ہے۔ آداب درگاہ کا لحاظ ادب یہ ہے کہ آرام فرما ہستی کے پائیں جانب سے داخل ہونا صد افتخار اور سعادت مندی ہے۔ یہ دروازہ امان صدیوں سے اسی شان طریقت سے کھلتا ہے اور ہر سال ان پانچ راتوں میں پانچ لاکھ سے زائد عقیدت منداس سے گذرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ یہ وہ مقام خیر ہے جہاں شر کا گذرنا ممکن ہے۔ اسنادذیل سے اس میں سے گذرنا بالکل مباح ہے۔

حضور سرور سروران رحمت دو جہاں اور صالحین کی تشریف آوری اور پھر خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی جیسی ہستی کی زبان مبارک سے سرور کونین خاتم الانبیاء کے فرمان عالی شان کا اعلان فرمانا کس کی مجال ہے جو انکار کرے۔

حضرت قطب العالم شہید المحبت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشیؒ نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ کو بشارت دی۔ اے فرید! تیرے مرقد کے پائیں انداز ایک ایسا دروازہ ہوگا کہ تاقیامت جو اس دروازہ سے گزرے گا اس پر آتش دوزخ حرام ہوگی۔

جن دنوں حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ دہلی میں اپنے پیر مرشد کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ ایک دن حکم ہوا کہ فرید بازار جاؤ اور شیرینی لاؤ کہ آج میرے دادا مرشد خواجہ خواجگان خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ کا ختم شریف ہے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ بازار گئے۔ حلوائی کی دوکان پر پہنچے تو ایک طرف ڈھول کی آواز اور ہجوم دکھائی دیا حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ نے حلوائی سے دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ حلوائی نے عرض کیا کہ آج خواجہ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ پر وجدانی کیفیت ہے۔ انہوں نے اعلان فرمایا ہے کہ جو شخص آج ان کو دیکھ لے گا وہ جنتی ہے۔ پہلے تو لوگ ان کے آستانہ پر حاضر ہو کر زیارت کر لیتے تھے مگر آج اس خیال سے اعلان فرمایا ہے کہ معذور اور ضیعف العمر اشخاص بھی دیکھ لیں۔ خواجہ صاحبؒ نے ہاتھی پر سوار ہو کر شہر میں گھومنا شروع کر دیا۔ اتنے میں ہجوم قریب آیا اور سواری حضرت نجم الدین

کبریٰ رحمۃ اللہ بھی قریب آئی تو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ حلوائی کی دوکان میں داخل ہو گئے اور آنکھیں بند کر لیں۔ جب ہجوم گزر گیا تو بابا صاحب رحمۃ اللہ شرینی لے کر خواجہ قطب العالم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خواجہ نے دیر سے آنے کی وجہ دریافت فرمائی تو آپ نے سارا ماجرہ سنا دیا۔ قطب العالم نے فرمایا، اے فرید! تم نے بھی زیارت کی ہے۔ حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ نے عرض کی حضور نہیں میں حلوائی کی دکان میں آنکھیں بند کر کے بیٹھ گیا تھا۔ قطب العالم نے وجہ پوچھی تو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ نے عرض کیا۔ کہ حضور میں اس جنت کا طالب نہیں جس میں آپ کی جلوہ گری نہ ہو۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ کا جواب سن کر خواجہ قطب العالم مسرور ہوئے اور فرمایا حضور سرور کائنات علیہ السلام نے خود فرمایا ہے کہ میری قبر اور منبر کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کی کیاریوں میں ایک کیاری ہے۔ اس فرمان کی رو سے بہشتی دروازہ اتباع نبوی کی دلیل ہے۔ امام الاولیاء مخدوم سیدنا علی بن عثمان ہجویری نے کشف المحجوب میں اور حضرت مولانا جامی قدس سرہ السامی نے نفحات الانس میں فرمایا ہے۔ ابونصر سراج رحمۃ اللہ جو کہ جلیل القدر اولیاء اللہ تھے انہوں نے اپنے انتقال سے پہلے فرمایا، بفضلہٖ تعالیٰ جو میت میرے مزار کے سامنے لائی جائے گی اس کی بخشش ہو جائے گی۔

ایسا ہی حضور پُر نور شافع یوم النشور علیہ السلام کا فرمان ہے حضرت عمرؓ سے فرمایا۔ میری امت میں ایک شخص اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہوگا۔ ان کی نشانیاں بھی بیان فرمائیں اور فرمایا جب تم اس سے ملو تو میرا سلام کہنا اور ان سے دعا کرانا۔ کیونکہ اس پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے وہ پروردگار عالم کے نزدیک بڑا بزرگ تر ہے۔ اگر وہ خدا کی قسم کھالے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو سچا کر دے اور قیامت کے دن اس کی دعا کی برکت سے قبیلہ ربیع اور مفر کی بکریوں کی تعداد کے برابر میری امت کے لوگوں کی شفاعت ہوگی۔ ان مِستند روایات سے ثابت ہے کہ حضور کی امت میں ایسے اولیاء اللہ موجود ہیں جو امت کی بخشش کی دعا کرنے والے ہیں اور ان نفوس قدسیہ کی برکت کے سبب امت کی بخشش کا سامان بنیں گے۔

حاضرین مجلس ایں نیست دعائے خیر مدد کیندار۔

اس وقت نقیب بلند آواز سے دعائیہ کلمات کہتا ہے۔ آمین کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ بعد ختم دعا حضرت دیوان صاحب اپنے دست مبارک سے پسی ہوئی شکرتری کا تبرک تقسیم کرتے ہیں۔ نصف شکر تقسیم کر کے دعائے خیر کے بعد روضہ مبارک سے باہر آجاتے ہیں، روضہ مبارک کا دروازہ بند کر دیا جاتا ہے۔ پھر روضہ مبارک حضرت علاوالدین موج دریا کے اندر تشریف لے جا کر بقیہ شکر تقسیم کرتے ہیں۔ اس سے فارغ ہو کر حضرت دیوان صاحب سماع خانہ میں آجاتے ہیں اور اپنے سجادہ پر بیٹھ جاتے ہیں جس کے گرد جنگلہ لگا ہوا ہے۔

حاضرین صف بستہ مودب کھڑے رہتے ہیں۔ اس جگہ پھر ختم شریف پڑھا جاتا ہے۔ اس جگہ نیاز شربت کی کوزہ ہائے گل پختہ اور مشتری وجلہ پر کی جاتی ہے اور یہ نیاز شہدائے کربلا۔ آئمہ طاہرین اہلبیت اطہار اور خواجگان چشت کی ہوتی ہے۔ پہلے شربت کے کوزہ اور پھر مشتری وجلہ کا تبرک حضرت دیوان صاحب خود تقسیم کرتے ہیں۔

ختم شریف سے فارغ ہو کر حضرت دیوان صاحب روضہ شریف کے اندر چلے جاتے ہیں، ان کے ساتھ درگاہ عالیہ کا ایک خاص خادم ہوتا ہے۔ دروازہ بند کر کے مزارات کی صفائی اور غلاف تبدیل کیا جاتا ہے۔

اور پھر مراقبہ میں حضرت کی جانب رجوع کر کے کچھ دیر بیٹھے رہتے ہیں اور تسکین قلب وروح کے بعد باہر آجاتے ہیں۔ اس دوران قوال حضرات اقوال بزرگان پڑھتے رہتے ہیں۔

پھر دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ دیوان صاحب دروازہ کے باہر ایک طرف مودب کھڑے ہو کر سماع سنتے ہیں۔ یہ مجلس نہایت روح پرور ہوتی ہے۔ پھر جس جلوس کے ساتھ آئے تھے اسی کے ساتھ واپس (کچہری دیوان صاحب) چلے جاتے ہیں۔ سہ شنبہ یا جمعہ کا دن ہو تو سجادہ نشین صاحب روضہ مبارک کا طواف کرتے ہیں۔

سہ شنبہ اس لیے کہ یوم وصال حضرت گنج شکرؒ ہے اور جمعہ یوم السعید ہے۔ اس کیف وسرور کا بیان کرنا محال ہے۔ یہ ختم شریف ۲۵ ذوالحجہ سے ۵ محرم الحرام تک انہی قدیمی

رسومات کے ساتھ دلایا جاتا ہے۔

یکم محرم الحرام سے مذکورہ بالا ختم شریف کے علاوہ نماز عصر کے بعد یہ محفل ایک اور عرفانی اور وجدانی انداز سے منعقد ہوتی ہے۔ محفل سماع کا آغاز ہوتا ہے حضرت دیوان صاحب حسب دستور جلوس کی شکل میں آستانہ عالیہ پر آتے ہیں۔

جلوس کے آگے ایک گھڑیال۔ ایک کھجور کی شاخوں کا مورچھل ایک پنکھا بردار۔ ایک نقیب جو سب سے آگے چلتا ہے۔ پنکھا پر پنجتن پاک کے اسمائے گرامی اور ایک پنجہ بنا ہوتا ہے۔ قبلہ دیوان صاحب شمالی دروازہ سے داخل ہوتے ہیں اور روضہ حضرت موج دریا رحمۃ اللہ کے عقب سے گزر کر اپنے سجادہ پر عصا مبارک ٹیک کر مودب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہاتھ میں تسبیح ہوتی ہے جس پر اسم اعظم چشتیہ پڑھتے رہتے ہیں۔

گجر کی آواز کے بعد قوال حضرات مخصوص انداز میں مخصوص عارفانہ کلام پڑھتے ہیں۔ حاضرین نوری دروازہ تک دو رویہ ہاتھ باندھے مودب کھڑے رہتے ہیں۔ قوال دیوان صاحب کے سامنے سے چل کر روضہ حضرت موج دریا رحمۃ اللہ کے سامنے تھوڑا توقف کر کے روضہ حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ کے نوری دروازہ تک چلے جاتے ہیں۔ روضہ شریف کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور جب قوال حضرات کلام پڑھتے ہوئے واپس لوٹتے ہیں تو دروازہ بند کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح کچھ توقف کے بعد تین دفعہ یہی عمل دہرایا جاتا ہے۔ دیوان صاحب کھڑے ہو جاتے ہیں۔

قوالوں کے ساتھ تین صوفی حضرات سفید لباس زیب تن کیے ایک ایک باری باری آتے اور جاتے ہیں۔ اس موقعہ پر قبلہ دیوان صاحب کوڑیاں لٹاتے ہیں جو زائرین کے لیے خاص تبرک ہوتا ہے جو وہ اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔

ان رسوم کے بعد پھر ختم شریف ہوتا ہے اور شکر کا تبرک تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد قبلہ دیوان صاحب واپس چلے جاتے ہیں۔ یہ عمل پانچ محرم تک جاری رہتا ہے۔

۵ محرم الحرام کو حسب دستور صبح کو ختم شریف اور بعد نماز عصر سماع اور بعد ختم شریف ہوتا ہے۔ کیونکہ ۵ محرم الحرام یوم وصال حضرت گنج شکرؒ ہے اس روز ختم شریف و نیاز حضرت کی ہوتی ہے۔

بہشتی دروازہ کی قفل کشائی:

۵ محرم الحرام کو ایک خاص رسم جو اس عرس پاک کی مناسبت سے ہے بڑی شان و شوکت سے ادا کی جاتی ہے جسے بہشتی دروازہ کی رسم کہتے ہیں جس کا مفصل ذکر درج کیا جا چکا ہے۔ قدیم دور کے مطابق اس میں بعض اوقات نماز کے لحاظ سے دیر بھی ہو جاتی ہے۔

یعنی روزانہ کی محفل سماع کی رسم سے واپس جا کر دوبارہ عصر اور مغرب کے درمیان حضرت دیوان صاحب جلوس کی صورت آستانہ عالیہ آتے ہیں۔ چوبدار۔ نقیب۔ گھڑیالی اور کچھ خاص خدام جن کی رسومات سے وابستگی ہے ساتھ ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ تمام چشتیہ درگاہوں کے سجادگان مشائخ عظام اور معززین بھی جلوس میں ساتھ ہوتے ہیں۔ نقارچی اپنے مقام پر نقارہ بجاتا رہتا ہے۔ نقیب با آواز بلند اللہ محمد چار یار حاجی خواجہ قطب فرید کا نعرہ بلند کرتا جاتا ہے۔ گھڑیالی گجر کی آواز سے دیوان صاحب کی روانگی اور آمد کا پتہ دیتا ہے۔ قوال حضرات جلوس کے پیشرو عارفانہ کلام دف کے ساتھ پڑھتے جاتے ہیں۔

درگاہ شریف میں داخل ہو کر قوال حضرات قوالی جاری رکھتے ہیں اور دیوان صاحب روضہ شریف کے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر کے مزارات کی خدمت کے فرائض انجام دے کر بعد دعا زعفرانی دستاریں جن کو عرف عام میں پیچہ کہا جاتا ہے، حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ کے مزار مقدس سے اپنے سینہ کے درمیان لا کر مس کرتے ہیں۔ پہلے ایک زعفرانی دستار اپنے سر پر باندھتے ہیں اور کچھ صاحبزادگان خاندان فریدیہ اور دیگر مشائخ عظام سجادگان کو اپنے دست مبارک سے عنایت کرتے ہیں۔

پھر دعا کے بعد باہر تشریف لاتے ہیں اور نوری دروازہ بند کر کے حجرہ قدم مبارک کے اوپر سے بہشتی دروازہ کے مرمع دالان میں بہشتی دروازہ پر پہنچ جاتے ہیں۔

اس جگہ ترقی دین اسلام، استحکام ملک وملت کے لیے دعا کرتے ہیں۔ دعا کے بعد چابی لگا کر قفل بہشتی دروازہ کھولتے ہیں، اس کے بعد تین تالیاں بجا کر دروازہ کھول کر اندر داخل ہو جاتے ہیں۔ اس وقت زائرین بھی زور وشور سے تالیاں بجاتے ہیں۔ اللہ محمد چار یار حاجی خواجہ قطب فرید کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔

فرید فرید کے نعرے لگتے ہیں۔ اس وقت ایک روح پرور سماں ہوتا ہے، فضا میں نور کی چادر چھائی ہوتی ہے۔

جمال و جلال کے پر کیف نظارے ایک وجدانی صورت میں ظہور میں آتے ہیں۔ روح کو جمال فرید کے جلوے یہ تسلیم کرا دیتے ہیں

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

جب دیوان صاحب بہشتی دروازہ کے اندر داخل ہوتے ہیں تو ہر دو مزارات یعنی حضرت گنج شکرؒ اور اول سجادہ نشین دیوان بدرالدین سلیمانؒ پر شکر کا شربت پیالیوں میں رکھا ہوتا ہے۔ جن پر حضرت شاہ بدیع الدین شاہ مدار رحمۃ اللہ علیہ کا ختم دلایا جاتا ہے اسے نوش کر کے نوری دروازہ سے باہر آ جاتے ہیں۔ بعد نماز مغرب بقیہ ہزاروں پیچہ ہائے زعفرانی ایک بلند چوبی تخت پر بیٹھ کر زائرین میں تقسیم کرتے ہیں۔ حضرت دیوان صاحب کے ساتھ مشائخ کرام سجادگان بہشتی دروازہ گزرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں پھر زائرین بہشتی دروازہ سے گزرتے رہتے ہیں۔

پھر پیچہ ہائے زعفرانی کی تقسیم کے بعد دیوان صاحب عام زائرین کے ساتھ بہشتی گذر کر واپس چلے جاتے ہیں۔

اس طرح ۵ محرم الحرام سے ۱۰ محرم الحرام کی صبح تک یہ بہشتی دروازہ روزانہ رات کو کھلتا ہے اور صبح آٹھ بجے بند کر دیا جاتا ہے۔

یہ وہی رسومات دلنشین و دل آفریں ہیں جنہیں حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کی موجودگی میں اور انہیں کے تصرف سے حضرت خواجہ بدرالدین سلیمان سجادہ نشین اول و فرزند ارجمند حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ نے ادا کیں جو بغیر کسی تغیر و تبدل کے آج تک جاری و ساری ہیں اور ابدالآباد جاری رہیں گی۔

عرس مبارک کے دنوں میں درگاہ معلیٰ برقی قمقموں سے بقعہ نور بنا ہوتا ہے۔ اندرون و بیرون ملک سے مشائخ سلاسل چشتیہ قادریہ سہروردیہ و نقشبندیہ اور عوام الناس در فرید پر حاضر ہو کر فیض فریدی کی برکات سے جھولیاں بھر کر لے جاتے ہیں۔ ان پانچ راتوں میں پانچ لاکھ سے زائد عقیدت مند بہشتی دروازہ گزرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

اختتامی رسم:

۱۰ محرم الحرام کو صبح کے وقت حضرت دیوان صاحب جلوس کی شکل میں آستانہ عالیہ پر آتے ہیں۔ تمام مزارات کو عرق گلاب و بید مشک سے غسل دیا جاتا ہے۔ صفائی کی جاتی ہے اور یہ خدمت حضرت دیوان صاحب خود اور دیگر متعلقین کی اعانت سے انجام دیتے ہیں اور تینوں مزارات کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ بعد نماز مغرب دیوان صاحب آ کر مزارات پر صندل اور پھول چڑھاتے ہیں۔ پسے ہوئے صندل میں عرق گلاب اور اکیس تولہ علیٰ قسم کا عطر حنا ڈال کر مزارات کی خالیوں میں بھر دیا جاتا ہے اور تینوں مزارات کے دروازے شہیدان کربلا کے سوگ میں چالیس دن کے لیے بند کر دیے جاتے ہیں۔

اس شب الوداعی محفل سماع ہوتی ہے اور حضرت سید الشہدا امام حسین علیہ السلام و شہیدان کربلا کی نیاز چینی کے قرصوں پر دلا کر دیوان صاحب واپس اپنی رہائش گاہ کچہری دیوان صاحب چلے جاتے ہیں، اور بعد خشک ہونے صندل کے چالیس روز کے بعد بروز جمعرات دیوان صاحب نوری دروازہ کھول کر مزارات کو غلاف دیتے ہیں اور زائرین کے لیے کھول دیتے ہیں۔ بہشتی دروازہ بدستور آئندہ پانچ محرم الحرام تک بند رہتا ہے

الٰہی تا بہ ابد خورشید و ماہی
چراغ چشتیاں را روشنائی

عشرہ محرم میں روزانہ شام کے وقت دیوان صاحب کی رہائش گاہ میں شربت کے مٹکے بھر کر حضور شہنشاہ ولائیت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور شہدائے کربلا کی نیاز تقسیم کی جاتی ہے۔

مشتری اور جلہ کا تبرک کیا ہے:

جب حضور بندگی شیخ فرید الحق والشرع والدین ؒ بحکم اپنے مرشد گرامی سیاحت و زیارت مقدس مقامات کے دوران حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو دریا کے کنارے آبی مخلوق (جلہوڑہ) سے ملے اور حضرت خضر علیہ السلام کی موجودگی میں حضور بابا صاحب ؒ کے مرید ہوئے، مشتری و جلہ کی نیاز پیش کی۔ بعد وصال حضرت بابا صاحب ؒ کے جب آپ کے فرزند خواجہ بدرالدین سلیمان رحمۃ اللہ کی رسم دستار بندی حضور سلطان المشائخ

نے ادا فرمائی اور روضہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ سے باہر آئے تو جنات اور جلھوڑے یہی نیاز جلہ وحلوہ کے خوان لے کر حاضر ہوئے۔ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ نے ختم دلا کر خواجہ بدرالدین سلیمان اول سجادہ نشین کے ہاتھوں عوام میں تقسیم کرائے اور ایسا کئی روز وہ جلہ اور حلوہ لاتے رہے اور اسی طرح تقسیم ہوتا رہا جس کی رسم آج تک جاری ہے۔ چونکہ اس وقت شکر کا شربت بھی ختم دلا کر تقسیم کیا گیا تھا جسے اب بھی اسی طرح تقسیم کیا جاتا ہے۔

کوڑیوں کا نثار کرنا اور تین صوفیوں کا طواف:

یہ رسم اس طرح ہے کہ بعد دستار بندی شیخ بدرالدین سلیمان اول سجادہ نشین صاحب محفل سماع منعقد ہوئی۔ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ کو اپنے مرشد پاک کی جدائی کا صدمہ تھا۔ مجلس پر کیف تھی عجب نظارہ تھا۔ قوالوں نے حضرت بابا صاحبؒ کا کلام سنانا شروع کیا تو حضرت محبوب الٰہی وجد میں کھڑے ہو گئے اور تین دفعہ قوالوں کے ساتھ اسی حالت وجد میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ کے روضہ مبارک کے نوری دروازہ تک گئے اور واپس صاحب سجادہ کے سامنے آئے۔ اس وقت حضرت سجادہ نشین صاحب نے کوڑیاں منگوا کر سلطان المشائخ پر نچھاور کیں۔

حاضرین مجلس پر بھی وجدانی کیفیت طاری ہو گئی۔ اسی رسم کو ہر سجادہ نشین نے جاری رکھا۔ اب تین صوفی منتخب کیے جاتے ہیں جو کہ عربی لباس میں اسی طرح قوالوں کے ساتھ سعی کرتے ہیں۔ چوبدار انکا بازو تھامے رکھتا ہے، ان کی آنکھیں بند ہوتی ہیں۔ اس وقت قدرتی طور پر یہ صوفی بھی حالت وجد میں ہوتے ہیں۔ بعد میں دریافت کرنے پر وہ اس کیف و مستی کو بیان کرنے سے عاجز ہوتے ہیں کیونکہ اس وقت ان پر بے خودی سایہ فگن ہو کر ان کو بے خبر بنا دیتی ہے۔ اس وقت حضرت محبوب الٰہیؒ کو جناب امیر خسروؒ نے سنبھالا دیا تھا اب چوبدار یہ خدمت انجام دیتا ہے۔

اس وقت محفل سماع میں بڑے جلیل القدر مشائخ عظام موجود تھے جن میں فخر المشائخ ابوالفتح رکن عالم سہروردی ملتانی رحمۃ اللہ بھی موجود تھے جن کی حضرت محبوب الٰہی کے

ساتھ بڑی محبت تھی۔ محفل سماع میں حضرت محبوب الٰہی حالت وجد میں پہلی بار کھڑے ہوئے تو حضرت شاہ رکن عالم رحمۃ اللہ نے آپ کو آستین سے پکڑ کا بٹھالیا۔ جب دوسری بار حالت وجد میں کھڑے ہوئے تو دامن پکڑ کر بٹھالیا۔ جب تیسری بار غلبۂ جوش میں حضرت محبوب الٰہی کھڑے ہوئے تو شاہ رکن عالم رحمۃ اللہ اٹھ کر مسجد تشریف لے گئے اور نوافل میں مشغول ہوئے۔

ان کے ایک مرید نے سماع میں حضرت سلطان المشائخ کے وجد کی بابت دریافت کیا تو حضرت شاہ رکن عالم نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ جب پہلی دفعہ حضرت محبوب الٰہی کو میں نے آستین پکڑ کر بٹھایا تو باطن میں ان کا قدم ساتویں آسمان پر تھا۔ دوسری مرتبہ جب بٹھایا تو ان کا دامن ہی پکڑ سکا کیونکہ وہ ساتویں آسمان سے گزر گئے تھے اور تیسری مرتبہ وہ میری نظروں سے اوجھل تھے۔ خدا ہی علیم ہے کہ وہ اس وقت کس مقام پر تھے اس لیے میں اٹھ کر مسجد میں چلا آیا۔

حضرت شاہ رکن عالمؒ سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز کے اس بیان سے حضور خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی ادام اللہ برکاتہ کے مرتبہ محبوبی کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ حضرت گنج شکرؒ کے غلاموں کی یہ شان ہے تو آقا کی شان کیا ہوگی

عشق را در مدرسہ تعلیم نیست
این چنیں علمت بیانے دیگر است
عاشقان خواجگان چشت را
از قدم تا سر نشانے دیگر است

●●●

عرس مبارک حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی رسومات میں گایا جانے والا مخصوص کلام

کلام حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ:

مَن نیَم واللہ یارا مَن نیَم
جانِ جانم بر سرم تَن نیَم
مَن نیَم من علیم من وَلی
جَم نیَم رُستم نیَم بہمن نیَم
نُورِ نورُم نُور نورُم نُور نُور
من چراغ پنبہ و روغن نیَم
نُور پاکم آمدہ در مشتِ خاک
کور چشماں را ولے روشن نیَم
اوسَت اندر سِر مَن ظاہر شُدہ
مَن نیَم مسعُود وَاللہ مَن نیَم

کلام حضرت خواجہ احمد جام رحمۃ اللہ علیہ:

منزل عشقت مکانے دیگر است
مرد ایں رہ را نشانے دیگر است
عشق را در مدرسہ تعلیم نیست
ایں چنیں علمت بیانے دیگر است
عاشقان خواجگان چشت را
از قدم تا سر نشانے دیگر است
دل خورد زخمے ز دیدہ خوں چکد
این چنیں تیر از کمانے دیگر است
کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

احمدا تا گم نہ کر دی ہوش را
ایں جرس از کاروان دیگر است

کلام حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ:

بخدا غیر خدا در دو جہاں چیزے نیست
بے نشانست کز و نام و نشاں چیزے نیست
چند محجوب نشینی بہ گمانے دیگراں
خیمہ در کوئے یقین زن کہ گماں چیزے نیست
ہستی تست حجاب تو دگر پیدا نیست
کہ بجز دوست دریں پردہ نہاں چیزے نیست
بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامیؒ
کاندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

کلام حضور خواجہ امیر خسرو رحمۃ اللہ:

یہ کلام پانچ محرم کو بوقت افتتاح رسم بہشتی دروازہ الوداعی سماع

ہوں بیراگن شام کی کوئی پیا بتلاوے
بھائی دے گھڑیالیا متاں گھڑیا بجاوے
آج ملاوا ہو لال سے متاں رین گھٹاوے
سر پر مٹکی دودھ کی سوہنی لٹک سوہاوے
او گئے بالم او گئے............

ارے ارے ندیا کنارے کنار بالم او گئے
آپ تو پار اتر گئے ارے ارے ہم تو رہے ارار
بالم او گئے... بالم او گئے... بالم او گئے.....
گوری سوئے سیج پر مکھ پر ڈالے کیس
چل خسرو گھر آپنے سانجھ بھئی پر دیس

منقبت

بسلسلہ عرس مبارک حضرت بابا فرید الدین مسعود گنجِ شکر رحمۃ اللہ علیہ

رنگ اور نور ہے بکھرا ہوا تمام یہاں
ہیں آج آئے ہوئے نبیوں کے امام یہاں

قُطب الدین آئے ہیں اور آئے ہیں معین الدین
ہیں سَر جھکائے ہوئے صابر و نظام یہاں

درِ فرید کی عظمت کا حال کیا کہیے
ہیں ہاتھ باندھے ہوئے قدسی صبح و شام یہاں

اے دل ادب سے دھڑک آج ہیں وہ جلوہ نما
باادب ہو کے ادب کرتا ہے سلام یہاں

سنبھل کے چلنا ذرا چشتی میکدہ ہے یہ
فقط نظر سے پلاتا ہے ساقی جام یہاں

نظر آتا ہے یہاں ہر سو جلوہ فریدی
سَر کے بل چلتے ہوئے آئے ہیں غلام یہاں

مانگنے والے گداؤں میں شاہا بھی ہیں کھڑے
لُٹ رہا ہے فیض فرید آج سرِ عام یہاں

بن کے آیا ہے بھکاری نعیم چشتی بھی
فرید لکھ دو غلاموں میں آج نام یہاں

میاں نعیم انور چشتی نظامی

مآخذ

کشف المحجوب: مخدوم حضرت سید علی ہجویریؒ۔ ترجمہ، ابوالحسنات قادری، مطبوعہ ضیاالقرآن پبلی کیشنز، لاہور۔
بار سوئم۔ صفر المظفر ۱۴۱۰ھ۔

سیر الاولیاء: امیر خورد کرمانیؒ۔ ترجمہ، اعجاز الحق قدوسی: مرکزی اردو بورڈ، لاہور طبع اول فروری ۱۹۸۰ء

اخبار الاخیار: حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلویؒ: مترجم، مولانا سبحان محمود۔ مولانا محمد فاضل۔
مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی، بندر روڈ، کراچی۔

فوائد الفواد: امیر حسن علاء سنجریؒ۔ مترجم، خواجہ حسن نظامی ثانی دہلوی، سن طباعت ۲۰۰۸ء، زاویہ فاؤنڈیشن، لاہور۔

راحت القلوب: حضرت نظام الدین اولیاءؒ۔ مترجم، علامہ شمس الدین چشتی طباعت دسمبر ۲۰۰۴ء، اکبر بک سیلرز، لاہور

جواہر فریدی: حضرت مولانا محمد علی اصغر چشتیؒ۔ مترجم، علامہ فضل الدین نقشبندی، ناشر اکبر بک سیلرز، لاہور۔

تحفۃ الابرار: مرزا آفتاب بیگ محمد نواب مرزا بیگ چشتی نظامیؒ۔ مترجم، پیرزادہ اقبال احمد فاروقی۔
طباعت دوم۔ ۲۰۰۰ء مکتبہ نبویہ، لاہور۔

سیرت حضرت گنج شکرؒ: علامہ شمس الدین چشتی۔ اشاعت ۲۰۰۵ء، اکبر بک سیلرز، لاہور۔

اسرار الاولیاء: حضرت بدر الدین اسحاقؒ۔ مترجم، پروفیسر عبدالسمیع ضیاء۔ باراول۔ مکتبہ فریدیہ، ساہیوال۔
باردوئم ۲۰۰۸ء، مترجم، مولانا غلام احمد بریاں۔

حضرت بابا فرید الدینؒ: خالد حسین۔ طباعت پاکپتن شریف مئی ۱۹۷۱ء۔

تذکرۃ الاولیاء: شیخ فرید الدین عطارؒ: مترجم، پیر مبارک علی قادری، اشاعت اول ۱۹۹۰ء، شبیر برادرز، لاہور۔

سفینۃ الاولیاء: شہزادہ محمد دارا شکوہ قادریؒ: مترجم، محمد علی لطفی، طبع ہفتم۔ مئی ۱۹۸۲ء، نفیس اکیڈمی، کراچی۔

اقتباس الانوار: شیخ محمد اکرم قدوسیؒ۔ مترجم، کپتان واحد بخش سیال، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور۔

سکینۃ الاولیاء: شہزادہ محمد دارا شکوہ قادری، الفیصل لاہور ناشران وتاجران کتب، لاہور، طباعت نومبر ۱۹۹۲ء

❀❀❀

عہد حاضر میں آفتاب جہاں تاب مصدر فیوضات حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر قدس اللہ سرہ العزیز کے احوال وملفوظات اور سیرت مطہرہ پر لکھی گئی بیشمار کتب میں آئینہ معرفت ایک منفرد اور جامع کتاب ہے۔ اسکا مستند مآخذ اور آسان فہم انداز تحریر وترتیب بڑا دلکش ہے مؤلف کتاب نے اس قدر معلومات کو یکجا کر دیا ہے۔ جو دوسری کتب میں کم ہیں۔ اس کتاب کا وجد آفریں مطالعہ کرنے سے بحر کرم حضرت بابا صاحبؒ کے اوائل عمری سے لیکر وصال مبارک تک کے معمولات اور زہد وورع کے علاوہ دیگر مشائخ ذیشان کا تذکرہ بھی ہے حضور گنج شکرؒ کے خلفاء ومریدین اور اولاد امجاد کے مستند احوال سے نا صرف آگہی ہوتی ہے بلکہ تسکین قلب اور روحانی آسودگی بھی حاصل ہوتی ہے میری نظر میں یہ کتاب ایک نادر تحفہ ہے۔ یقیناً یہ مؤلف کتاب ھٰذا کی پرخلوص شبانہ روز کاوشوں کا ثمر ہے آج اس کتاب کو ہر خاص وعام میں جو مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ میں دعا گو ہوں انشاء اللہ آنیوالے ہر دور میں لوگ اس سے استفادہ حاصل کرتے رہیں گے۔

دیوان مودود مسعود چشتی فاروقی

سجادہ نشین درگاہ عالیہ فریدیہ پاکپتن شریف

سیرت فاؤنڈیشن

۸۵۵۔ این۔ سمن آباد، لاہور

۰۴۲-۳۷۲۱۴۲۶۲